OSMANIA UNIVERSITY

جامعہ عثمانیہ

تاریخ انگلِستان

میٹریکیولیشن

کیلئے

سلسلۂ مصنفاتِ تعلیم جامعۂ عثمانیہ

ST 01
RO

تاریخِ انگلستان

ارابلا بی بکلے (مسز فشر) کی کتاب "ہسٹری آف انگلینڈ فار بگنرز"

کا اردو ترجمہ

میٹری کیولیشن کے لئے

مترجمۂ

مولوی ظفر علی خاں صاحب بی۔اے و مولوی سید علی رضا صاحب بی۔اے بیرسٹر ایٹ لا

ارکان سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ

بعد ترمیم و نظر ثانی

سنہ ۱۳۴۱ھ م سنہ ۱۳۳۲ف م سنہ ۱۹۲۳ء

مطبوعۂ مطبع جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن

تعداد (۱۰۰۰) طبع دوم

سلسلۂ نصابِ تعلیم جامعہ عثمانیہ

تاریخ انگلستان

ارابلا بی بکلے (مسز فشر) کی کتاب "ہسٹری آف انگلنڈ فار بگنرز"

کا اردو ترجمہ

میٹری کیولیشن کے لئے

مترجمۂ

مولوی ظفر علی خاں صاحب بی۔ اے و مولوی سید علی رضا صاحب بی۔ اے بیرسٹر ایٹ لا

ارکان سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ

بعد ترمیم و نظر ثانی

۱۳۴۱ھ م ۱۳۳۲ف م ۱۹۲۳ء

مطبوعۂ مطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

تعداد (۱۰۰۰)

طبع دوم

دیباچہ

تاریخ انگلستان مولفۂ بکلے کا ترجمہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی۔ اے۔ کے تفویض تھا اور صاحب موصوف نے پچیسویں باب کے نصف تک اُس کا ترجمہ کیا اور وہ طبع بھی ہو گیا تھا بعدازاں اُس کی تکمیل بجانب محکمہ راقم کے سپرد فرمائی گئی۔

اس بنا پر مینے ولیم چہارم کی عہد فرماں روائی سے خاتمۂ کتاب تک ترجمہ کیا ہے۔ علاوہ برایں فہرست مضامین، صحت نامہ، فہرست اصطلاحات، تختۂ تلفظ الفاظ جغرافیہ و اسمائے معرفہ اور شجرۂ سلاطین جو کتاب کے شروع میں لگایا گیا ہے میرے لکھے ہوئے ہیں نیز برطانیۂ عظمی و آیرستان کے جغرافئے کے متعلق جو (۸) عدد نقشے کتاب میں شامل کئے گئے ہیں محکمے نے ان کو بھی میری ہی نگرانی میں تیار کرایا ہے۔

کتاب کے ابتدائی یک ثلث حصے تک اصطلاحات مندرجۂ فہرست کی پابندی نہیں کی گئی ہے اور چونکہ یہ اصطلاحات کمیٹی مصطلحات کی منظورہ ہیں اور محکمے کی جانب سے تاریخ دستور انگلستان اور دوسری انگریزی تاریخوں میں جو نصاب تعلیم جامعۂ عثمانیہ کے لئے ترجمہ ہو کر شایع ہوئی ہیں ان ہی اصطلاحات کا استعمال ہوا ہے۔ لہذا طلبائے میٹریکیولیشن بامداد اساتذہ اصطلاحات مندرجۂ فہرست کی پابندی کریں تو نہ صرف سلسلۂ نصاب مذکور میں مطابقت ہوگی بلکہ طالب علموں کو انٹرمیڈیٹ اور بی۔ اے کی کتب تواریخ پر جو اس نصاب کے لئے تیار کی گئی ہیں جلد عبور ہو سکیگا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ترجمے میں تیسرے باب کا آخری پیراگراف نظر انداز ہو گیا تھا صحت نامے کی تیاری کے وقت میری نظر اس پر پڑی اور تکمیل باب کی ضرورت سے میں نے اُس کا ترجمہ علیحدہ ورق پر کر دیا ہے۔ بوقت مطالعہ صفحہ (۵۷) کے ختم پر سلسلۂ مضمون قائم رکھنے کی غرض سے ورق مذکور چسپاں کر لیا جائے تو مناسب ہے۔

خاکسار

سید علی رضا

دیباچہ

طبع ثانی

طبع اول میں تیسرے باب کا آخری فقرہ نظر انداز ہو گیا تھا۔ نظر ثانی کے وقت یہ نقص رفع کر دیا گیا ہے۔ عبارت جہاں پیچیدہ اور مشکل تھی اُس میں بھی سہولت پیدا کی گئی ہے تاکہ مضمون آسانی سے سمجھ میں آئے۔ بہرکیف نظر ثانی میں سید ہاشمی صاحب رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ نے تا امکان احتیاط سے کام لیا ہے۔

محمد عنایت اللہ

ناظم دار الترجمہ
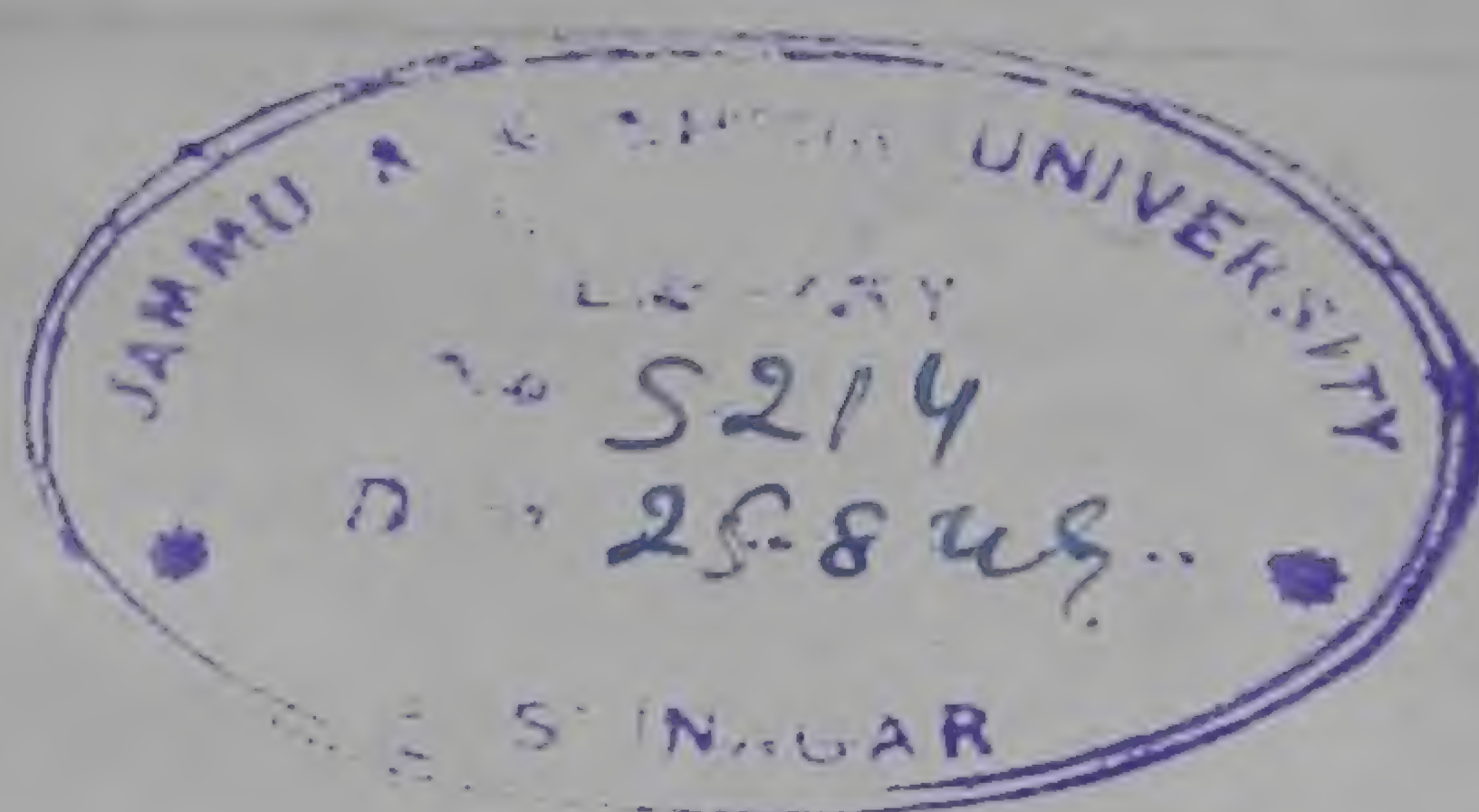
فہرست مضامین

تاریخی سلسلہ اور سنین کیساتھ مرتب ہوئی ہے

(طلبہ کی یاد تازہ کرنے کی غرض سے ذیل کے خلاصہ کے ہر صفحہ پر واقعات کے لحاظ سے سنین درج کیئے گئے ہیں لہذا اس جدول کے حوالہ سے جب کسی مضمون کو متن کتاب میں مطالعہ کرنے کی ضرورت ہو تو سنین مندرجہ سے مدد لیجا سکتی ہے)

حصہ اول

برطانیہ اور انگلستان کا عہد قدیم

پہلا باب

برطانیہ کا عہد قدیم

دوسرا باب

انگریز انگلستان میں کس طرح آئے

تیسرا باب

قوم ڈین کے ساتھ انگریزوں کی جدوجہد

چوتھا باب

انگلستان میں نارمن قوم کے اثر کا اٹھان

حصہ دوم

نارمن فتح سے لیکر صدور قبالۂ اعظم تک کے حالات

پانچواں باب

انگلستان میں نارمن حکومت

چھٹا باب

اسٹیفن کا عہد حکومت

فساد اور شورش سے بھرا ہوا انیس سال کا زمانہ

سنہ ۱۱۳۵ئہ لغایت سنہ ۱۱۵۴ئہ

ساتواں باب

ہنری پلنٹیجنیٹ اور اس کے بیٹے

حصۂ سوم

انگریزی پارلیمنٹ کی اٹھان

آٹھواں باب

امرا کی جنگ

ہنری سوم ۱۲۱۶ء لغایت ۱۲۷۲ء

نواں باب

ویلز اور اسکاٹ لینڈ کے ساتھ کشمکش

ایڈورڈ دوم

۱۳۰۷ء لغایت ۱۳۲۷ء

دسواں باب

جنگ صد سالہ کسانوں کی بغاوت

حصہ چہارم

جنگ گلاب

گیارھواں باب

خاندان لینکسٹر

بارھواں باب

خاندان یارک

حصہ پنجم

بادشاہان ٹیوڈر

تیرھواں باب

دور اصلاح مذہب

چودھواں باب

مسیحیت کی دونوں شاخوں کی آویزش

پندرھواں باب

دور فرخی و فراخی

حصہ ششم

خود مختارانہ حکومت کے خلاف قوم کی جدوجہد

سولواں باب

شاہانہ استبداد اور جمہوریت کا تصادم

سترھواں باب

شاہ و رعایا

اٹھارواں باب

انگلستان میں جمہوری نظام حکومت کے قیام کی کوشش

حکومت جمہوری

انیسواں باب

حکومت شاہی کی بحالی

چارلس ثانی

سنہ ۱۶۶۰ء لغایت سنہ ۱۶۸۵ء

بیسواں باب

دور انقلاب

اکیسواں باب

آخری تاجدار سلسلۂ اسٹوارٹ

حصہ ہفتم

برطانیۂ عظمیٰ کی فراخی

بائیسواں باب

اندرونی امن اور بیرونی فتوحات سے برطانیہ عظمیٰ کا پنپنا

تیئسواں باب

نوآبادی ہائے امریکہ کی آزادی

Acc no: 5214.

چوبیسواں باب

انقلاب فرانس، نپولین اور برطانیہ عظمیٰ

لارڈ بیوٹ
گرینول اپریل ۱۷۶۳ء
راکنگھم ۱۷۶۵ء
گرافٹن جولائی ۱۷۶۶ء
نارتھ جنوری ۱۷۷۰ء
۱۷۷۳ء
۱۷۷۵ء
۱۷۷۷ء
۱۷۷۸ء
۱۷۸۰ء
راکنگھم مارچ ۱۷۸۲ء
شلبرن جولائی ۱۷۸۲ء
پورٹلینڈ اپریل ۱۷۸۳ء
ولیم پٹ دسمبر ۱۷۸۳ء
ولیم پٹ

پچیسواں باب

زمانۂ حاضرہ کی تاریخ

سنہ ۱۸۱۷ء
سنہ ۱۸۱۹ء
سنہ ۱۸۲۰ء
سنہ ۱۸۲۰ء
سنہ ۱۸۲۲ء
سنہ ۱۸۲۴ء
سنہ ۱۸۲۶ء
کیننگ اپریل سنہ ۱۸۲۷ء
گاڈرچ ستمبر سنہ ۱۸۲۷ء
ویلنگٹن جنوری سنہ ۱۸۲۸ء
سنہ ۱۸۳۰ء
سنہ ۱۸۳۰ء
لارڈ گرے نومبر سنہ ۱۸۳۰ء
میل بورن جولائی سنہ ۱۸۳۴ء
سر رابرٹ پیل دسمبر سنہ ۱۸۳۴ء

چھبیسواں باب

برطانیۂ عظمیٰ اور برطانوی نو آبادیاں

ستائیسواں باب

جمہوریت کی ترقی

اتحاد ثلاثہ چیمبرلین صاحب اصلاح طارف کی تحریک کرتے ہیں ۱۹۰۳ء۔ اتحاد پسندوں کے رہنماؤں میں پھوٹ ۱۹۰۳ء۔ تبت کی مہم ۱۹۰۳ء لغایت ۱۹۰۴ء وندہم کا قانون اراضی آئرستان ۱۹۰۴ء۔ اصلاحات فوج وبحریہ ۱۹۰۴ء جنگ روس وجاپان ۱۹۰۴ء۔ تقسیم بنگالہ ۱۹۰۴ء بیلفر مستعفی ہوتا ہے نومبر ۱۹۰۵ء۔ پارلیمنٹ کا انتخاب عام جنوری ۱۹۰۶ء۔ اتحاد پسندوں کی شکست بیلفر لندن کی جانب سے نمائندہ مقرر ہوکر پارلیمنٹ میں واپس آتا ہے جنوبی افریقہ کا اتحاد ۱۹۰۶ء قانون اجانب ۱۹۰۶ء۔ قانون مرافعہ مقدمات فوجداری ۱۹۰۶ء۔ قانون امین سرکاری ۱۹۰۶ء۔ انگلستان کی تخفیف مالگزاری اداگر نوالی اراضی کا قانون ۱۹۰۶ء۔ قانون معاوضہ مزدوران ۱۹۰۶ء۔ التواء مسودۂ جدید قانون تعلیم ۱۹۰۶ء۔ قانون رائے دہی امات ۱۹۰۶ء۔ لارڈ ہالڈین کا مسودۂ قانون فوج ۱۹۰۷ء۔ قلمرو نیوزیلینڈ یکم مئی ۱۹۰۷ء۔ قانون وظائف پیرانہ سالی ۱۹۰۸ء۔ کان کنوں کا آٹھ گھنٹے کا قانون ۱۹۰۸ء۔ بائے اسکوٹ ۱۹۰۸ء۔ روئی کے کلوں کو جلانے والوں کی ہڑتال ۱۹۰۸ء۔ جنگجو طالبان حق رائے ۱۹۰۸ء۔ دارالامراء میں مسودۂ قانون اجازت نامہ کی نامنظوری ۱۹۰۸ء سنڈیکیلزم (ہمدردانہ ہڑتال) مطالبات مزدوران۔ نوآبادیوں کے بیڑے ۱۹۰۹ء۔ صرافہ جات محنت ۱۹۰۹ء۔ لائیڈ جارج کا موازنہ اپریل ۱۹۰۹ء جس کو دارالامراء نے نومبر ۱۹۰۹ء میں نامنظور کیا۔ ہند میں فتنہ وفساد ۱۹۰۶ء-۱۹۱۰ء۔ ہندی ارکان کا منتخب ہونا ۱۹۰۹ء اتحاد جنوبی افریقہ کی پارلیمنٹ ۴۔ نومبر ۱۹۱۰ء۔ بوتھا کی وزارت عظمیٰ۔ انتخاب عام جنوری ۱۹۱۰ء۔ تحریکات متعلق اختیار نامنظوری ۲۸۔ فروری ۱۹۱۰ء۔ امرا اپنی مجلس کی تنظیم ثانی کے متعلق تجویز کرتے ہیں۔ ایڈورڈ ہفتم کی وفات ۶۔ مئی ۱۹۱۰ء۔ انتخاب عام دسمبر ۱۹۱۰ء چند اہم ہڑتالیں ۱۹۱۱ء۔ بیمہ کے قوانین ۱۹۱۱ء۔ پارلیمنٹ کے اراکین کے لئے معاوضہ کی تجویز ۱۹۱۱ء۔ مسٹر بونرلا بحیثیت رہبر فرقۂ مقابل مسٹر بیلفر کا جانشین بنایا جاتا ہے ۱۸۔ نومبر ۱۹۱۱ء۔ جارج پنجم کی تاج پوشی ۲۲۔ جون ۱۹۱۱ء۔ شہنشاہانہ دربار اور دہلی کا پایہ تخت ہند قرار پانا ۱۹۱۱ء۔ دارالامراء کا مسودۂ قانون تنظیم پارلیمنٹ کو منظور کرنا ۱۰۔ آگست ۱۹۱۱ء۔

مذہب معینہ ویلز کی موقوفی اور آئرستان کی حکومت خود اختیاری کی بابت مسودات قانون کا پیش
ہونا ۱۹۱۲ء۔ عہدنامہ السٹر پر آئرستانیوں کا دستخط ثبت کرنا ۲۸۔ستمبر ۱۹۱۲ء۔
یورپ کی جنگ عظیم کا آغاز۔ جرمنی کا روس کے خلاف اعلان جنگ کرنا یکم اگست ۱۹۱۴ء۔
جرمن افواج کا بلجیم پر حملہ شروع ہوتا ہے ۳۔ آگست۔ جرمنی فرانس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے
۴۔اگست۔ برطانیہ جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہے ۴۔ آگست۔ فرانس میں برطانیہ افواج
کا پہلا ورود ۸۔ اگست لغایت ۱۰۔ اگست۔ برطانیہ کا آسٹریا ہنگری کے خلاف اعلان جنگ کرنا
۱۲۔اگست۔ آغاز مراجعت مانس ۲۳۔ آگست۔ لودیان یونیورسٹی کو جرمنوں کا جلا کر برباد کرنا۔
۲۵۔آگست۔ ہیلی گولینڈ میں برطانوی بیڑے کی فتح ۲۸۔ اگست۔ محاربہ مارن کا آغاز ۶۔ستمبر۔ این کی
لڑائی شروع ہوتی ہے۔ ۱۷ستمبر۔ رایمز کے گرجا پر جرمن توپ کے گولوں سے حملہ شروع کرتے ہیں
۲۰۔ستمبر۔ ہندی فوجوں کا فرانس میں ورود ۲۰۔ستمبر۔ انگلستان میں کنیڈا فوجوں کا ورود ۱۰۔اکتوبر۔
جرمنوں کے کروزر جہازات یارمتھ پر گولہ اندازی کرتے ہیں ۲۔نومبر۔ برطانیہ ترکی کے خلاف جنگ کا
اعلان کرتا ہے ۵۔ نومبر۔ جرمن کیلے کی طرف بڑھنا ترک کر دیتے ہیں ۲۰۔ نومبر۔ جزائر فاک لینڈ کے
قریب برطانوی بیڑے کی فتح ۸۔ دسمبر۔ ڈاگر بینک کے مقابل بحری لڑائی ۲۴۔جنوری ۱۹۱۵ء۔
جرمن یو کشتیاں برطانوی ساحلوں پر حملہ کرتی ہیں ۱۸۔فروری۔ درۂ دانیال کی گولہ باری کا آغاز ۱۹فروری
متحدین جرمنوں کی بحری تجارت کی موقوفی کا اعلان دیتے ہیں ۱۴۔مارچ۔ انگلستان پر زپلین (ہوائی جہاز)
کا پہلا حملہ ۱۴۔اپریل۔ جرمنوں کا پہلے پہل مقام آئی پر دم بند کرنے والی گیس کا استعمال کرنا ۲۲۔اپریل۔
لوسی ٹانیا کی غرقابی ۷۔مئی۔ اطالیہ اس جنگ میں شریک ہوتا ہے ۲۳۔مئی۔ زپلین کی پہلی یورش لندن پر
۳۱۔مئی۔ سالونیکا میں برطانوی افواج کا ورود اکتوبر۔ وردن پر جرمنوں کا حملہ شروع ہوتا ہے
۲۱۔مئی ۱۹۱۶ء۔ جٹ لینڈ کے ساحل کے قریب بحری لڑائی ۳۱۔مئی۔ لارڈ کچنر کی غرقابی ۵۔جون۔
سوم کی لڑائی شروع ہوتی ہے یکم جولائی۔ دریائے سوم پر پہلے پہل ٹینک کا استعمال ۱۵۔ستمبر۔
پتروغراد میں روسی انقلاب سلطنت اور زار کی حکومت سے دست برداری ۱۵۔مارچ ۱۹۱۷ء۔
ریاستہائے متحدہ امریکہ جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کرتی ہیں اپریل ۱۹۱۷ء۔ آسٹریا اور جرمنی کی
فوجیں شمالی اطالیہ پر حملہ کرتی ہیں ۲۴۔اکتوبر۔ مغرب میں جرمنوں کی جارحانہ کارروائی اپریل ۱۹۱۸ء۔
فرانسیسیوں اور امریکنوں کی سائنے سنز کے قریب فتوحات جولائی ۱۹۱۸ء... از صفحہ ۵۳۶ تا صفحہ ۵۷۱

لائیڈ جارج ۱۹۱۶ء

قدیم برطانیہ

اقوام زمانۂ حجریہ قدیم

ان کے بعد

اقوام زمانۂ حجریہ جدید

(نسل باسک یا آئی بیرین)

قوم برطانوی

(کلٹی نسل کے لوگ)

—o—

سنہ ۵۵ و ۵۴ ق م

جولئیس سیزر کی آمد برطانیہ میں

سنہ ۴۳ء — رومیوں کی فتح برطانیہ

سنہ ۴۱۰ء — رومیوں کا برطانیہ سے رخصت ہوجانا

اس کے بعد

اینگلو سیکسن اقوام

(یا تیوتانی نسل کے انگریزوں کا دور)

سنہ ۴۴۹ء — جوٹ قوم کا ساحل کینٹ پر اترنا

سنہ ۴۷۷ء — سیکسنوں کا یسا کے ماتحت برطانیہ پہنچنا

سنہ ۵۴۷ء — اینگل قوم کا برطانیہ میں بس جانا

—o—

(بعد کے حالات کے لئے دیکھو نقشہ صفحہ ۲۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ انگلستان

مبتدیوں کے لیئے

پہلا باب

برطانیہ کا عہد قدیم

انگلستان کی وجہ تسمیہ۔ انگلستان کی تاریخ کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے یہ بات تحقیق کر لینی ضروری ہے کہ لفظ انگلستان کے معنی کیا ہیں؟ اکثر لوگ اس سوال کو چنداں مشکل نہیں خیال کرتے۔ لیکن حقیقت میں اس کا جواب دینا کچھ آسان نہیں ہے۔ جزائر برطانیہ کے فرماں روا شاہ جارج پنجم کو سلطنت متحدۂ برطانیۂ عظمٰی و آیرلینڈ کا فرماں روا کہا جاتا ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آیرلینڈ برطانیۂ عظمٰی سے گویا ایک علیحدہ ملک ہے۔ اور یہ علیحدگی کچھ محض اس لیئے نہیں ہے کہ آئرلینڈ ایک جزیرہ ہے۔ بلکہ اس علیحدگی کا باعث یہ

آیرلینڈ اور اسکاٹلینڈ۔ بھی ہے کہ آیرلینڈ میں ایک ایسی قوم بستی ہے جو نسل میں انگریزوں سے مختلف ہے اور جس کی بول چال بھی انگریزوں سے جدا ہے۔ چنانچہ اہل آیرلینڈ کی قومی زبان کا نام "گیلک" ہے اور جب وہ آپس میں بات چیت کرتے ہیں تو یہی بولی بولتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پھر

برطانیۂ عظمیٰ سے انگلستان ہی انگلستان مراد ہے؟ اس سوال کا جواب بھی یقیناً نفی میں ہے۔ اس لیے کہ برطانیۂ عظمےٰ کا آدھا شمالی حصّہ اسکاٹلینڈ ہے۔ جس میں کوئی تین سو سال قبل تک ایک علیحدہ سلطنت قائم تھی۔ اور اگرچہ اسکاٹلینڈ کی میدانی آبادی کی نسل وہی ہے جو انگریزوں کی ہے۔ لیکن کوہستانی آبادی جو شمالی علاقے میں بود و باش رکھتی ہے۔ گیلک زبان بولتی ہے۔ اور اس کی اور آیرلینڈ والوں کی نسل ایک ہے۔ اب صرف برطانیۂ عظمےٰ کا جنوبی حصّہ رہ گیا جو نارتھمبرلینڈ سے لیکر آبنائے انگلستان تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے۔ تم کہوگے کہ کم از کم اس علاقے پر تو "انگلستان" کی تعریف صادق آنی چاہیئے۔

ویلز

ہاں! لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں ویلز کے جداگانہ علاقے کو بھی شریک کرلیں کیونکہ اس وسیع خطۂ زمین میں بھی ایسے لوگ آباد ہیں۔ جو اپنی علیحدہ زبان بولتے ہیں۔ اس زبان کا نام "ویلش" ہے۔ اور آیرلینڈ اور کوہستان اسکاٹلینڈ کی زبان سے یہ کچھ ایسی ملتی جلتی واقع ہوئی ہے۔ کہ ہم ویلز۔ آیرلینڈ اور کوہستان اسکاٹلینڈ کے باشندوں کو ایک ہی نسل کی مختلف شاخیں کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ نسل آج کے دن بھی بڑی حد تک انگریزوں سے الگ ہے ❖

انگلستان کا رقبہ۔

پس اصل میں انگلستان جزیرۂ برطانیۂ عظمےٰ کا صرف جنوبی حصّہ ہے۔ اور اس کا رقبہ پچاس ہزار نوسو بائیس مربع میل ہے جو انتظامی اغراض کے لیئے باون اضلاع میں تقسیم کردیا گیا ہے۔ اس میں صوبۂ ویلز کے بارہ اضلاع بھی شریک ہیں۔ جن کا مجموعی رقبہ سات ہزار تین سو اٹھانوے مربع میل ہے اور یہ صوبۂ انگلستان کا مغربی گوشہ ہے۔ اس ملک کے جنوبی کنارے سے اگر ریل میں سوار ہوکر چلیں تو اٹھارہ گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد برِدک کی شمالی سرحد پر پہنچ جائیں گے۔ جو دریائے ٹوئیڈ پر واقع ہے۔ اور وہاں سے ریل ہمیں ایڈنبرا لے جائے گی۔ جو اسکاٹلینڈ کے میدانی علاقے کا صدر مقام ہے شرقاً و غرباً ہم انگلستان کے سب سے زیادہ چوڑے حصّے کو آٹھ گھنٹے کے سفر میں طے کرسکتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ رقبے میں یہ ملک کچھ بہت بڑا نہیں۔ لیکن یہی مختصر سا ملک اُن کروروں انگریزوں کا وطن ہے۔ جو آج روئے زمین

پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور انگلستان کی تاریخ ان تمام اولوالعزم انگریزوں کی تاریخ ہے جس سے معلوم ہو سکیگا کہ اس قوم نے ترقی کی کٹھن منزل میں کیسی کیسی کڑیاں جھیلیں کیا کیا غلطیاں کیں۔ جہالت اور گمراہی کے باعث کیسی کیسی مصیبتیں اٹھائیں۔ اور شجاعت اور استقلال اور زحمت کشی کی بدولت اپنی محنت کے کیسے کیسے اجر پائے *

برطانیہ کی حالت انگلستان سے پہلے۔

اگر انگریز اس ملک میں ابتدا ہی سے آباد چلے آئے ہوتے تو ممکن تھا کہ ہم کسی تمہید کے بغیر اُن کی تاریخ لکھنی شروع کر دیتے لیکن یونانیوں اور دوسرے مورخوں کی جستہ جستہ تحریرات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن نسلوں کو جنھیں آج ہم اہل ویلز۔ اہل آیرلینڈ۔ اہل کوہستان اور اہل کورنوال کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں ان جزائر میں بستے ہوئے کم سے کم دو ہزار سال کا زمانہ گذر چکا ہے۔ اور ان میں سے بعض نسلیں تو اس زمانے سے بھی بہت پہلے جبکہ اُن کے تاریخی حالات سپرد قلم ہونے شروع ہوئے۔ یہاں بود و باش رکھتی تھیں۔ بہ خلاف اس کے ڈیڑھ ہزار سال کا بھی زمانہ نہیں گذرنے پایا کہ قوم "اینگل" یا "انگل" سمندر کو عبور کر کے اوّل اوّل علاقہ "انگلن" سے یہاں آئی۔ جو بحیرۂ بالٹاک کے ساحل پر واقع تھا۔ اور قوم "جوٹ" اور قوم "سیکسن" کے ساتھ مل کر جو خود بھی اس ترک وطن میں اس کی شریک تھیں، برطانیہ کے آدھے جنوبی حصے پر قابض ہو گئی۔ اور اس سرزمین کو اپنے نام سے موسوم کیا۔ ایسی حالت میں انگلستان کے تذکرے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم انگریزوں کی آمد سے قبل برطانیہ کے مختصر سے تاریخی حالات کا ایک خاکہ پیش کریں۔

زمانۂ حجریہ قدیم کے انسان

بہت زمانہ گزرا، اور اُس کی درازی کا حال کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ سرزمین جس میں ہم اب آباد ہیں ایک سنسان ویرانہ تھی۔ اسکے بھائیں بھائیں کرتے ہوئے جنگلوں اور میدانوں میں شیر۔ چیتے۔ ریچھ۔ لکڑ بگھے۔ ہاتھی۔ دریائی گھوڑے۔ بارہ سینگے۔ اور سانبھر پھرا کرتے تھے۔ اور خدا کی بن جتی زمین کے قبضے کے لیئے وحشی انسانوں سے اُن کا مقابلہ ہوا کرتا تھا۔ جو کھردرے پتھروں کے ادھ گھڑ ہوئے کیلیے اوزاروں سے جس طرح بن پڑتا اُن کا شکار کیا کرتے تھے۔ ان

حالات کا علم بھی ہمیں اگر ہوا ہے تو اس بنا پر کہ انگلستان کے مختلف حصّوں میں یہ اوزار ہمیں قدیم غاروں اور دریاؤں کی کنکریلی تہوں میں اُن جنگلی جانوروں کی ہڈیوں کے ساتھ دبے ہوئے ملے ہیں جن کا شکار کیا گیا تھا۔ اسی طرح غاروں کے دہانے پر لکڑی کے کوئلے کا موجود ہونا بتا رہا ہے۔ کہ یہاں الاؤ جلائے جایا کرتے تھے۔ ان وحشیوں کو ہم زمانۂ حجریۂ قدیم کے انسان کہتے ہیں اور ان یادگاروں کے سوا ان کا اور کچھ حال ہم نہیں جانتے ؛

زمانۂ حجریۂ جدید کے انسان

ان کے بعد اُن انسانوں کا زمانہ آیا جو عمدہ تر اوزار استعمال کرتے تھے یہ اوزار تھے تو اب بھی پتھر کے لیکن اُن کی تراش اور صفائی پہلے سے بہت بہتر تھی۔ یہ انسان "زمانۂ حجریۂ جدید" کے انسان کہلاتے ہیں۔ اُن کی ہڈیاں اور ڈھانچ ہمیں انگلستان ویلز اور آئرلینڈ کے اکثر مقامات میں لمبے لمبے حجروں یا گڑھوں کے اندر دبے ہوئے ملتے ہیں۔ اور جہاں یہ اُستخوانی آثار دفن ہیں۔ اُن کے ساتھ ہی ترشے اور جلا دیئے ہوئے پتھر کے تیروں کے سرے۔ کلہاڑے اور کلہاڑیاں اور ہڈی کی سوئیاں اور کیلیں بھی پڑی پائی جاتی ہیں کتوں خنزیروں بھیڑوں اور بیلوں اور بکریوں کی ہڈیوں سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ زمانۂ حجریۂ جدید یعنی نئے پتھر کے دور کے یہ انسان اہلی (پالو)، جانور بھی پالتے تھے۔ اور کھردرے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑوں اور بُنی ہوئی سن اور پیال سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ وہ کوزہ گری اور پارچہ بافی کا ہنر بھی سیکھ چلے تھے۔

ان انسانوں کی کھوپریاں لمبی اور چھوٹی ہوتی تھیں۔ اور اس لحاظ سے انھیں اُس چھوٹے قد سانولے رنگ اور گھونگریالے بالوں والی قوم کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے جس کا نام باسک" یا آئبیرین" ہے۔ اور جو اب بھی اسپین کے بعض ویران کوہستانی علاقوں میں آباد ہے۔ اور بجز قوم "فن" کے جو یورپ کے بعید ترین شمالی حصّے میں بستی ہے۔ اس کی زبان دنیا کی تمام دوسری اقوام کی زبانوں سے الگ ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ زمانۂ حجریۂ جدید کے انسان ایک دور دور تک پھیلی ہوئی انسانی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ اور آئبیرین قوم کا نکاس بھی اسی نسل سے ہوا۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے ہمارے پاس خصوصیت سے یہ دلیل بھی موجود ہے کہ

ایبیرین قوم کے باپ داووں کی ہڈیاں صاف ترشے ہوئے پتھر کے اوزاروں کے
ساتھ اسپین میں بھی لمبے لمبے گڑھوں کے اندر اسی طرح گڑھی ہوئی ملتی ہیں جس طرح
برطانیہ میں دیکھی گئی ہیں۔ اور تو اور اہل آیرلینڈ اور اہل ویلز کی ادنیٰ طبقے کی آبادی میں
آج کے دن بھی ایک جماعت ایسے لوگوں کی موجود ہے جن کا قد چھوٹا ہے۔ اور
رنگ سانولا ہے۔ ہو نہ ہو یہ لوگ بھی زمانۂ حجریۂ جدید کی اسی پرانی نسل کی یادگار ہیں۔

مقبرے۔

اپنے تصور کے پردے پر جب ہم زمانۂ حجریۂ جدید کے ان
انسانوں کی زندگی کی تصویر کھینچتے ہیں تو ہمیں نظر آسکتا ہے کہ وہ
مواشی پالتے تھے۔ پتھر کے اوزار بناتے تھے اپنی ضرورت کے لائق مٹی کے
بے ڈھنگے باسن طیار کرتے تھے۔ اپنی بی بی بچوں سمیت کھوہوں میں رہتے تھے۔
اور اپنے مُردوں کو لمبے لمبے حجروں میں دفن کرتے تھے۔ جن کے بنانے کی ترکیب
یہ تھی کہ بڑے بڑے ان گھڑ پتھروں کو جوڑ کر اوپر سے مٹی دے دی جاتی تھی۔ جب
اس مٹی کو کھود کر ہٹایا جاتا ہے تو پتھر باقی رہ جاتے ہیں۔ جن کی مجموعی ہیئت پر کسی
ناتراشیدہ میز کا گمان ہوتا ہے۔ اس گول پتھریلے ڈھیر کو "کراملک" کہا جاتا ہے۔
کہ اہل ویلز کی زبان میں "کرام" سے مراد گول ہے۔ اور "لک" سے پتھر۔ مدتوں ان
مقبروں پر غلطی سے قربان گاہوں کا شبہ ہوتا رہا۔ یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ ضلع
ولٹ شایر میں بمقام اسٹون ہنج واقع میدان سالسبری اور نیز بعض دوسرے مقامات
میں پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں کے جو انوکھے کنڈل موجود ہیں۔ وہ زمانۂ حجریۂ جدید کے
انہیں انسانوں نے بنائے ہوں۔ رہی یہ بات کہ کس طرح بنائے اور کیوں بنائے
سو یہ ایک راز ہے جو کھل نہیں سکتا۔

قلطی قوم۔

زمانے نے ایک اور پلٹا کھایا۔ اور بنی نوع انسان کی ایک
دوسری نسل جس کی کھوپریوں میں کسی قدر زیادہ گولائی تھی لمبی
کھوپریوں والی نسل کے ساتھ ملنی شروع ہوئی۔ اس دوسری نسل کے انسانوں کے
ڈھانچ ہم کو گول گڑھوں کے اندر جو بالکل مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ دبے ہوئے
ملتے ہیں۔ اور ساتھ ہی کانسی اور پتھر کے اوزار بھی ان گڑھوں سے نکلتے ہیں۔
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دھات کو کام میں لانا سیکھ چلے تھے۔ بعد کے

زمانے کے بعض گڑھوں سے لوہے کے آلات بھی برآمد ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ
کانسی کی بہ نسبت لوہے کا ڈھالنا بہت مشکل ہے۔ یہ واقعہ اس بات کو ثابت
کرتا ہے کہ اب ایک اور قوم برطانیہ میں آکر آباد ہو گئی تھی۔ جو اپنے ساتھ ایک اعلیٰ تر
تہذیب لائی تھی۔ یہ امر بظاہر عجیب تو معلوم ہوگا۔ لیکن اس قوم کا سراغ لگانے
کے لیے جو "قلطی" کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ ہمیں مشرق کا رخ کرنا چاہیئے
جہاں غالباً سرزمین ایران کے آس پاس کسی خطے میں ہمیں اِن کا کھوج ملے گا۔ اور ہم
کو معلوم ہوگا کہ اس قوم کا ایک حصہ مدتوں خانہ بدوش رہ کر ترک وطن کرتا ہوا مغرب
کی طرف بڑھا۔ اور ہمارے جزیرے میں آکر آباد ہو گیا۔ اہل علم ہمیں بتاتے ہیں
کہ آریہ نسل کی ایک قوم زمانۂ تاریخ سے بہت پہلے مشرق میں نمودار ہوئی۔ اور
اس نے دو گروہوں میں منقسم ہو کر دو سمتوں میں بڑھنا شروع کیا۔ ایک گروہ ایران
اور ہندوستان پر چھا گیا۔ اور دوسرا یورپ میں پھیل گیا "آریا" بمعنی "شریف"
نہایت ہی پرانا لفظ ہے۔ اور زمانۂ قدیم میں ایران کا ایک حصہ اسی نام سے
موسوم تھا۔ اور یہی لفظ قوم آریہ کی بھی وجہ تسمیہ ہے۔ آریوں نے اوّل اوّل اپنی آبادیاں
کسی قدر بجانب مغرب بسائیں۔ رفتہ رفتہ جب اُن کی تعداد بہت بڑھ گئی تو سلسلۂ
نقلِ مکان اور زیادہ وسیع ہوتا چلا۔ اور ان کی کچھ جماعتیں مغرب کے بعید تر مقامات
میں جا جا کر آباد ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ ایک جماعت سمندر کو عبور کر کے برطانیہ
میں جا پہنچی۔ جس کے باشندوں کو بزور شمشیر فتح کر کے وہ یہاں مستقل طور پر آباد ہو گئی۔
برطانیہ کے یہ نئے فاتح قوی ہیکل اور بھورے بالوں والے تھے۔ اور جس
نسل کو انھوں نے اپنا مطیع بنایا تھا وہ پست قامت اور اُن کی بہ نسبت
ذرا سانولی تھی۔

فینقیوں کے تجارتی تعلقات سنہ ۶۰۰ قبل مسیحؑ۔

جناب مسیحؑ کی ولادت سے کوئی چھ سو سال قبل فینقی جہاز راں
آبنائے جبل الطارق کو جو اُن دنوں "ہرقلس کے مینارے"
کہلاتی تھی۔ عبور کرتے ہوئے قلعی کی تجارت کے لیے
جزائر سلی تک آیا کرتے تھے۔ یہ جزیرے کورنوال کے قریب واقع ہیں۔ اور
یونانی مصنفین نے انھیں اپنی کتابوں میں "کیسس ٹرائیڈیز" یعنی "قلعی کے

جزیرے" لکھا ہے۔ تاریخ کی روشنی قلطی قوم پر اوّل اوّل اسی زمانے میں پڑتی ہے اس کے قریباً سو سال بعد یونانی براہ خشکی مسیلیا سے آئے جو مارسیلز کا دوسرا نام ہے۔ اور اسی وقت سے ہمارے جزیرے کا نام "البیان" پڑگیا۔ آیرلینڈ "آیرن" کہلانے لگا۔ اور پورا مجمع الجزایر برطانیہ کے نام سے موسوم ہوگیا۔

جولیس سیزر کی آمد ۵۵ء قبل مسیح۔

برطانیہ کی حیثیت اب مستقل طور پر قائم ہوگئی۔ اور رفتہ رفتہ دوسری قوموں کو اس کے حالات معلوم ہوتے گئے جب کم و بیش ساڑھے تین سو سال کا زمانہ اور گزر چکا تو مشہور رومی سپہ سالار جولیس سیزر نے ۵۵ء اور ۵۴ء قبل مسیح میں برطانیہ پر چڑھائی کی۔ برطانویوں کے سردار کیسوّلانس نے مقابلے کے بعد شکست کھائی اور روما کو خراج ادا کرتے رہنے کا اقرار کیا۔ اسی سال جولیس سیزر واپس چلا گیا اور کوئی سو سال تک برطانوی ہی اس ملک پر قابض رہے۔ لیکن اس کے بعد برطانیہ کی اس قدیم قوم کی حکومت کا دوبارہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔

برطانویوں کا تمدن۔

برطانیہ کے جنوبی علاقے کے باشندے اب اچھے خاصے شائستہ ہوگئے تھے۔ وہ رتھوں پر سوار ہو کر لڑتے۔ اور برچھوں نیزوں اور گنڈاسوں سے دشمن کا مقابلہ کرتے۔ جس کا وار چمڑے اور بنی ہوئی پتلی پتلی ٹہنیوں کی ڈھال پر روکا جاتا تھا۔ وہ کپڑے کے لبادے اور قبائیں پہنتے۔ سونے چاندی کے کنگن استعمال کرتے۔ اور لکڑی اور سرکنڈوں کے جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ یہ جھونپڑے ایک دوسرے سے الگ تھلگ واقع ہوتے تھے۔ اور ان کی بنیادیں پتھر کی ہوتی تھیں۔ ہر قبیلہ ایک "ڈن" یعنی گڑھی بناتا تھا۔ جس کے گرداگرد ایک دیوار یا اونچا پشتہ کھنچا ہوا ہوتا تھا۔ تاکہ جنگ کے وقت وہ اس کے اندر پناہ لے سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بڑے شہر لندن کی ابتدا بھی انھیں قدیم گڑھیوں میں سے ایک سے ہوئی جس کا نام کتابت میں "لن ڈن" اور تلفظ میں "لن ڈن" تھا۔ "لن" جھیل کو کہتے ہیں۔ اور "ڈن" سے مراد جیسا کہ ہم ابھی ابھی بیان کرچکے ہیں۔ گڑھی یا قلعہ ہے

اِن دونوں کے ملانے سے لنڈن ہوگیا۔
یہ لوگ اناج بھی بوتے تھے۔ اور چٹانوں کی کھوہوں میں اناج کے ذخیرے جمع کر کے رکھتے تھے۔ کشتیاں بنانے کا فن بھی انھیں آتا تھا۔ اُن کی کشتیاں یا تو گتھی ہوئی پتلی پتلی ٹہنیوں سے طیار کی جاتی تھیں یا درختوں کے تنوں کو کھوکھلا کر کے بنائی جاتی تھیں۔
اندروں ملک کے باشندے اس قدر شایستہ نہ تھے۔ وہ جنگلی جانوروں کی کھالیں پہنتے دودھ اور گوشت پر اوقات بسر کرتے اور بالکل بے باک بے رحم اور کینہ ور وحشی تھے۔

مذہب۔ برطانویوں کے مذہب پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب اگرچہ شاندار تھا لیکن ساتھ ہی ڈراؤنا بھی تھا۔ اُن کے کاہن جن کا لقب "ڈروئیڈ" تھا۔ بعض پوشیدہ عقاید رکھتے تھے۔ جن کی حقیقت بجز اُن کے اور کوئی نہ جانتا تھا۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مردوں اور عورتوں کی بھینٹ بھی دیا کرتے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر اہل برطانیہ فطرت کی پرستش کرتے تھے اور ندیوں جنگلوں اور پہاڑوں کی روحوں کو پوجتے تھے۔ شاہ بلوط کا درخت "مسلٹو" کی اُس بیل کے ساتھ جو اس درخت پر چڑھی ہوئی نظر آتی ہے ان کے نزدیک خدا کی علامت تھا۔ عبادت کرنے کے لیئے وہ غاروں کے اندر اور گھنے جنگلوں کے بیچوں بیچ جمع ہوا کرتے تھے۔

اہل روما کا برطانیہ پر تسلط ۴۳ء۔ برطانوی قوم اس حالت میں زندگی بسر کر رہی تھی کہ رومیوں نے دوسری مرتبہ ۴۳ء میں اپنے بادشاہ کلوڈیوس کے زیر کمان جزیرۂ برطانیہ پر حملہ کر کے اس کے جنوبی حصے پر قبضہ کرلیا۔ برطانویوں نے کئی سال تک حملہ آوروں کا جم کر مقابلہ کیا اور رومیوں کو جنگلوں اور دلدلوں میں رگیدتے پھرے سات سال تک اس کشمکش کا سلسلہ یوں ہی جاری رہا۔ اور فتح کا پلہ کسی فریق کی طرف جھکتا نظر نہ آیا۔ آخر مشہور برطانوی سردار کے رک ٹےکس نے شکست کھائی۔ اور قیدی بنا کر روما بھیج دیا گیا۔

کے رک لے ٹکس

جب رومیوں کے قدم ایک مرتبہ جم چکے تو وہ برابر آگے بڑھتے ہوئے چلے گئے۔ یہاں تک کہ چند سال میں ان کی فاتحانہ پیش قدمی جزیرۂ اینگلسی تک پہنچ گئی جو اُس زمانے میں "مونا" کے نام سے موسوم تھا۔ یہاں ڈرو ئیڈوں کی بہت بڑی قوت تھی۔ جسے رومیوں نے تباہ کر دیا۔ اور ڈرو ئیڈوں کا قتل عام وقوع میں آیا۔ لیکن اس معرکے میں قریب تھا۔ کہ سارا ملک ہی رومیوں کے ہاتھ سے نکل جائے۔ اس لیئے کہ ایک برطانوی سردار کی بیوی بوڈیسیا

بوڈیسیا ۶۱ئہ۔

نے انگلستان کے مشرقی علاقے کی آبادی میں رومیوں کے خلاف ایک آگ سی لگا دی اور اُن کا نہایت سختی سے مقابلہ کیا گیا۔ لنڈن جو اس وقت ایک کھلا ہوا بے پناہ شہر تھا۔ جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا گیا رومیوں کے دانت کھٹے ہو ہو گئے۔ اور بڑی مشکلوں میں پالا انکے ہاتھ رہا۔ ملکہ بوڈیسیا نے اسیری کی ذلت پر موت کو ترجیح دی۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس ذلت سے بچنے کے لیئے وہ زہر کھا کر مر گئی۔

رومیوں کی سہ صد سالہ حکومت

اس کے بعد رومیوں نے برطانویوں پر کوئی تین صدی تک حکومت کی۔ اور اُن کا انداز حکمرانی ویسا ہی تھا جیسا ہندوستان میں آج کل انگریزوں کا ہے انھوں نے عمدہ قوانین بنائے اور پختہ سڑکیں طیار کیں جو آج کے دن تک موجود ہیں۔ اُن میں سے ایک سڑک جو "واٹلنگ اسٹریٹ" کہلاتی تھی۔ (دیکھو نقشہ نمبر ۲) لندن میں سے گزرتی ہوئی ڈوور کو چسٹر سے ملاتی تھی۔ رومیوں نے اپنے عہد میں مکانات، کوٹھیاں، حمام اور تھیٹر بھی بنوائے اور ملک کے مختلف حصّوں میں بڑے بڑے شہر مثلاً یارک۔ لنکن اور چسٹر تعمیر کیئے۔ آج کے دن بھی ان میں سے کئی شہر ایسے موجود ہیں جن کے نام کا آخری حصہ ان کی اصلیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ مثلاً ڈان کیسٹر۔ لی سسٹر (جس کا تلفظ لیسٹر ہے) اور مانچسٹر ہی کو دیکھو۔ ان کے آخر میں جو لفظ کیسٹر یا سسٹر آتا ہے یہ دراصل لاطینی لفظ کیسٹرا ہے۔ جس کے معنی پڑاؤ یا مستحکم مقام کے ہیں۔ رومیوں نے جنگل کٹوا کر صاف کرائے اور لوگوں کو اناج کی کاشت کی ترغیب دلائی۔ اور اس طور پر برطانیہ

نے زراعت میں اس قدر ترقی کی کہ اس کا نام "شمال کا خرمن" پڑ گیا۔ انھوں نے بہت سے نئے میووں کے درخت بھی یہاں دوسری سرزمینوں سے لا کر لگائے۔ کانوں میں سے دھاتیں نکالنے کا فن رائج کیا اور برطانویوں کو تہذیب و تمدن کی بہت سی باتیں سکھائیں۔ یہی زمانہ ہے جب کہ دین مسیحی کے داعی پہلی مرتبہ اس جزیرے میں پہنچے اور رومیوں اور برطانویوں نے دین عیسوی قبول کیا۔

رومی رخصت ہونے لگے ۴۰۰ء

رومیوں کی سڑکیں رومی کوٹھیوں کے پختہ فرش اور رومی دیواریں اگرچہ آج کے دن تک باقی ہیں۔ لیکن برطانویوں پر رومیوں کا اثر کچھ زیادہ دیرپا ثابت نہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ کی حیثیت روما کے مفتوح صوبے سے زیادہ نہ تھی۔ باشندگانِ برطانیہ اگرچہ اپنے فاتحوں کے زیر سایہ آرام سے زندگی گزارتے تھے۔ عادات واطوار میں اُن کی تقلید کرتے تھے لاطینی زبان جو حکومت کی زبان تھی بولتے تھے۔ اور بیرونی دشمنوں کے مقابلے میں رومیوں کی جماعت پر بھروسہ کرتے تھے۔ لیکن یہ سب دکھاوے کی باتیں تھیں دل میں اگر انھیں محبت تھی تو اپنے قومی قوانین سے اور اگر حقیقت میں انھیں لگاؤ تھا۔ تو خود اپنے ہی ملکی سرداروں سے۔ اسی لیے جب ۴۱۰ء میں خود سلطنت روما دشمنوں سے گھر گئی۔ اور رومیوں نے اپنی خانگی پریشانیوں سے مجبور ہو کر برطانیہ کے جنوبی علاقے سے فوجیں رفتہ رفتہ ہٹانی شروع کیں تو برطانویوں کو حق تھا کہ رومیوں کی اس جدائی پر خوش ہوں۔ لیکن مشکل یہ آن پڑی تھی کہ رومیوں کی مدد کے بغیر وہ اپنے وحشی قلطی نسل کے ہمسایوں سے جو برطانیہ کے شمال میں بستے تھے۔ اپنی حفاظت کرنے کے قابل نہ تھے۔

پکٹ اور اسکاٹ

یہ ہمسائے "پکٹ" اور "اسکاٹ" تھے۔ پکٹ دراصل کیلیڈونیا کے رہنے والے تھے۔ اور اسکاٹ اوّل اوّل آئرلینڈ سے آئے تھے۔ اور اسکاٹلینڈ آگے چل کر انہیں کے نام سے موسوم ہو گیا۔ دونوں قومیں وحشی اور جنگجو تھیں۔ خود رومی بھی محض اپنی مضبوط اور سنگین دیواروں کی بدولت اُن کے حملوں اور غارت گری سے بچ سکے۔ اس قسم کی سب سے زیادہ مشہور دیوار شاہ ہادریاں کی فصیل ہے۔ جو سالوے کی کھاڑی سے دریائے ٹین

کے دہانے تک چلی گئی ہے۔ اور آج بھی اس کے بعض حصّے جوں کے توں کھڑے ہیں رومی برطانیہ سے رخصت ہوئے ہی تھے۔ کہ پکٹ اور اسکاٹ دیواروں کے اندر گھس آئے۔ اور جنوبی علاقے کے برطانویوں پر ٹوٹ پڑے جنھیں اپنی جان بچانی مشکل ہو گئی۔ اس لیے کہ کوئی برطانوی فوجی جمعیت ایسی موجود نہ تھی جو شمالی حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکے۔ جو جمعیت تھی بھی اسے رومیوں نے معمول کے موافق رومی سپاہ میں شریک کر کے بیرونی دشمنوں کے مقابلے کے لیے ملک سے باہر بھیج رکھا تھا۔ اس مصیبت کیوقت

رومی برطانیہ کو چھوڑ کر چلے گئے ۴۱۰ء۔

میں برطانویوں نے روما سے امداد طلب کی۔ اور ایک رومی فوج نے آ کر پکٹ اور اسکاٹ حملہ آوروں کو مار بھگایا۔ لیکن اس کے بعد ۴۱۰ء میں رومی برطانیہ سے بالکل ہی چلے گئے اور برطانویوں کو اُن کے حال پر چھوڑتے گئے۔

یہاں سے انگلستان کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ برطانویوں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنی مدد کے لیے ایک ایسی قوم کو بلا بھیجا جو اُن کے ساحلوں کے گرد منڈلاتی پھرتی تھی۔ لیکن یہ قوم اُن کے حق میں اور بھی زیادہ خوفناک دشمن ثابت ہوئی۔ یہی قوم موجودہ انگریزوں کی مورث اعلیٰ ہے۔ جس نے انگریزی قوم کی بنیاد رکھی۔ اور اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ اس قوم کے لوگ کہاں سے آئے اور کس طرح آئے۔
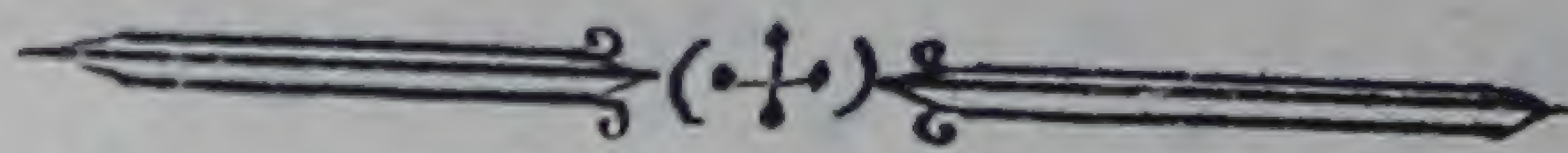
دوسرا باب
انگریز انگلستان میں کس طرح آئے

سیکسن بحری قزاق چوتھی صدی

برطانیہ میں رومی حکومت کا آخری سوسوا سو سال کا زمانہ بحری قزاقوں کی آئے دن کی دستبرد کے باعث بڑی پریشانی سے کٹا۔ سمندر کے یہ ڈاکو جو دریائے الب کے ساحلی علاقے میں بود و باش رکھتے تھے۔ بڑی بڑی چوڑے پیندے والی کشتیوں میں سوار ہو کر سمندر میں سے ہوتے ہوئے آتے تھے۔ اور فرانس کے شمالی اور برطانیہ کے جنوبی و مشرقی ساحلوں پر چھاپے مار کر مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرنے کے علاوہ اور جو کچھ لوٹ کا مال ملتا تھا ہتھیا لے جاتے تھے۔ سیکسن نسل کے یہ من چلے لٹیرے ایسے تندخو اور ظالم تھے کہ ان کی مار دھاڑ سے بچنے کے لئے رومیوں کو دریائے ہمبر سے لے کر وکٹس یعنی جزیرۂ وائٹ تک ساحل کے گرداگرد مضبوط قلعے تعمیر کرنے پڑے۔ اور ایک افسر جس کا لقب "سیکسن ساحل کا سردار" تھا خاص طور پر ساحل کی حفاظت کی نگرانی کے لئے مقرر کیا گیا۔

ٹیوٹن نسل کی اصل۔

ان حملہ آوروں کا تعلق ٹیوٹن یا تیوتانی نسل سے تھا جو قلطی نسل سے بالکل مختلف تھی۔ گو کہ دونوں نسلیں ابتدائً مشرق ہی کی طرف سے آئی تھیں۔ اور ان دونوں کی اصل ایک تھی۔ اول اول جب تاریخ میں ہم اُن کا نام سنتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح صدہا سال پہلے قلطی مشرق سے مغرب کی طرف آئے تھے اسی طرح یہ بھی بتدریج مغربی سمت میں بڑھتے ہوئے یورپ میں پھیل گئے۔ اور جس طرح قلطیوں نے یورپ میں پہنچ کر اس نسل کو جو پیشتر سے یہاں آباد تھی اس کے جنم بھوم سے نکال باہر کیا تھا۔ اسی طرح ان تیوتنوں نے اب قلطیوں کو جرمنی کے میدانوں سے جنوبی سمت میں اُس حد تک دھکیل دیا۔ جس سے آگے رومن مداخلت مزید پیش قدمی کے مانع تھی۔
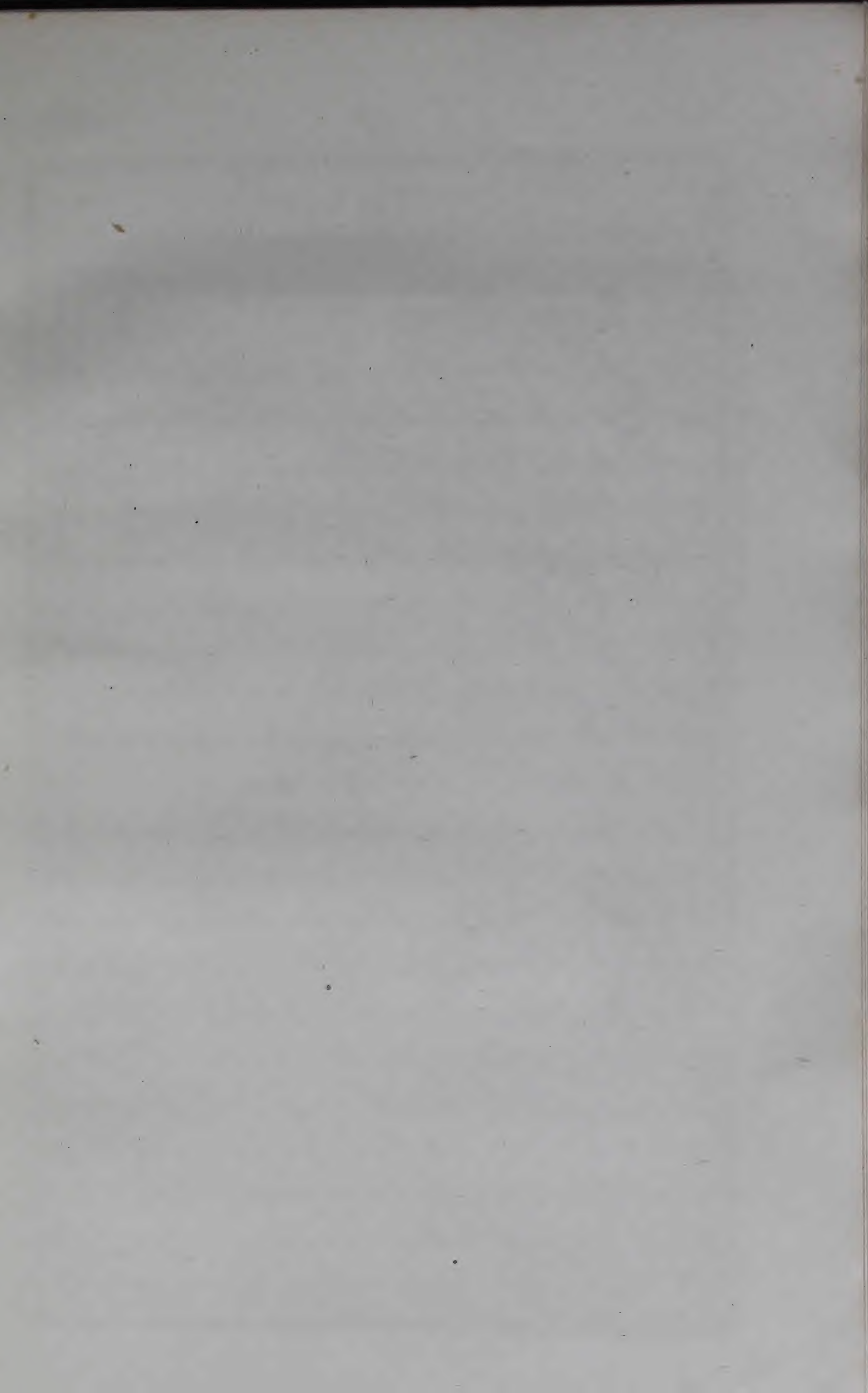
اس کے بعد انھوں نے شمال کی طرف اس علاقے میں بڑھنا شروع کیا۔ جو دریائے ویسر اور دریائے الب کے درمیان واقع ہے یہاں تک کہ جٹلینڈ۔ سویڈن اور ناروے میں ان کا عمل دخل ہو گیا۔ اب اُن کی ایک طرف تو بحیرۂ بالٹک تھا۔ اور دوسری طرف بحر شمالی۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بے باک بحری قزاق ہو گئے۔ جٹلینڈ اور جرمنی کے ساحلوں سے اپنے چوڑے پیندے والے جہازوں میں سوار ہو کر جن کے کھینے میں کم از کم پچاس چپو کام میں لائے جاتے تھے۔ وہ فرانس کے بارونق ساحلوں اور نیز برطانیہ کے ساحلوں پر جو کچھ کم شاداب نہ تھے لوٹ مار مچایا کرتے تھے۔

قوم جوٹ کی انگلستان آمد ۴۴۹ء

جب تک رومی حکومت جزیرہ برطانیہ میں قائم رہی۔ انکے لیے جزیرے میں قدم جمانا مشکل تھا۔ اور رومی افواج کے رخصت ہو جانے کے بعد بھی اہل برطانیہ کم و بیش چالیس سال تک انکا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کرتے رہے۔ لیکن یہ روگ برطانویوں کے بس کا نہ تھا خشکی کی طرف سے پکٹ اور اسکاٹ اُن پر رہ رہ کر حملہ آور ہوتے تھے۔ اور تری کی جانب سے ان سیکسن لٹیروں نے اُن کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ایسی حالت میں برطانویوں نے اپنی خیریت اسی میں دیکھی کہ ایک دشمن کو دوسرے سے لڑا دیا جائے۔ چنانچہ ۴۴۹ء میں ایک برطانوی سردار واٹیجرن نامی نے بحری لٹیروں کے دو سرداروں کو جن کا نام ہینجسٹ اور ہارسا تھا۔ بلاوا بھیجا کہ آ کر کینٹ کی شمالی جانب جزیرۂ تھینٹ میں آباد ہو جائیں۔ اور اُس کی طرف سے پکٹ غارت گروں کا مقابلہ کریں۔ جوٹ قوم کے ان سرداروں نے یہ دعوت قبول کر لی۔ لیکن برطانویوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کے یہ حلیف انہیں کے حریف بن جائیں گے۔ پکٹوں کو نیچا دکھانے کی دیر تھی کہ جوٹوں نے خود برطانویوں پر دھاوا بول دیا۔ پہلی لڑائی میں ہارسا تو مارا گیا۔ لیکن ہینجسٹ کی سرکردگی میں جوٹ برابر مقابلے پر ڈٹے رہے۔ اور تیس سال تک سلسلۂ جنگ قائم رکھنے کے بعد اس کے بیٹے ایرک نے مشرقی کینٹ اور مغربی کینٹ کے نام سے دو چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کر لیں (دیکھو نقشہ نمبر ۱)۔ اُن حکومتوں میں سب سے بڑا شہر کنٹربری یا کنٹ نمبر ۱

سیکسنوں کی آمد ۴۴۹ء

تھا۔ یہ وہی شہر ہے جسے ہم آج کنٹربری کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے گویا جوٹ انگریزوں کے پہلے آباد واجداد تھے۔ جو اس ملک میں آکر آباد ہوئے۔ اس اثناء میں دوسرے بحری ڈاکوؤں کے جہاز جو اپنا سے انگلستان میں چکر لگایا کرتے تھے۔ ہر سال واپسی پر اپنے اہل وطن کو یہ خبریں جا جا کر سناتے رہے۔ کہ ایک بڑا اچھا ملک موجود ہے جو بزور شمشیر فتح کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ۴۷۷ء میں سیکسن کہ وہ بھی مقابل والے ساحلی علاقے میں دریائے الب اور دریائے ویسر کے درمیان آباد تھے۔ اپنے دو سرداروں ایلی اور سِتِسا کی سرکردگی میں ایک بحری مہم لئے ہوئے برطانیہ پر چڑھ دوڑے اور برطانیہ کے جنوبی ساحل پر رومن شہر ریگنم کے قریب لنگر انداز ہوئے۔ یہ شہر سِتِسا کے نام سے منسوب ہو کر سِسن سیاسٹر کہلایا۔ اور بعد میں چچیسٹر کے نام سے مشہور ہوا۔ بدیسی مددگاروں کو بلانے کا تلخ تجربہ برطانویوں کو بہت پہلے سے ہو چکا تھا۔

برطانویوں کے ساتھ جدوجہد

اور وہ سخت پچھتاتے تھے کہ کیوں انھوں نے اس غیر ملکی بلا کو خود بلا کر گلے لگایا۔ مگر اب پچھتانے سے کیا ہوتا تھا۔ ان نئے حملہ آوروں کے سامنے جو آتا تھا اسے یا تو وہ خاک و خون میں ملا دیتے تھے۔ یا مار بھگاتے تھے۔ چنانچہ جب سِتِسا نے شہر انڈریڈا پر قبضہ کیا۔ جو اُس مقام پر واقع تھا۔ جہاں آج کل پیونسی کی بستی ہے تو اُس نے ایک برطانوی کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ سیکسن نہایت آہستہ آہستہ پیش قدمی کرتے تھے۔ اس لئے کہ اوّل تو تمام علاقے میں گھنے جنگل چھائے ہوئے تھے۔ اور جا بجا دلدلیں تھیں۔ دوسرے برطانوی جان توڑ کر انکا مقابلہ کرتے تھے ۵۲۰ء میں برطانوی بادشاہ آرتھر نے جسکی نسبت گول میز کے سورماؤں کے افسانے مشہور ہیں۔ مغربی سیکسنوں کو ایسی فاش شکست دی کہ کئی سال کیلئے اُنکی پیش قدمی رک گئی۔

سیکسن نوآبادیاں۔

لیکن برطانویوں کی آزادی صرف چند دنوں کی مہمان تھی اُن میں باہمی اتفاق نہ تھا۔ وہ آپس ہی میں کٹے مرتے تھے ایسی حالت میں کس طرح ممکن تھا کہ وہ اُن تازہ دم دستوں سے بازی لے جا سکیں جو ہر سال حملہ آوروں کو کمک پہنچانے کے لئے سمندروں کی طرف سے اپنے بال بچوں اور مویشیوں سمیت آتے تھے۔ اور جہاں کہیں زمین کا کوئی نیا ٹکڑا پاتے تھے اس میں

نئی بستیاں بساکر مضبوطی سے پاؤں جما لیتے تھے۔ یہ سچ ہے کہ برطانیہ کے جنوبی حصے پر قبضہ کرنے میں انھیں ساٹھ سال کی طویل مدّت صرف کرنی پڑی تھی۔ لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ اس مدّت کے ختم ہونے پر انھوں نے ساؤتھ سیکسنس (سیکسنوں کی جنوبی ریاست)، یا سسکس۔ ویسٹ سیکسنس (سیکسنوں کی مغربی ریاست)، یا ویسکس ایسٹ سکسنس (سکسنوں کی شرقی ریاست) یا ایسکس اور مڈل سیکسنس (سیکسنوں کی وسطی ریاست)، یا مڈل سیکس کی چار حکومتیں قائم کرلیں۔ اور برطانوی اس سرزمین سے بجانبِ مغرب اُس علاقے کی طرف دھکیل دیئے گئے۔ جو اب سامرسٹ ڈیون اور کورنوال کے نام سے مشہور ہے۔

قوم اینگل کی نوآبادیاں۔ اسی کے ساتھ ساتھ ایک اور قوم جو "اینگل" کہلاتی تھی کثیر تعداد میں آآکر برطانیہ کے شمال ومشرق میں آباد ہوتی جاتی تھی۔ یہ لوگ علاقہ اینگلن کے رہنے والے تھے۔ جو دریائے ایڈر کے شمال کی طرف ملک سلیسوگ (جرمنی) میں واقع تھا۔ ان کے حالات ہمارے لیئے خاص طور پر دلچسپ ہیں۔ اول تو اس لیئے کہ یہ ساری قوم اپنا بوریا بدھنا اُٹھاکر اپنے ملک سے رخصت ہوگئی۔ اور برطانیہ میں آبسی۔ دوسرے اس لیئے کہ اسی قوم نے انگریزوں کو اینگل یا انگل کا نام دیا۔ اور یہ ملک انگلینڈ کہلایا۔

نارتھمبریا ۶۰۳ء۔ ہمیں صحیح طور پر اس بات کا تو علم نہیں کہ یہ لوگ اوّل اوّل کب آکر برطانیہ کے ساحلوں پر اُترے لیکن اتنا ہم جانتے ہیں کہ اُن کی ایک جماعت اپنی کشتیوں میں سوار دریائے ہمبر کی موجوں کو قطع کرتی ہوئی اندرون ملک میں چلی آئی۔ اور اس نے ایک حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جس کا نام ڈیرا تھا۔ پھر ۵۴۷ء میں ایک اور جمعیت پچاس کشتیوں میں سوار ہوکر اپنے ایک سردار کے ماتحت جس کا نام آیڈا اور لقب "شعلہ بردار" تھا۔ اینگلن سے روانہ ہوئی اور شمال کی طرف اور آگے بڑھ کر اس نے برنیشیا کی حکومت قائم کی پچاس سال یا اس سے زاید مدت کی کشمکش کے بعد برنیشیا اور ڈیرا کی حکومتیں ۶۰۳ء میں متحد ہوگئیں اور نئی متحدہ حکومت نارتھمبرلینڈ کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہ حکومت دریائے ہمبر سے لے کر فرتھ آف فورتھ (فورتھ کی کھاڑی) تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس واقعے سے

اس بات کا پتہ چل سکتا ہے کہ کیوں اسکاٹلینڈ کے میدانی علاقے کے باشندے ٹیوٹن ہیں۔ اور کوہستانی علاقے کے بسنے والے غالطی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اینگلوں نے غالطیوں کو کوہستانی علاقہ میں مار بھگایا۔ اور میدانی علاقے پر خود قابض ہو گئے۔ شہر ایڈنبرا کا نام بھی جو اس زمانے میں ایڈونیسبرا تھا۔ بعد کے ایک اینگل بادشاہ ایڈوائن یا ایڈون کا رکھا ہوا ہے۔

ایسٹ اینگلیا اور مرشیا اس اثنا میں اینگل قوم کی کچھ اور جماعتیں دریائے ہمبر کے جنوب میں اپنی نوآبادیاں قائم کر رہی تھیں۔ چنانچہ نارتھ فوک" (اہل شمال) اور ساوتھ فوک" (اہل جنوب) اُن اضلاع میں آباد ہو گئے جو ابھی تک اُن کے نام سے موسوم ہیں۔ انھوں نے ایسٹ اینگلیا کی حکومت قائم کرلی۔ دیکھو نقشہ نمبر ا)۔ کچھ اینگل انگلستان کے وسطی علاقے میں بڑھتے ہوئے اُن اضلاع تک پہنچ گئے جنھیں آج کل "مڈلینڈ کاؤنٹیز" (اضلاع متوسط) کہا جاتا ہے۔ بیچ والے علاقے کے یہ اینگل مارچ میں" یعنی سرحدی قبائل کہلاتے تھے۔ اس لیئے کہ وہ اُس علاقے کی سرحد پر آباد تھے۔ جو ابھی تک برطانویوں کے قبضے میں تھا۔ اسی مناسبت سے انکا علاقہ "مارچ لینڈ" (سرحدی علاقہ) یا مرشیا" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

ویلش اور انگلش۔ غرض چھٹی صدی کے خاتمے پر رومیوں کے چلے جانے کے دو سو سال بعد صورت حالات یہ تھی کہ برطانویوں کو تازہ وارد اقوام کی دست برد نے انگلستان کے مغرب کی طرف مار ہٹایا تھا۔ اور اب وہ جنوب کی طرف ڈیون شایر۔ اور کورنوال دیا مغربی ویلز) میں۔ مغرب کی طرف شمالی ویلز کے پہاڑوں میں اور شمال کی طرف کمبرلینڈ۔ ویسٹ مورلینڈ۔ اور لنکاشایر میں جو اُن دنوں "اسٹرتھ کلائیڈ" کہلاتا تھا سر چھپانے پر مجبور تھے۔ اسی زمانے میں وہ "ویلش" کے نام سے بھی پکارے جانے لگے۔ کیونکہ اینگل اس نام سے اُن اجنبیوں اور پردیسیوں کو پکارتے تھے جنکی بولی اُن کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ ملک کے باقی تمام حصے پر جوٹ اینگل اور سیکسن قابض تھے۔ جنھیں ویلش تو سیکسن ہی کے عام نام سے پکارتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ ایک متحد قوم ہو جانے کے بعد وہ بعض دفعہ تو انگلو سیکسن کہلاتے تھے۔ اور عام طور پر اپنے آپ کو

آپس میں "انگلش" کہتے تھے۔ ابنائے انگلستان سے لیکر خلیج فورتھ تک جزیرے کے

ریاست ہائے ہفت گانہ اس ترکیب کے مفہوم کی غلطی۔

تمام مشرقی حصے میں ان کا عمل دخل تھا۔ جو ذیل کی سات بڑی حکومتوں میں منقسم تھا۔ کینٹ پر جوٹ قابض تھے سیکس ویکس اور ایکس کے مالک سیکسن تھے۔ نارتھمبریا۔ ایسٹ انگلیا اور مرشیا پر اینگل حکمران تھے۔ یہ سات حکومتیں بعض دفعہ ہپٹارکی "اور ریاستہائے ہفت گانہ" کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں۔ لیکن ہمیں یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ حکومتوں کے موجودہ مفہوم کے لحاظ سے یہ علاقے کسی مقررہ ضابطے کے پابند تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ انگلو سیکسن قوم ایک آزاد قوم تھی۔ جو علیحدہ علیحدہ جتھوں میں اپنی پسند کے سرداروں کے ہمراہ آئی تھی۔ اور ہر گروہ کی یہی خواہش تھی کہ جو علاقہ جس کے ہاتھ آجائے وہ اس پر قبضہ جما بیٹھے۔ جب تک برطانیوں سے مقابلہ رہا ان کے جتھوں میں ایکا رہا۔ لیکن جب اُدھر سے یکسوئی ہوئی تو یہ جماعتیں آپس میں لڑنے لگتی تھیں۔ اور ہر ایک فریق کی یہی غرض و غایت ہوتی تھی کہ وہی سب پر بھاری رہے۔ چنانچہ انگریزوں کے ایک قوم ہونے سے پہلے یہ مختلف حکومتیں بار بار بگڑتی اور نئے سرے سے بنتی رہیں۔

قدیم زمانے کے انگریزی گاؤں

اس زمانے کے تاریخی حالات سمجھنے کے لیئے ہمیں اپنے پردۂ نگاہ پر ایک اجاڑ ملک کا نقشہ کھینچنا چاہیئے۔ جس میں گھنے جنگل کھڑے ہوں۔ بڑی بڑی دلدلیں پھیلی ہوئی ہوں۔ اور میدانوں میں زمین ویران و غیر آباد پڑی ہو۔ زیادہ تر آباد حصوں میں رومیوں کے عہد کی سڑکیں ابھی تک موجود تھیں۔ لیکن مغربی علاقے میں سڑکوں کے قائم مقام صرف وہ تنگ اور دشوار گزار درے تھے۔ جو پہاڑوں میں سے گذرتے تھے کہ برطانویوں نے بھاگ کر یہیں پناہ لی تھی۔ ملک کے مشرقی حصے میں سپاٹ میدانوں پر یا نشیب و فراز والی زمین پر کہیں کہیں کسی انگریزی قبیلے کے گاؤں بسے ہوئے نظر آجاتے تھے۔ جن کے گرداگرد کچھ کھیتی باڑی ہوتی تھی۔ شہروں میں جنھیں رومیوں نے آباد کیا تھا بہت کم لوگ بود و باش رکھتے تھے۔ اور وہ اُجڑتے جاتے تھے۔

رئیس اور رعیت۔

گاؤں کے باشندے اکھڑ اور قوی ہیکل آزاد لوگ تھے۔ جنھوں نے سمندر کی زندگی چھوڑ کر دیہاتی زندگی نئی نئی اختیار کی تھی۔ سب سے بڑا مکان "ایتھلنگ" یا "آرل" (رئیس) کا ہوتا تھا جو کسی شریف تر گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اور دوسروں کی بہ نسبت زیادہ اثاثہ والا ہوتا تھا۔ لیکن "کارل" یا زمیندار بھی ایک خاص حیثیت رکھتے تھے۔ یہ طبقہ کمتر درجے کے آزاد اشخاص کا تھا۔ جن میں سے ہر ایک صاحبِ جائداد ہوتا تھا۔ یعنی اپنے مکان کا مالک آپ ہوتا تھا۔ جسے وہ اپنی مملوکہ زمین پر جو کاشت کے لیے اسے بحصّہ رسدی دی جاتی تھی۔ تعمیر کرتا تھا۔ ایک طبقہ ایسے لوگوں کا بھی تھا جو مالکانِ اراضی تو نہ تھے۔ لیکن باقی ہر حیثیت سے آزاد تھے۔ یہ "لیٹ" (خوش باش) کہلاتے تھے۔ ان کے علاوہ ایک بہت بڑا گروہ غلاموں کا بھی تھا۔ یہ غلام یا تو مفتوح برطانوی تھے یا وہ اشخاص تھے جو اپنی آزادی بیچ یا کھو بیٹھے تھے۔ ان غلاموں کے آقاؤں کو حق تھا کہ اُنھیں یا تو خود ملک کے اندر یا غیر ملک میں کسی کے ہاتھ فروخت کر ڈالیں۔ لیکن بحالتِ مجموعی آبادی کا بیشتر حصّہ آزاد اشخاص سے مرکب تھا۔ جو اپنے مکانوں اور زمینوں کے مالک تھے۔ اور گاؤں کی "موٹ" یعنی

خوش باش اور غلام۔

گاؤں کی پنچایت

پنچایت میں رائے دینے کا حق رکھتے تھے۔ پنچایت کا اجلاس ایک مقدس درخت کے نیچے منعقد ہوتا تھا۔ اور اسکے سائے میں لوگوں کے جھگڑے چکائے جاتے تھے۔ اور زمین تقسیم کی جاتی تھی۔ جس شخص سے کوئی جرم سرزد ہوتا تھا اس کے مقدمے کی سماعت اُس کے برابر والے کرتے تھے۔ اور اگر کچھ معتبر لوگ قسم کھاتے تھے کہ وہ بے خطا ہے تو وہ بری کر دیا جاتا تھا۔ یہ طریقہ حلفی ضمانت کہلاتا تھا۔ اگر اس طور سے اُس کی برات ممکن نہ ہوتی تو اس کے لیئے غیبی آزمائش کا چارۂ کار موجود تھا۔ جس کی شکل یہ تھی کہ وہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر جلتے ہوئے سرخ لوہے پر ننگے پاؤں چلتا تھا۔ یا کھولتے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈبو دیتا تھا۔ اگر اسے کوئی گزند نہ پہنچتا تو اعلان کر دیا جاتا تھا کہ وہ بے گناہ ہے۔

حلفی ضمانت اور غیبی آزمائش

سینگڑے

ہر گاؤں یا بستی کے گرد اگرد ایک بے ڈھنگی سی باڑھ ہوتی تھی جسے "ٹن" کہتے تھے۔ اور اس کے اور دوسری باڑھ کے درمیان غیر آباد زمین کا ایک سرحدی ٹکڑا حائل ہوتا تھا جس پر کسی کو ملکیت کا حق حاصل نہ تھا۔ اگر کوئی اجنبی اس سرحد سے گذرتا تھا تو ایک سنکھ بجا دیتا تھا۔ ورنہ ہر شخص مجاز تھا کہ اسے جان سے مار ڈالے۔ سو سو بستیوں کو ملا کر متعدد حلقے قائم کیے گئے تھے۔ اور یہ حلقے "سینگڑے" کہلاتے تھے۔ لوگوں کو جب جنگ کے لیے یا کسی اہم مسئلے کے تصفیے کی غرض سے جمع ہونے کی ضرورت پیش آتی تھی تو ہر گاؤں سے کچھ آزاد اشخاص مل کر "فوک موٹ" یا قبیلے کی بڑی مجلس منعقد کرتے تھے

مجلس قبائل اور مجلس دانش مندان

جس میں قوم کا سرپنچ منتخب ہوتا تھا۔ سرپنچ کا انتخاب رؤسا میں سے ہوتا تھا۔ اور اس کا کام یہ تھا کہ اپنی قوم کو جنگ کے لیے تیار کر کے دشمن کے مقابلہ میں لیجائے۔ "یا وٹن جماٹ" (دانش مندوں کی مجلس) میں اس کی نمایندگی کرے۔ جہاں قانون بنائے جاتے تھے۔ اور صلح یا جنگ کے فیصلے کیے جاتے تھے۔ برطانیہ میں انگریزوں کے آنے سے پہلے ہر گروہ اپنے اپنے قبیلے کے سرپنچ کا محکوم ہوتا تھا۔ لیکن اب انھیں ایک غیر قوم کے مقابلے میں باہمی اتحاد پر مجبور ہونا پڑا۔ اس لیے انھیں ایک بڑے سردار کے انتخاب کی ضرورت پیش آئی جو بمنزلہ بادشاہ کے تھا۔ اور تمام دوسرے گروہوں کے سرداروں سے رتبہ میں بڑا تھا۔ لیکن اگرچہ بادشاہ کے پاس چیدہ چیدہ جنگ آزما بہادروں کا ایک دستہ موجود تھا جسے "تھین" (جمعیت رکاب) کہتے تھے۔ پھر بھی مجلس دانشمندان کی منظوری اور تمام قوم کی رضامندی کے بغیر وہ کچھ نہ کرسکتا تھا یہاں تک کہ اُسے اپنے ولی عہد کے نامزد کرنے کا بھی اختیار حاصل نہ تھا۔ ہر بادشاہ بذریعۂ انتخاب مقرر ہوتا تھا۔ اگرچہ عام دستور یہی تھا کہ بادشاہ ایک ہی خاندان سے منتخب کیے جائیں۔ اس لیے کہ۔ لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ خاص خاص خاندان اُن کے لڑائی کے دیوتا ووڈن کی نسل سے ہیں۔

بت پرستی

حقیقت یہ ہے کہ اینگل قوم جس کا ہم ذکر کرتے چلے آرہے ہیں

ابھی تک بت پرست تھی۔ اور اگرچہ برطانوی جنھیں اس نے بزور شمشیر مطیع کرلیا تھا۔
مسیحی مذہب رکھتے تھے۔ پھر بھی اُن سے اس نے کچھ نہ سیکھا۔ ہمارے دنوں
کے نام ابھی تک ہمارے دلوں میں ہمارے آبا و اجداد کے دیوتاؤں کی یاد تازہ
کرتے ہیں "ویڈنسڈے" (چہارشنبہ) اصل میں "ووڈنس ڈے" (ووڈن کا دن) ہے۔
"تھرسڈے" (پنجشنبہ) تھار کا دن ہے۔ جو گرج کا دیوتا تھا۔ "فرائڈے" (جمعہ)
فریا کا دن ہے۔ جو امن و صلح اور پھلنے پھولنے کی دیوی ہے۔ ایاسٹر موسم
بہار کی دیوی ہے۔ اور ہمارا جشن ایسٹر اسی کے نام سے موسوم ہے۔ ان
خاص خاص دیوتاؤں اور دیویوں کے علاوہ یہ لوگ پانی کی پریتیوں۔ جنگل کے بھوتوں۔
زمین اور ہوا میں بسنے والی روحوں۔ دیوتاؤں کے درجے تک پہنچے ہوئے
قومی بہادروں اور جادوگرنیوں کو بھی مانتے تھے۔ لیکن قدیم زمانہ کے ان انگریزوں
کا اصلی و حقیقی مذہب ان اوہام کی پرستش نہ تھا۔ بلکہ حق الصاف اور آزادی کے
جذبات اور موت و زندگی کے اسرار ان کے عقیدے کی جان تھے۔ اور
اُن کے خلوص ہی کا نتیجہ تھا کہ جب مسیحی مذہب کی ان میں اشاعت ہوئی تو اس نے انکے
دلوں میں گھر کرلیا۔

مسیحیت

مسیحی مذہب کی اشاعت انگلستان میں بہت ہی آہستہ آہستہ اور بڑی جد و جہد کے بعد ہوئی۔ پاپائے گریگوری
نے جو تاریخ میں اعظم کے لقب سے مشہور ہے اپنی جوانی کے ایام میں ایک مرتبہ
چند نوخیز سنہرے بالوں والے لڑکوں کو دیکھا تھا۔ جو روما کے بازار میں غلام
بنا کر بیچے جا رہے تھے۔ اُن کے حسن و جمال سے متاثر ہوکر اس نے پوچھا
کہ یہ کہاں سے آئے ہیں اور جب اسے بتایا گیا کہ یہ اینگل ہیں تو اس کے منہ سے
بے اختیار نکلا کہ اینگل نہیں یہ تو "اینجل" (فرشتے) ہیں کہ ان کی شکل و صورت فرشتوں
کی سی ہے۔ آگے چل کر جب گریگوری پاپائے روما ہوا تو ان حسین و جمیل بت پرست
لڑکوں کی یاد اُس کے دل میں تازہ ہوگئی۔ اور اُس نے ۵۹۶ء میں ایک
رومی پادری اگسٹائن نامی کو چالیس مسیحی راہبوں کے ساتھ انگریزوں میں دین عیسوی
کی منادی کے لیئے روانہ کیا۔ اگسٹائن کینٹ میں لنگر انداز ہوا۔ جہاں ایک

بادشاہ ایتھلبرٹ حکمراں تھا۔ اور اُس کی شادی ایک فرنگی بادشاہ کی بیٹی برتھا سے ہوئی تھی جو دین عیسوی کی پیرو تھی۔ ایتھلبرٹ اگسٹائن سے جزیرہ تھینیٹ میں ملا۔ لیکن اس ڈر سے کہ کہیں یہ پادری اس پر جادو نہ کر دے۔ اُس نے ملاقات کے لیے کھلا میدان تجویز کیا۔ اگسٹائن کی باتوں کو وہ صبر و تحمل سے ٹھنڈے دل کے ساتھ سنتا رہا۔ اور آخر دوسری جون ۵۹۷ء کو اپنی قوم کے ایک بڑے حصہ سمیت کنٹربری کے بڑے پھاٹک کے باہر جہاں اب سینٹ مارٹن کا چھوٹا سا گرجا موجود ہے۔ بپتسمہ لے کر عیسائی ہو گیا۔ اس وقت سے کینٹ کی حکومت مسیحی ہو گئی۔ اور اگسٹائن کنٹربری کا پہلا لاٹ پادری مقرر ہوا۔

کینٹ میں دین عیسوی کی اشاعت ۵۹۷ء

کینٹ سے یہ نیا مذہب پھیلتا ہوا نارتھمبریا میں پہنچا۔ جہاں کے بادشاہ اڈون نے ایتھلبرٹ کی بیٹی سے عقد کر لیا۔ اور وہ ایک مسیحی راہب پالائنس کو اپنے ساتھ اس شمالی سرزمین میں لیتی گئی۔ اڈون نے اپنی مجلس دانش مندان کا ایک بڑا اجلاس منعقد کیا۔ اور بھری مجلس میں سب نے اس نئے دین کی حقیقت سنی۔ جب نے انھیں بتایا کہ موت کے بعد ایک نئی زندگی بھی آنے والی ہے چنانچہ انھوں نے دین عیسوی قبول کر لیا۔ اڈون ایک بڑا طاقتور بادشاہ تھا کینٹ کے بادشاہ کے علاوہ باقی تمام بادشاہ اُسے اپنا سرتاج تسلیم کرتے تھے۔ اور اسی لحاظ سے وہ "بریٹوالڈا" یعنی سرداروں کا سردار کہلاتا تھا۔ اُس کی حکومت کا انتظام ایسا اچھا تھا کہ اُس کے زمانے میں ایک معمولی عورت اپنے بچے کو گود میں لیے ہوئے سمندر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بے کھٹکے پوری سلامتی کے ساتھ سفر کر سکتی تھی۔ اور ایسی فسادوں بھری سرزمین میں یہ ایک بڑی بات تھی۔

نارتھمبریا میں دین عیسوی کی تبلیغ

اڈون کی عملداری میں ایک بادشاہ البتہ ایسا تھا جو شورش پسند واقع ہوا تھا۔ یہ بادشاہ مرشیا کا حکمراں پنڈا تھا۔ پنڈا کی رعایا ابھی تک بت پرست تھی۔ اور اپنے قدیم دیوتاؤں کو پوجتی تھی

پنڈا کے ساتھ جنگ ۶۳۳-۶۵۵ء

چنانچہ مسیحیت کے خلاف اپنی تمام قوم کو بھڑکا کر اور ایک ویلش بادشاہ کڈوالن کو اپنے ساتھ ملا کر پنڈا نے ایڈون پر چڑھائی کی ہیتھفیلڈ کے مقام پر جو شمالی علاقے میں واقع ہے فریقین کے درمیان ۶۳۳ء میں لڑائی ہوئی۔ اور ایڈون مارا گیا۔ اس کے بعد نارتھمبریا اور مرشیا کی حکومتوں کے درمیان ایک طویل سلسلۂ جنگ شروع ہوا اور جب تک پنڈا زندہ رہا یہ کشمکش جاری رہی۔ آئے دن کی لڑائیوں اور جھڑپوں نے اہل ملک کو پریشان کیے رکھا یہاں تک کہ پنڈا ۶۵۵ء میں مارا گیا اور اہل مرشیا رفتہ رفتہ مسیحی ہو گئے۔ پالائینس اور اس کے ساتھی ایڈون کے مارے جانے پر نارتھمبریا سے بھاگ گئے تھے۔ لیکن نئے مذہب کو قائم اور برقرار رکھنے کے لیے کچھ اور پادری اُن کی جگہ آ گئے تھے۔ اہل آئرلینڈ سو سال پیشتر سینٹ پٹرک کی کوششوں سے مسیحیت کے حلقہ بگوش ہو چکے تھے۔ آئرلینڈ ہی کے ایک راہب نے جس کا نام کولمبا تھا ایک چھوٹے سے پہاڑی جزیرے پر جو اسکاٹلینڈ کے مغربی ساحل پر واقع ہے۔ اور ایونا کے نام سے مشہور ہے تبلیغ دین عیسوی کا ایک مرکز قائم کیا۔ اور یہاں سے اس دین کی منادی کرنے والے انگلستان کے شمالی علاقے میں جانے لگے۔ مانٹروز کے راہب کتھبرٹ نے جو نارتھمبریا والوں میں تبلیغ کرنے کے لیے پا پیادہ پھرا کرتا تھا۔ اور وھٹبی کے چوپان کیڈمان نے جو انگریزی النسل کا پہلا شاعر ہے۔ آئرلینڈ کے انھیں نیکوکار مسیحی راہبوں کے دبستان میں تربیت پائی تھی۔ لیکن ۶۶۴ء میں کلیسائے مسیحی کے بعض مسائل کے متعلق ان راہبوں اور رومی پادریوں کے درمیان کچھ نزاع پیدا ہو گئی۔ جھگڑے نے طول کھینچا۔ اور معاملہ نارتھمبریا کے بادشاہ آسوی تک پہنچا۔ جس نے رومی پادریوں کے حق میں فیصلہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آئرلینڈ کے اکثر راہب اپنے وطن کو لوٹ گئے۔ اور دین عیسوی کی اشاعت اور تلقین کا کام روما کے پادریوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پاپائے روما نے طرسوس کے پادری تھیوڈور کو کنٹربری کا لاٹ پادری بنا کر بھیجا۔ اور اُس نے بشپوں (اسقفوں) کی انتظامی حدود معین کر کے ہر گاؤں یا مجموعۂ دیہات کے لیے پریسٹ (قسیس)

آئرلینڈ میں دین عیسوی کی منادی ۴۳۲ء تا ۶۶۴ء۔

کلیسائے انگلستان کی تاسیس ۶۶۹ء

مقرر کیے غالباً اسی زمانے میں اوّل اوّل دیہات کے اس دینی مجموعے کو وہ پیرش کلیسائی حلقہ کا نام دیا گیا۔ بعد میں شمالی انگلستان کے لیے یارک کا ایک آرچ بشپ " استقف اعظم یا لاٹ پادری) مقرر کیا گیا۔ اور استقف اعظم۔ استقف اور قسیس پنچایتیوں میں شریک ہوکر حکومت میں حصہ لینے لگے۔

شہروں کی ابتداء

اب مسیحی خانقاہیں جلد جلد جابجا نمودار ہونے لگیں۔ اور راہبوں نے ملک کی اکھڑ آزاد آبادی کے درمیان سکونت اختیار کرکے اُنھیں امن اور خاموشی کے ساتھ محنت کرنے اور علم کی عزت کرنے کے آداب سکھانے شروع کیے بڑھئی اور دوسرے پیشہ ور اور اہل حرفہ خانقاہوں اور صومعوں کے نواح میں آباد ہو گئے۔ صومعوں کے پھاٹکوں کے سامنے بازار لگنے شروع ہوئے اور اس طور پر چھوٹے چھوٹے شہروں کا اٹھان ہونے لگا جیرو کی خانقاہ میں جو ڈرہم کے ساحل پر واقع ہے بیڈ نے جو تاریخ انگلستان کا سب سے پہلا راقم ہے۔ اپنی ساری عمر بسر کی اور پردیسیوں کو تعلیم دینے کے علاوہ خاص طور پر اُس نے چھ سو شاگردوں کو عالم بنایا۔ اس

بیڈ ۶۷۳ء-۷۳۵ء

نے پینتالیس کتابیں لکھی ہیں۔ جو سب کی سب لاطینی زبان میں ہیں۔ کچھ کتابیں تو اُس نے اپنے شاگردوں کو پڑھانے کے لیے تصنیف کیں۔ کچھ رسائل انجیل پر تحریر کیے اور ایک مشہور و معروف تاریخ قلمبند کی جو "انگریزی قوم کی کلیسائی تاریخ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے مطالعے سے وہ تمام واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ جو کینٹ میں اگسٹائن کی لنگر اندازی کے ڈیڑھ سو سال بعد تک پیش آتے رہے ہے۔ بیڈ بڑا نیک طینت اور بردبار واقع ہوا تھا۔ اور اُس زمانے میں جبکہ مختلف چھوٹے چھوٹے حکمراں ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لیے آپس میں کٹے مرتے تھے۔ اور قوم ویلش کے علاقے پر علاقے فتح کرتے چلے جاتے تھے۔ انگریزوں کو بتدریج مہذب اور شائستہ بنانا بیڈ ہی جیسے نیک نفسوں کا کام تھا۔

تمام انگریزوں پر اگبرٹ کی حکومت ۸۰۲ء-۸۳۹ء

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں اوّل اوّل نارتھمبریا کی حکومت سب سے زیادہ زبردست تھی۔ اس کے بعد شاہ آفا کے

عہد فرمانروائی میں جسے اس کی عظمت و شوکت کے لحاظ سے تاریخ نے "قہرمان" کا لقب دیا ہے۔ اور جس نے ۷۵۷ء سے لے کر ۷۹۶ء تک کا زمانہ پایا ہے۔ مرشیا کا اقتدار غالب ہوگیا۔ آفا نے قوم ویلش کے حملوں کی روک تھام کے لیئے چسٹر سے لے کر چیپسٹو تک ایک عظیم الشان خندق تعمیر کی تھی۔ اور انگریزی رائزوں کی امداد کے لیئے روپیہ بھیجا تھا۔ بالآخر ۸۲۳ء میں اگبرٹ شاہ ویسکس (جو ائس مشہور سردار سرڈک کی نسل سے تھا۔ جس کی سرکردگی میں مغربی سیکسن ۴۹۵ء میں وارد برطانیہ ہوئے) مرشیا اور نارتھمبریا کو فتح کر کے دریائے ٹیمز کے جنوب میں تمام انگریزوں کا بادشاہ اور فرتھ آف فورتھ تک "بریٹوالڈا" (سرداروں کا سردار) ہوگیا۔ کینٹ سسکس اور ایسکس کی ہستی جداگانہ حکومتوں کی حیثیت سے بالکل مٹ چکی تھی۔ اس طور پر تاریخ میں پہلی مرتبہ تمام انگریزی قوم پر ایک بادشاہ کی حکومت قائم ہوگئی۔ آگے چل کر ہمیں معلوم ہوگا کہ آیندہ دو سال تک انگریزی قوم پر سب سے زیادہ اقتدار ویسکس کے بادشاہوں ہی کو حاصل رہا۔
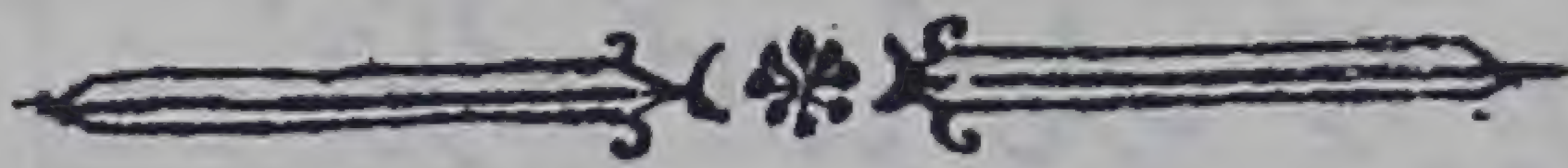
قدیم انگریزی قوم کے بڑے بڑے بادشاہ

سنہ ۴۴۹ء کینٹ میں قوم جوٹ لنگر انداز ہوئی

سنہ ۴۷۷ء سسا کی سرکردگی میں سیکسن آئے

سنہ ۵۴۷ء قوم اینگل نے اگر اپنی آبادیاں قائم کیں

چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کی حکومتوں کا ایک سلسلہ قائم ہوا جن میں سے خاص خاص حسب ذیل تھے

کینٹ — سنہ ۵۹۷ء — ایتھلبرٹ (پہلا مسیحی بادشاہ)

سسکس - ویکس - ایکس — جانشینان سرڈک یعنی مغربی سیکسن بادشاہ — سنہ ۸۰۲-۸۳۹ء

نارتھمبریا — سنہ ۵۴۷ء — آئیڈا — سنہ ۶۱۷-۶۳۳ء — ایڈون (مسیحی حکمران اعلیٰ)

اینگلیا

مرشیا — سنہ ۶۲۶-۶۵۵ء — پنڈا (بت پرست) — سنہ ۷۵۷-۷۹۵ء — آفا

اگبرٹ (تمام انگریزوں کا بادشاہ)

سنہ ۸۳۹-۸۵۸ء — ایتھلولف

سنہ ۸۵۸-۸۶۰ء ایتھلبالڈ | سنہ ۸۶۰-۸۶۶ء ایتھلبرٹ | سنہ ۸۶۶-۸۷۱ء ایتھلرڈ اول | سنہ ۸۷۱-۹۰۱ء الفریڈ اعظم

ایتھلفلڈ (مرشیا کی رئیسہ)

سنہ ۹۰۱-۹۲۵ء — ایڈورڈ (الملقب بہ ایڈورڈ کلاں)

سنہ ۹۲۵-۹۴۰ء ایتھلسٹن | سنہ ۹۴۰-۹۴۶ء ایڈمنڈ اول | سنہ ۹۴۶-۹۵۵ء ایڈرڈ

سنہ ۹۵۵-۹۵۹ء ایڈوی | سنہ ۹۵۹-۹۷۵ء ایڈگر الملقب بہ صلح دوست

سنہ ۹۷۵-۹۷۹ء ایڈورڈ الملقب بہ شہید | سنہ ۹۷۹-۱۰۱۶ء ایتھلرڈ الملقب بہ مجہول

سنہ ۱۰۱۶ء — ایڈمنڈ الملقب بہ آئرن سائڈ (فولاد پہلو) (صرف سات مہینے برسر حکومت رہا)

ایڈورڈ (جلاوطن رہا)

ایڈگر ایتھلنگ | مارگریٹ (ملکم ثالث شاہ اسکاٹلینڈ کی ملکہ)

ایڈتھ جسکا دوسرا نام مٹلڈا بھی تھا (ہنری اول شاہ انگلستان کی ملکہ)

ڈین نسل کے بادشاہ

سنہ ۱۰۱۶-۱۰۳۵ء — نوٹ

سنہ ۱۰۳۵-۱۰۴۰ء ہیرلڈ اول | سنہ ۱۰۴۰-۱۰۴۲ء ہارتھا نوٹ

سنہ ۱۰۴۲-۱۰۶۶ء — ایڈورڈ الملقب بہ کنفسر (تائب)

سنہ ۱۰۶۶ء — ہیرلڈ ثانی (ارل گاڈون کا بیٹا) ۶ جنوری کو مجلس دانشمندان نے اسے بادشاہ منتخب کیا ۱۴ اکتوبر کو ہیسٹنگز کی لڑائی میں مارا گیا

تیسرا باب

قوم ڈین کے ساتھ انگریزوں کی جد وجہد

انگریز اپنے اندرونی جھگڑوں سے فارغ ہوکر بمشکل امن وامان کی زندگی شروع کرنے پائے تھے کہ انھیں ایک نئے خطرے نے آگھیرا۔ جس سے ان کی ترقی ایک طویل عرصے کے لئے رک گئی گو کہ آخرکار اسی نئے خطرے نے اُن کو متحد کردیا۔ اور اُن کی مختلف حکومتیں مل کر ایک ہوگئیں۔ تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ جب ٹیوٹن قوم یورپ میں پھیل گئی (دیکھو صفحہ ۱۶) تو اس قوم کے کچھ لوگ شمال کی طرف بڑھتے ہوئے اُن ملکوں میں چلے گئے جو آج ڈنمارک سوئیڈن اور ناروے کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ لوگ بدستور وحشی اور بت پرست چلے آتے تھے۔ ووڈن دیوتا کی پرستش کرتے تھے۔ اور شمالی ملکوں کی برفانی اور بنجر سرزمینوں میں بودوباش رکھنے کے باعث انھیں گذر اوقات کے لیئے بڑی سخت جدوجہد کرنی پڑتی تھی۔

ڈین قوم یا اہل شمال کی ابتدا

جس طرح اُن سے پہلے اُن کے ہم وطن سیکسنوں نے بحری قزاقی کا پیشہ اختیار کرلیا تھا۔ اسی طرح انھوں نے بھی کھلے سمندروں میں لوٹ مار مچانی شروع کردی۔ عرف عام میں وہ اہلِ شمال یا "ڈین" یا "وایکنگ" کے نام سے مشہور تھے۔ اور اس آخری لفظ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کھاڑیوں میں رہتے ہوں۔ جزائر آرکینز اور جزیرہ مین میں وہ پہلے ہی سے آباد ہو چکے تھے اور ایک طویل کشمکش کے بعد انھوں نے آئرلینڈ کے ساحل پر قدم جما لیئے تھے جہاں ڈبلن لمرک اور واٹرفرڈ اُن کے صدر مقام تھے۔ اب اُنھوں نے انگریزوں کو تنگ کرنا شروع کیا کبھی تو مغرب کی طرف وہ قوم ویلش کے ساتھ مل جاتے تھے۔ کبھی مشرقی ساحل پر آ چھاپے مارتے تھے۔ اور کشتیوں پر سوار ہوکر دریاؤں کی راہ سے ملک کے اندر

اہل شمال کے حملے
۷۸۹ء-۸۹۷ء

چلے آتے تھے۔ جہاں اپنا ایک صدر مقام قرار دے کر وہ اس کے گرداگرد مٹی کے
بڑے بڑے دمدمے بنا لیتے تھے۔ ان دمدموں میں سے نکل کر وہ چاروں طرف
قتل و غارت کا بازار گرم کر دیتے تھے۔ شہروں اور خانقاہوں کو آگ لگا دیتے تھے
مردوں اور بچوں کو مار ڈالتے تھے۔ اور عورتوں کو لونڈیاں بنا کر پکڑ لیجاتے تھے ۷۹۴ء
میں اُن کی غارتگرانہ دست برد کی یہ کیفیت تھی کہ جیرو کی خانقاہ پر چھاپہ مار کر اس کا
سب مال و متاع لوٹ لے گئے۔ اور اگبرٹ اگر نارتھمبریا کو زیر کر سکا تو اس کی وجہ
ایک حد تک یہ بھی تھی کہ یہ حکومت اُن کے پے در پے حملوں سے کمزور ہو چکی تھی۔
اوّل اوّل اُن کی چڑھائیاں صرف گرمی کے موسم میں ہوتی تھیں۔ کہ آئے اور لوٹ کا
مال لے کر رخصت ہو گئے۔ لیکن اگبرٹ کی وفات کے بعد جو ۸۳۹ء میں واقع ہوئی
وہ اور زیادہ دراز دست ہو گئے۔ چنانچہ ۸۵۵ء میں جب اگبرٹ کا بیٹا ایتھلولف
بر سرِ حکومت تھا۔ وہ جاڑوں بھر جزیرۂ شیپی میں جو دریائے ٹیمز کے دہانے پر واقع ہے
مقیم رہے ۸۶۶ء میں ایک بہت بڑی ڈین فوج نے مشرقی اینگلیا پر حملہ کیا۔ اور

ایتھلولف شاہ ویلکس
۸۳۹-۸۵۸ء۔

دریائے ہمبر کے پار اتر کر یارک پر قبضہ کرنے کے بعد نارتھمبریا
کا تمام جنوبی علاقہ تاراج کر ڈالا۔ یہاں سے جنوب کی طرف بڑھ
کر حملہ آور فوج مرشیا میں ناٹنگھم تک گھستی ہوئی چلی گئی۔ اور تمام علاقہ
پر پوری طرح سے قابض ہو جانے کے بعد تھٹفرڈ واقع نارفاک میں اس نے موسم
سرما بسر کیا۔ اور مشرقی اینگلیا کے بادشاہ ایڈمنڈ کو اس خطا پر ایک درخت سے
باندھ کر تیروں سے چھلنی کر دیا کہ اس نے مسیحی مذہب چھوڑنے سے انکار
کر دیا تھا۔

ایتھلبالڈ۔ ایتھلبرٹ اور
ایتھلبرڈ اول۔ شاہان
ولیکس ۸۵۸-۸۷۱ء۔

نارتھمبریا۔ مرشیا اور مشرقی اینگلیا کے ایک بڑے حصّے کو
فتح کرنے اور ہر جگہ تباہی اور مصیبت پھیلانے کے بعد انھوں
نے ۸۷۱ء میں ویلکس پر چڑھائی کی۔ لیکن ویسکس کچھ منہ کا
نوالہ نہیں تھا۔ یہاں اُن کا مقابلہ برابر کی ٹکر سے ہوا۔ گزشتہ
تیرہ سال کی مدت میں ایتھلولف کے چار بیٹے یکے بعد دیگرے یہاں حکمراں ہوئے
تھے۔ منجھلے بھائی ایتھلبرڈ اوّل نے اپنے چھوٹے بھائی الفریڈ کی مدد سے دشمن کا

مقابلہ بڑی جواں مردی کے ساتھ کیا۔ ساتھ ہی اُس نے کورنوال اور ویلز میں اپنے ویلش حریفوں کو نیچا دکھایا۔ اور جزیرہ مونا تک فاتحانہ پیش قدمی کی۔ جس کا نام اڈون شاہ نارتھمبریا نے انگلسی رکھا تھا۔ انگلسی اینگل اور ای سے مرکب ہے۔ ای جزیرہ کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے انگلسی کے معنی اینگلوں کا جزیرہ ہوئے۔ لیکن ایتھلبرڈ کی ان تمام کوششوں کے باوجود ڈین حملہ آوروں کا پلہ بھاری ہی ہوتا گیا۔ اور جب ۸۷۱ء میں اُسکی وفات پر حکومت کے لیئے الفریڈ کا انتخاب عمل میں آیا تو حالت بہت ہی نازک ہو چکی تھی۔

الفریڈ اعظم شاہ ویسکس ۸۷۱ء - ۹۰۱ء

الفریڈ کی زندگی کے حالات پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ایک نیک دل اور دانشمند شخص مشکلات پر کس طرح غالب آیا کرتا ہے۔ الفریڈ مقام وانٹیج واقع برکشائر میں پیدا ہوا۔ بچپن ہی میں اُس نے بہت سی پرانی سیکسن نظمیں حفظ کرلی تھیں۔ جو وہ اپنی ماں آسبرگا کو سنایا کرتا تھا۔ ایک دن ماں نے اپنے بچوں کو ایک کتاب دکھا کر کہا کہ اس کتاب کو جو بچہ سب سے پہلے ازبر کر کے فرفر سنا دے گا اُسی کو یہ کتاب بطور انعام کے دی جائے گی روایت لکھتی ہے کہ کمسن الفریڈ کتاب لیکر سیدھا اپنے اُستاد کے پاس چلا گیا۔ اور شروع سے لے کر آخر تک کتاب کو حفظ

الفریڈ کا بچپن

کر ڈالا۔ اور پھر ماں کو سنا کر انعام حاصل کیا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو ضرور ہے کہ اس وقت الفریڈ کی عمر چار سال سے بھی کم ہو۔ اسلیئے کہ چار سال کی عمر میں باپ نے اُسے روما بھیج دیا تھا۔ اور اس کے بعد پھر اُسے اپنی ماں کی صورت دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ الفریڈ کو روما جانے کا دوسری مرتبہ بھی اتفاق ہوا اور اس دفعہ اس کا باپ اُس کے ساتھ تھا۔ غالباً زمانہ قیام روما ہی میں اُسے بہت سی وہ مفید معلومات حاصل ہوئیں جو آگے چل کر اُس کے بڑے کام آئیں۔ بیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے اُس کی شادی ہو گئی۔ اور بی بی ایسی ملی جس نے اُسے ہمیشہ خوش رکھا۔ لیکن صحت کی خرابی اور مرگی کے دوروں نے اُس کا عیش تلخ کر دیا۔ جب اس ملک کی حکومت کی باگ اُس کے ہاتھ میں آئی جسے ڈین حملہ آوروں کی یورشوں نے ویران کر رکھا تھا تو اُس کی عمر صرف اکیس سال تھی۔

الفریڈ کی خانہ بدوشی ۸۷۸ء

بھائی کو مٹی دیئے ہوئے پورا ایک مہینہ بھی نہ گذرنے پایا تھا

انگلستان
اور
ڈینستان (ڈین لا)

پیمانہ میل

۰ ۲۰ ۴۰ ۶۰ ۸۰

قوم برٹین
قوم ڈین
قوم انگریز

جزیرۂ مین
کمبرلینڈ
یارک
لینڈسی
پیک لینڈ
مشرقی اینگلیا
لندن
کنٹ
ویسکس
مغربی ویلز
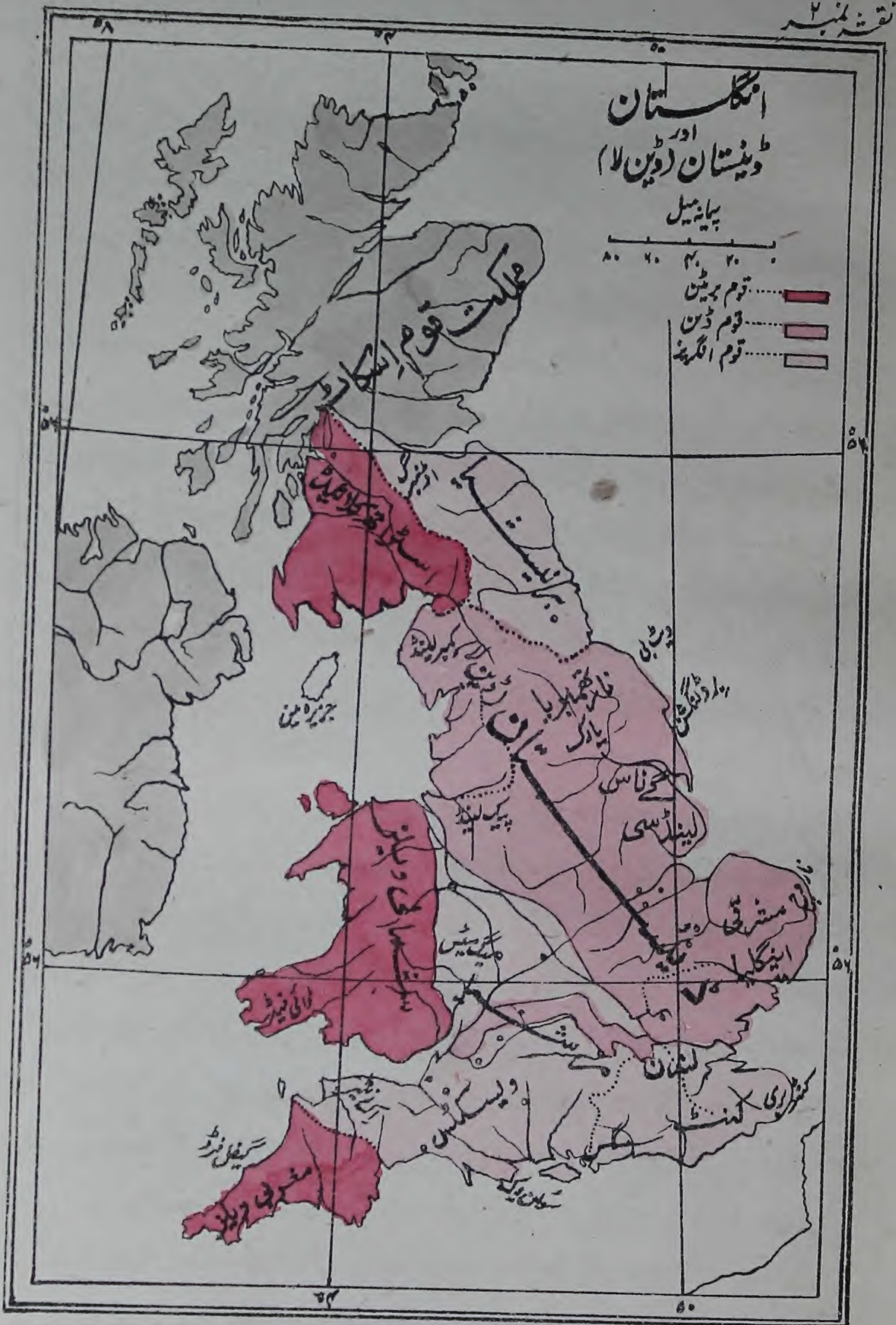
گرا ُسے ان حملہ آوروں سے جنگ کرنی پڑی جس میں اُس نے شکست کھائی۔ اس کے بعد اُس نے سبھی طرح کے جتن کیے کہ کسی طرح ڈینوں کو نیچا دکھا دے۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ کبھی وہ روپیہ دے کر اُن کو ٹالنے کی کوشش کرتا تھا۔ کبھی اُن سے لڑتا تھا۔ لیکن اُن کے حملے کسی طرح موقوف نہ ہوتے تھے۔ وہ روپیہ لے کر بھی ان گنت تعداد میں سمندروں سے آ آ کر اس کے ملک کو ناخت و تاراج کرتے رہتے تھے۔ ملک کی مصیبتیں اور پریشانیاں ان غارت گروں کے ہاتھوں روز بروز بڑھ رہی تھیں۔ راہب اور قسیس بے خانماں ہو کر جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ یا اپنا مال و اسباب لے کر برّاعظم یورپ کے ملکوں کی طرف ہجرت کر جاتے تھے رعایا خستہ حال تھی اور ٹکڑے ٹکڑے تک کو محتاج ہو گئی تھی۔ ملک ایک سرے سے دوسرے سرے تک ویران اور برباد ہو گیا تھا۔ اور ویلش قوم کے لوگ جنکی ابھی تک ایک اچھی خاصی تعداد ویسکس میں آباد تھی۔ ڈینوں سے مل جانے اور ان کا ساتھ دینے پر تلے ہوئے نظر آتے تھے۔ آخر ۸۷۸ء میں سات سال کی لگاتار لڑائیوں کے بعد چپنہم کے مقام پر جو ولٹ شائر میں واقع ہے۔ الفریڈ کو ایسی کامل شکست ہوئی کہ اُسے بھیس بدل کر سامرسٹ شائر کے جنگلوں اور دلدلوں میں بھاگ جانے پر مجبور ہونا پڑا۔ لیکن اُس کی مردانہ غیرت نے گوارا نہ کیا کہ وہ مرشیا کے بادشاہ کی طرح اپنا ملک چھوڑ کر نکل جائے۔ اور روما میں غریب الوطنی کے دن کاٹ کر اس دنیا سے رخصت ہو جائے۔ اُس کی قوم اس وقت مبتلائے مصیبت تھی۔ اُس کا فرض یہی تھا کہ اس آڑے وقت میں قوم کے کام آئے۔

عہدنامہ ویڈمور ۸۷۸ء — بیان کیا جاتا ہے کہ اسی بیابان نوردی کے دوران میں الفریڈ نے ایک سور چرانے والے کی جھونپڑی میں پناہ لی تھی۔ اور ایک دن جب وہ چرواہے کی بی بی کے لیے چولھے کے سامنے بیٹھا ہوا روٹیاں پکا رہا تھا۔ تو اس فکر میں کہ اس کا ملک دشمن سے کس طرح نجات پا سکتا ہے۔ ایسا مستغرق ہوا کہ روٹیاں جل کر کوئلہ ہو گئیں۔ روٹیاں تو اکارت گئیں۔ اور گھر والی نے اس پر اُسے ڈانٹ ڈپٹ بھی بہت کی لیکن اُس کی سوچ بچار بیکار نہ گئی چنانچہ ایتھلنی میں جو سامرسٹ شائر کی دلدلوں کا ایک جزیرہ ہے۔ اُس نے رفتہ رفتہ چند وفادار رفیقوں کی ایک

جمعیت فراہم کرلی۔ اور موسم بہار میں اپنے ملک کو نئے سرے سے فتح کرنے کے لیئے روانہ ہوا۔ رستے میں لوگ ادھر اُدھر سے جوق جوق آآ کر اُس کے جھنڈے تلے جمع ہوتے گئے۔ اور ایک زبردست فوج طیار ہوگئی۔ ادھر سے ڈین اپنا لشکر لے کر بڑھے۔ اور ایڈنگٹن کے مقام پر جو چپنہم کے قریب واقع ہے گھمسان کا رن پڑا۔ ڈین بُری طرح سے ہارے۔ اور الفریڈ نے فاتحانہ حیثیت سے ڈین سردار گتھرم کو عہدنامہ ویڈمور یہ باقرار صالح دستخط کرنے کے لیئے مجبور کیا۔ اس عہدنامے کی رو سے ڈین پابند ہوئے کہ وہ دریائے ٹیمز سے لے کر بیڈفرڈ اور بیڈفرڈ سے چل کر دریائے آؤز کے کنارے کنارے قدیم رومن سڑک واٹلنگ اسٹریٹ اور واٹلنگ اسٹریٹ سے بڑھکر چسٹر تک کے درمیانی خطوط کو ہرگز عبور نہ کریں گے۔ لیکن اتنا بہت سا علاقہ نکل جانے پر بھی سارے کا سارا نارتھمبریا تمام مشرقی اینگلیا اور مرشیا کا ایک حصّہ جو ڈینوں کے پانچ اضلاع کے نام سے مشہور تھا۔ ڈینوں کے پاس رہ گیا۔ اور اس تمام علاقے کو "ڈین لا" کا نام دیا گیا (دیکھو نقشہ نمبر ۲)۔ الفریڈ کے قبضے میں صرف ویسکس اور مرشیا کا ایک حصّہ آیا۔ لیکن اُس کی جانبازانہ کوششوں سے یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ فساد اور غارت گری کی جگہ امن و امان قائم ہوگیا۔ اور چونکہ گتھرم نے اصطباغ لے کر دین عیسوی اختیار کرلیا تھا۔ اور اُس کے بہت سے سردار بھی اس کے ساتھ بت پرستی چھوڑ کر مسیحی ہوگئے تھے۔ اس لیئے ڈین اور انگریز ملک میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ صلح و آشتی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔

الفریڈ کا نظام حکومت

اب الفریڈ کو موقع ملا کہ ویسکس کا انتظام دانائی اور سلیقہ سے کرے۔ اور اپنی حکومت کو مضبوط اور طاقتور بنائے۔ اُس نے انگریزوں کے پرانے قوانین جمع کیئے اور اُن میں دس احکام ربانی اور شریعت موسوی کے بعض ضوابط شامل کر کے مجلس دانش منداں کو آمادہ کیا کہ یہی مجموعہ قوانین ملک کا قانون قرار دیا جائے۔ اُس کو اس بات کا بڑا خیال رہتا تھا کہ اعلیٰ و ادنیٰ امیر و غریب سب کے ساتھ یکساں انصاف کا سلوک کیا جائے۔ جو مسیحی خانقاہیں اور مدرسے بند پڑے تھے۔ اس کے حکم سے از سر نو

کھولے گئے۔ اور متعدد نئے مدارس اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں۔ جن میں طالبان علم کو تعلیم دینے کے لیئے اُس نے اطراف و اکناف ملک کے اہل علم کو دعوت دی۔ ویلش نسل کا مشہور عالم ایسر اسی گروہ خاص میں شریک ہے۔ جسے الفریڈ کی قدردانی کھینچ لائی تھی۔ ایک مدرسہ محل شاہی میں قائم کیا گیا تھا۔ جس میں امراء کے بچے پڑھتے تھے۔ اس مدرسے کی نگرانی الفریڈ خود کرتا تھا۔ اور ہر آزاد لڑکے کو جسے تحصیل علم کی توفیق تھی اُس کی طرف سے تاکید ہوتی تھی کہ جب تک انگریزی زبان اچھی طرح سیکھ نہ لے کتاب کا مطالعہ برابر جاری رکھے۔ الفریڈ نے بیڈ کی تاریخ اور بعض دوسری تصانیف کا ترجمہ خود انگریزی زبان میں کیا۔ اور طلبہ کے لیئے نصاب تعلیم کا انتخاب بھی خود ہی ترتیب دیا۔ اس کے علاوہ اُس کی نگرانی میں سیکسن قوم کی تاریخ مرتب ہونی شروع ہوئی۔ اور یہ کام سرگرمی سے انجام دیا جانے لگا۔ اس لحاظ سے الفریڈ انگریزی فن ادب کا بانی ہے۔ اس لئے کہ اُس کے وقت تک بجز قدیم سیکسن نظموں اور رگیڈمان کے ایک گیت کے باقی تمام کتابیں لاطینی زبان میں تھیں۔

خراج پطرس

الفریڈ کی سرگرمیاں تعلیمی امور تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ اُنکا دائرہ بہت زیادہ وسیع تھا۔ ملکی اغراض کے لیئے اُس نے اپنی رعایا کو دو گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ جو باری باری سے جنگی خدمات انجام دیتے تھے۔ اور گھربار کی حفاظت کرتے تھے۔ ایک فوج قلعوں کی حفاظت کے لیئے ہر وقت ہتھیار باندھے طیار رہتی تھی۔ الفریڈ نے متعدد جہاز بھی بنوائے تھے۔ جن سے اس نے ڈینوں کے ایک زبردست بحری حملے کو پسپا کیا اور انھیں جہازوں سے ہمارے انگریزی بیڑے کی ابتدا ہوئی۔ لنڈن کو جو کچھ تو آگ سے جل گیا تھا۔ اور رہا سہا لوٹ مار سے اجڑ چکا تھا۔ اُس نے از سر نو بنوایا۔ سیاح اور مسافر اُس کی حوصلہ افزائی سے ناروے یوروشلیم بلکہ ہندوستان تک کا سفر کرتے تھے۔ پیٹرس پنس" (خراج پطرس)، کی ابتدا اول اول آفا کے زمانے میں ہوئی تھی (دیکھو صفحہ ۳۴) جبکہ اُس نے زائرین روما کے لیئے کچھ رقم امداداً بھیجی تھی۔ الفریڈ کے عہد حکومت میں یہ رقم لوگوں سے سالانہ وصول کرکے پاپائے روما کو بطور خراج بھیجی جانے لگی

چند ہی سال ہوتے ہیں (یعنی ۱۸۸۳ء) کہ سیکسن قوم کے نقرئی سکوں کا ایک دفینہ روما میں برآمد ہوا تھا جن پر الفریڈ کے پوتوں اتھلسٹن اور ایڈمنڈ کا نشان منقوش تھا۔ اپنی رعایا کے لیئے الفریڈ نے اپنی ذات سے جاں فشانی۔ ایثار نفس۔ صبر و تحمل اور رحمت کشی کی مثال قائم کر کے اُن کے دلوں میں ایسا گھر کر لیا تھا کہ اس سے پہلے کسی بادشاہ کو یہ بات نصیب نہ ہوئی تھی۔ اپنے دن رات کے اوقات کو اُس نے فرائض کی بجا آوری کے لیئے تقسیم کر رکھا تھا۔ مومی شمعیں جو دو گھنٹے میں جل کر ختم ہو جاتی تھیں۔ وقت کا اندازہ بتاتی تھیں کہ فلاں وقت عبادت کرنی چاہیئے۔ فلاں وقت علمی مشاغل میں گذارنا چاہیئے۔ فلان وقت دوسرے کام کاج میں بسر کرنا چاہیئے۔ الفریڈ کی طبیعت پر مذہب کا رنگ غالب تھا۔ اور اُس نے اپنی اولاد کی تربیت اس طرح کی تھی۔ کہ اُن میں فرائض شناسی کا گہرا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ خدا نے اسے اولاد کثرت سے دی تھی۔ اُن میں سے تاریخ میں دو کا نام مشہور رہے۔ ایک تو اُس کی بیٹی ایتھلفلڈ جس کی شادی ایک امیر کبیر سے ہوئی اور بیوہ ہو کر وہ مرشیا پر حکومت کرتی رہی۔ اور ایک اُس کا بیٹا ایڈورڈ جو ۹۰۱ء میں باپ کے مرنے پر وارث تخت و تاج ہوا۔

الفریڈ کے خاندان کے زیر سایہ انگلستان کا نشو و نما۔

اب ایک نیا دور شروع ہوا۔ استی سال تک انگریزی قوم اہل شمال کے حملوں سے گویا بالکل ہی محفوظ رہی۔ لیکن پھر بھی ملک میں بہت سی مختلف حکومتیں موجود تھیں جنھیں ایک دوسرے کا اقتدار ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ اس کے علاوہ قوم ویلش جسے انگریز نیچا دکھا چکے تھے مغرب میں اُن کے لیئے خار پہلو بنی ہوئی تھی۔ اور مشرق میں قوم ڈین کا دور دورہ تھا جس کے آگے خود اُن کی حیثیت نیم مفتوحانہ تھی۔ ایسی حالت میں کس طرح ممکن تھا کہ ملک میں امن و امان قائم رہے۔ چنانچہ مرشیا کی رئیسہ ایتھلفلڈ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد ہی مردانہ وار تلوار نیام سے نکالی اور ڈینون کے پانچوں اضلاع ڈاربی لنکن لیسٹر۔ اسٹیمفرڈ اور ناٹنگھم یکے بعد دیگرے فتح کر لیئے۔ اُس کے انتقال پر ایڈورڈ نے "ڈین لا" کا باقی تمام علاقہ تسخیر کیا۔ اور نارتھمبریا کی کل آبادی نے جس میں ڈین اور انگریز دونوں شریک تھے۔ اور

ایڈورڈ اکلان ۹۰۱-۹۲۵ء

ویلز۔ اسٹرتیھکلائڈ اور اسکاٹلینڈ کے حکمرانوں نے اسے اپنا متحدہ آقا اور فرمانروا تسلیم کرلیا۔

ایتھلسٹن ۹۲۵ء۔

اس سے معلوم ہوگا کہ حقیقت میں سارے ملک کی باگ ایڈورڈ کے ہاتھ میں تھی۔ اُس کا بیٹا ایتھلسٹن جو اس کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اکثر اپنے آپ کو شہنشاہ برطانیہ کہا کرتا تھا۔ پھر بھی ایتھلسٹن کو قوم اسکاٹ اور اسٹریتھ کلائڈ کے ویلش باشندوں کے مقابلے میں جو ڈینوں کے ساتھ مل کر اُس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ سخت وقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن دریائے ہمبر کے شمال کی جانب برونن برا کی مشہور لڑائی میں اُس کے ان حریفوں کو شکست ہوئی۔ ایڈمنڈ ایڈرڈ اور ایڈوی کی عمر بھی جو ایتھلسٹن کے بعد مسند حکومت پر بیٹھے۔ اور رشتے میں ایڈورڈ کے بیٹے اور پوتے ہوتے تھے اپنے مختصر عہد میں چاروں طرف سے شورشوں اور بغاوتوں کا مقابلہ کرتے گذر ہی۔ آخر کار جب ۹۵۹ء میں ایڈوی کا بھائی اور الفریڈ کا پرپوتا ایڈگر تخت نشین ہوا۔ تو ملک کو بیس سال کے لیے امن نصیب ہوا۔

قوم کی حالت۔

اس امن وامان کی بڑی وجہ ایک نہایت ہی بیدار مغز شخص کی قابلیت تھی۔ جس کا نام ڈنسٹن تھا۔ ڈنسٹن ۹۲۵ء میں بمقام گلیسٹن بری پیدا ہوا تھا۔ اور ایڈگر کی سلطنت کے انتظام میں اسی کے دانشمندانہ مشورے دخیل تھے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ایڈگر جس قوم پر حکمراں تھا اُس کی نوعیت اور حیثیت کیا تھی۔ اس لیے کہ اس مدت میں رفتہ رفتہ نظام مملکت کے اندر بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ بادشاہ کی قوت زمانۂ سابق کے بہ نسبت بہت کچھ بڑھ گئی تھی۔ گاؤں کے بینکڑے اب حلقے بن گئے تھے۔ ہر حلقہ "شائر" کہلاتا تھا۔ جو بادشاہ کے ایک خاص افسر کے سپرد ہوتا تھا۔ جسے "شائر ریو" کہتے تھے۔ موجودہ انگریزی لفظ "شیرف"

شاہی عامل۔

جس کے معنی عامل کے ہیں۔ اسی سے نکلا ہے۔ اس عامل کا کام یہ ہوتا تھا کہ شاہی محصولات وصول کرے اور سرپنچ اور اسقف کے ساتھ کہ اس کا تقرر بھی ہمیشہ بادشاہ کی طرف سے عمل میں

آتا تھا۔ حلقے کی پنچایت میں شریک ہو۔ رکاب کی فوجی جمعیت کی تعداد میں
بھی اضافہ ہوگیا تھا۔ اور چونکہ بادشاہ انھیں علاقہ صرف خاص سے جاگیریں
دیتا تھا۔ اس لیے جنگی خدمت کے لیے وہ انھیں ہر وقت طلب کرسکتا

جمعیت رکاب کی اہمیت میں اضافہ۔

تھا۔ رکاب کے انھی سرداروں سے امرا کا ایک نیا طبقہ پیدا
ہوگیا جنھیں درجۂ امارت قدیم روسا کی طرح کچھ اس وجہ سے
حاصل نہ تھا کہ وہ قدیم خاندانی روسا کی نسل سے تھے۔ بلکہ
اس لیے کہ بادشاہ نے انھیں امیر بنادیا تھا۔ زمینداروں کی حیثیت میں بھی
ایک نیا تغیر واقع ہوگیا تھا جن دنوں ملک میں شورش برپا تھی۔ زمینداروں
کو اپنے گھربار کی حفاظت میں بڑی مشکل پیش آیا کرتی تھی۔ اس لیے انھوں نے
اپنی بھلائی اسی میں سمجھی۔ کہ کسی ایسے شخص کی حمایت میں آجائیں جو ان سے
زیادہ دولتمند اور طاقتور ہو۔ شہروں میں اس قرارداد کی چنداں ضرورت

انجمن ہائے امن

پیش نہ آنے پائی۔ اس لیے کہ شہروں نے قیام امن کے
لیے انجمنیں قائم کرلی تھیں۔ اور خطرے کے وقت ان
انجمنوں کے اراکین دشمن کا مقابلہ دوش بدوش ہوکر کرتے تھے۔ لیکن دیہات
میں کمتر درجے کے آزاد اشخاص ایک نہ ایک امیر کی پناہ میں آکر اس کی رعایا بنتے
گئے۔ امیر اس پناہ دہی کا معاوضہ ان سے خاص خاص خدمات کی شکل میں
لیتا تھا۔ اور انھیں "ولین" کہا جاتا تھا۔ "ولین" لاطینی لفظ "ولینس" سے مشتق
ہے۔ جس کے معنی کاشتکار کے ہیں۔ ان کا آقا "لافورڈ" یا لارڈ کہلاتا تھا جس
سے مراد ان داتا ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی ان کی حالت کچھ ایسی بری نہ تھی

زمیندار حیثیت میں گھٹکر کاشتکار رہ گئے۔

وہ اپنے مکانوں کے آپ مالک تھے۔ ان کے دسترخوان
پر کھانے کو جو کی روٹی۔ شہد۔ مچھلی ترکاری اور میوہ اور پینے
کو چھاچھ ہوتی تھی۔ ان کی حیثیت میں فرق صرف اسقدر
آیا تھا کہ سابق میں انھیں گاؤں کی پنچایت کی طرف سے زمین استحقاقاً ملتی تھی۔
ہر شخص پنچایت میں پوری آزادی کے ساتھ رائے دے سکتا تھا۔ اور کسی
کے آگے سر نہ جھکاتا تھا۔ برخلاف اس کے اب انھیں زمین اپنے "ان داتا"

کی طرف سے ملتی تھی۔ اپنی زمین چھوڑ کر وہ کسی دوسری جگہ سکونت اختیار نہ کر سکتے تھے۔ اور ملک کی حکومت میں اس کی وساطت کے بغیر انھیں بہت ہی کم دخل تھا۔ بلکہ بالکل نہ تھا۔

شمالی علاقے کے سفید پوش

پھر بھی ابھی تک بہت سے ایسے زمیندار باقی تھے جو اپنی اپنی زمینداریوں کے اندر آزادانہ حیثیت سے رہتے تھے۔ اُن کے مردسوتی قمیص نیلا کارچوبی کوٹ اور چمڑے کے جوتے پہنے ٹانگوں پر سوتی پٹیاں باندھے کھیتوں میں اپنے مزدوروں اور غلاموں سے کام لیتے اور گھر کی مالکہ بوٹیدار گون میں ملبوس باریک پارچہ کا نقاب منہ پر ڈالے اپنی اصیلوں سے کام لیتی تھی۔ جو یا تو زنانے میں بیٹھی ہوئی چرخہ کاتا کرتی تھیں یا باورچی خانے کے کام کاج کے علاوہ خانہ داری کے دوسرے فرائض بجا لاتی تھیں۔ متوسط طبقے کے یہ زمیندار اب بھی ویسے ہی آزاد تھے جیسے قدیم زمانے میں۔ اور آگے چل کر جفاکش محنتی زمینداروں کا جو طبقہ یئو مین (سفید پوش) کے نام سے مشہور ہوا۔ وہ اُنھیں کی نسل سے تھا۔ اُن کے گھروں میں بہا اوقات وہی ٹھاٹھ نظر آتا جو خود امرا کے گھروں میں پایا جاتا تھا۔ آقا اور نوکر دیوان خانہ کی لمبی میز پر ایک ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے اور اس میں گائے اور دنبے کا گوشت اور جو کی میٹھی اور کڑوی شرابیں ہوتی تھیں کسی شخص کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ اُن سے کوئی خدمت لے یا اُن کی آزادی کو محدود کرے۔ یہ آزاد سفید پوش زمیندار زیادہ تر انگلستان کے شمالی علاقے میں بود و باش رکھتے تھے۔ اور اپنے مذہبی پیشواؤں کی سرکردگی میں اکثر ان کی جھڑپ جنوبی علاقہ کے بڑے بڑے امرا سے ہوا کرتی تھی۔ جو کاشتکاروں کی ایک بڑی تعداد کے مالک ہو جانے سے رفتہ رفتہ بہت زبردست ہو چلے تھے۔

امرا اور اساقفہ۔

امرا کا وقت اپنی اپنی جاگیروں میں بیکاری اور بسا اوقات آوارگی میں کٹتا تھا۔ اُن کی کاشتکار رعایا اُن کے سبھی طرح کے کام آتی تھی۔ وہ زمین جوتتی تھی۔ بڑھئی اور لوہار اور موچی کا کام کرتی تھی۔ یا غلاموں کی حیثیت سے پرورش پا کر بیچ ڈالی جاتی تھی۔ اُن کے دسترخوان پر

پلے ہوئے جانوروں اور شکار کا گوشت بافراط موجود ہوتا تھا۔ پینے کو عمدہ قسم کی شراب بکثرت ہوتی تھی امن کے زمانے میں کتّے کا شکار۔ باز کا شکار۔ کشتی اور گھوڑ دوڑ اُن کے خاص خاص دل بہلاؤ کے سامان تھے۔ امیر زادیاں چرخہ کاتتی یا کشیدہ کاڑھتی تھیں۔ اور امرا کے آبائی دیوان خانوں میں مطرب گانا سنا کر یا خانہ بدوش مداری اور نٹ اپنے کرتب دکھا کر اہلِ محفل کا دل بہلاتے تھے۔ جنگ کے ایام میں امرا بادشاہ کا حکم پا کر جمع ہو جاتے تھے۔ اور اس وقت مجلس دانشمنداں میں ان کی اور اساقفہ کی آواز سب پر غالب ہوتی تھی اُنھیں اختیار حاصل تھا کہ بادشاہ کو منتخب کریں۔ یا تخت سے اتار دیں۔ داد رسی کریں۔ عہد ناموں کی تکمیل۔ اراضی کی تقسیم اور سلطنت کا انتظام کریں۔ اس طور پر رعایا اور بادشاہ کے درمیان حاجب ہونے کی حیثیت سے امرا اور اساقفہ کا رسوخ بہت بڑھ گیا۔ اور صرف لندن اور ونچسٹر کے بڑے شہر (جہاں دانشمندوں کی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں اور لوگوں کو شرکت کا موقع ملتا تھا۔) ایسے رہ گئے جن میں عام آزاد اشخاص کی آواز ابھی تک سنی جاتی تھی۔ تمام مشرقی ساحل کے کنارے کنارے

انگریزوں اور ڈینوں کی ملی جلی آبادی۔

ڈینوں اور انگریزوں کی آبادی کے مخلوط ہو جانے کے باعث الفریڈ کے زمانے کے بعد ملک کی حالت میں ایک اور بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ ڈین فاتحانہ حیثیت سے آکر آباد ہوئے تھے۔ اس لیئے وہ ہرگز اس بات کے روادار نہ ہو سکتے تھے کہ اُنکے حقوق میں کسی قسم کی دست اندازی کی جائے۔ چنانچہ بجز بادشاہ کے وہ اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اور جب کوئی بات اُن کی مرضی کے خلاف ہوتی تھی تو خود بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے سے بھی نہ رکتے تھے اس طور پر شمال کی آزاد آبادی کی طرح ان کا طبقہ بھی اکھڑ اور آزاد واقع ہوا تھا۔

ڈنسٹن کی حکومت

ملک کی حالت کا یہ عام نقشہ تھا کہ ڈنسٹن جس کی ابھی مسیں بھی بھیگنے پائی تھیں۔ ایتھلسٹن کے دربار میں آیا۔ لیکن شوخ چشم امرا اور پادری جو اُس کے علم اور قابلیت کے باعث اُس سے حاسد ہو گئے تھے۔ اُسے وہاں ٹکنے نہ دیا۔ ایک شدید مرض میں مبتلا ہونے کے بعد ڈنسٹن

نے دنیا چھوڑ دی۔ اور رہبانیت اختیار کر لی۔ ایڈمنڈ نے اسے گلیسٹن بری کی خانقاہ کا راہب اعظم مقرر کیا۔ اور جب وہ آگے چل کر بادشاہ کا وزیر ہو گیا۔ تو ملک کے انتظام میں اُس نے اپنی لیاقت کے جوہر دکھائے پہلے اُس نے قوم اسکاٹ کے بادشاہ میلکم کو کمبرلینڈ کا علاقہ دے کر اپنا دوست بنا لیا۔ اور اس دوستی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ڈینوں کو میلکم کی طرف سے کوئی کمک نہ ملنے پائی۔

ایڈمنڈ ۹۴۰ء
ایڈرڈ ۹۴۶ء
ایڈوی ۹۵۵ء

اس کے بعد اُس نے ڈینوں کو بھی اس بات کی اجازت دے کر خوش کر دیا کہ وہ اپنے قومی رسم و رواج اور قوانین اختیار کر سکتے ہیں۔ امیروں اور غریبوں کے ساتھ وہ بلا رو و رعایت ایک سا سلوک کرتا تھا۔ اور اُس کے اس ناطرفدارانہ طرز عمل سے پریشاں حال ملک میں تھوڑا بہت انصاف قائم ہو گیا تھا۔ ایڈمنڈ کو سنہ ۹۴۶ء میں ایک باغی نے جس کا نام لیاف تھا قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد ایڈرڈ تخت پر بیٹھا۔ ڈنسٹن اس کے عہد میں بھی برابر منصب وزارت پر فائز رہا اور اگرچہ ایڈرڈ کے جانشین ایڈوی نے اس بات پر ناراض ہو کر کہ ڈنسٹن نے بادشاہ کو رشتہ کی ایک عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے روکا تھا جلاوطن کر دیا۔ لیکن جب سنہ ۹۵۹ء میں ایڈگر جس کی عمر اس وقت صرف چودہ سال تھی۔ تخت پر بیٹھا تو ویسکس کی مجلس دانش منداں کے فیصلے سے قلمدان وزارت پھر ڈنسٹن کے سپرد ہوا۔

ایڈگر الملقب بہ صلح دوست
سنہ ۹۵۹-۹۷۵ء

کنٹربری کے اسقف اعظم ہونے کی حیثیت سے ڈنسٹن کا زمانہ حکومت وہ زمانہ ہے جس میں اہل ملک رفتہ رفتہ ترقی کر کے ایک قوم بن گئے۔ ایڈگر ”صلح دوست“ کے لقب سے ملقب ہوا۔ اور جہاں ایڈگر کے قوانین کی دانشمندانہ اور منصفانہ یاد کئی نسلوں تک قائم رہی۔ وہاں اس کے عہد فرمانروائی میں ملک سب سے پہلی مرتبہ انگلالینڈ کے نام سے موسوم ہوا یعنی وہ سرزمین جس میں انگل یا انگریز بستے ہیں۔ نارتھمبریا کا شمالی حصہ جو لوتھین کہلاتا ہے کینتھ شاہ اسکاٹلینڈ کو دے دیا گیا جو اس پر ایڈگر کی طرف سے حکمراں ہوا اور اس طور پر شمال کی

لوتھیئن کا علاقہ اسکاٹلینڈ والوں کو دیدیا گیا۔

ستور ناپشت آبادی رام کرلی گئی۔ اسکاٹلینڈ کے بادشاہ بھی اب زیادہ تر میدانی علاقوں میں رہنے لگے اور ایڈنبرا اسکاٹلینڈ کا پائے تخت ہوگیا۔ ویلز کے سرکش بادشاہ اڈوال کو سر اطاعت خم کرنا پڑا۔ اور اُس کی طرف سے تین سو بھیڑیوں کے سر ہر سال بطور خراج کے وصول ہونے لگے دوسری قوموں کے ساتھ تجارت کا سلسلہ اب ترقی کر چلا رہزنوں اور غارت گروں کی دست برد سے مال تجارت کو بچانے کے قوانین نہایت سخت تھے۔ اور ایڈگر نے جہازوں کے تین بیڑے خاص اس کام پر لگا رکھے تھے کہ ساحل کو شب و روز ڈین قوم کے بحری قزاقوں کی دست درازی سے بچاتے رہیں تاکہ فرانس اور جرمنی کے سوداگر اپنا مال لے کر صحیح و سلامت لندن پہنچ سکیں۔ لندن میں اہل حرفہ نے اپنی مخصوص انجمنیں قائم کرنی شروع کیں۔ کلیسائی حلقے متحد ہوکر "وارڈ" (صدر حلقے) بن گئے۔ ہر صدر حلقے کا انتظام ایک سرپنچ سے متعلق ہوگیا۔ اور "بُرا" یعنی قصبے کے مکان داروں کی طرف سے یہ مطالبہ ہونے لگا کہ انھیں اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔

ترقی تجارت۔

ایڈورڈ الملقب بہ شہید ۹۷۵ء - ۹۷۹ء۔

ڈنسٹن نے تعلیم میں نئے سرے سے جان ڈالی۔ اور کوشش کی کہ خانقاہوں اور مدرسوں میں راہب زیادہ تر پاکبازانہ زندگی بسر کریں۔ اور شاگردوں کو زیادہ محنت اور شوق سے درس دیں۔ لیکن کلیسائی حمایت میں اس کی یہ سرگرمی انجام کار حکومت سے اس کی برطرفی کا باعث ہوئی۔ اگرچہ متاہل پادریوں کو اُس نے اپنے اپنے منصبوں پر برقرار رہنے دیا تھا۔ پھر بھی اُس کی کوشش یہی تھی کہ قانون تجرد کو اُن میں ازسرنو رواج دیا جائے۔ چنانچہ ویران شدہ خانقاہوں کو جو رہبانیت کی کمیں گاہیں تھیں نئے سرے سے بنوا کر اُس نے راہبوں کے ساتھ خاص رعائتیں کیں اور ایڈگر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ جو زمینیں ان سے لے لی گئی تھیں۔ بحال کردی جائیں۔ اس سے عام طور پر بڑی بددلی پھیل گئی۔ اور جب ایڈگر کی وفات پر اُس کا کم سن بیٹا ایڈورڈ چار سال کے قلیل عہد حکومت کے بعد اپنی سوتیلی ماں ایلفرتھ کے حکم سے

مار ڈالا گیا تو فوجِ رکاب کے سرداروں نے ایلفرتھ کے خرد سال بیٹے ایتھلرڈ کو تخت
پر بٹھایا۔ اور سلطنت کی باگ ایلفرتھ اور اُس کے منہ لگے سردار ایتھلوائن کے
ہاتھ آگئی۔ ڈنسٹن کنٹربری میں جاکر گوشہ نشین ہوگیا۔ اور نو سال بعد وہیں اُس نے
وفات پائی۔

ایتھلرڈ الملقب بہ مجہول
۱۰۱۶-۹۷۹ء۔

بدنصیب انگلستان پر پھر مصیبتوں اور پریشانیوں کا دل بادل
چھا گیا۔ ایتھلرڈ کو تاریخ نے "مجہول" کا خطاب دیا ہے۔ اور
وہ "خود رائے" بھی کہا ہے۔ کیونکہ وہ دوسروں کے مشورے
پر کبھی عمل نہ کرتا تھا۔ اور اپنی ہی رائے پر چلتا تھا۔ جب وہ بڑا ہوکر فرمانروائی کے
قابل ہوا تو اپنے کلیسائی مشیروں سے جھگڑا کر اُس نے من مانی حکومت کا ڈول ڈالا
اور اس فکر میں ہوا کہ فوجِ رکاب کے سرداروں کی طاقت کو کچل ڈالے۔ لیکن
اُن کی طاقت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں پھر متعدد چھوٹی چھوٹی حکومتیں
قائم ہوگئیں۔ جو بڑی آسانی سے ڈین حملہ آوروں کا لقمہ بن سکتی تھیں۔ چنانچہ ڈنمارک
اور ناروے کے بادشاہ سوین (یا سویجن) اور اولف ایک ٹڈی دل لیے ہوئے آئے
اور ملک ان غارت گروں کے حملوں کا پھر تختۂ مشق بن گیا۔ اس میں شک نہیں
کہ اگر انگریزوں پر اس وقت کوئی اچھا بادشاہ حکمراں ہوتا تو وہ دشمن کی مدافعت ضرور
پوری کامیابی کیساتھ کرتے۔ اسلئے کہ ہم مشرقی سیکسنوں کے سردار برتھ ناتھ

ڈین قوم کا دوسرا حملہ

الملقب بہ "پیر مرد" کی جانبازی کا افسانہ نہیں بھولے جس نے ڈینوں کا مقابلہ کیا
اور ۹۹۱ء میں مالڈن کی مشہور جنگ میں لڑتے لڑتے مارا گیا۔ لیکن ایتھلرڈ نے
کیا تو یہ کیا کہ "ڈین گلڈ" (ڈینوں کا خراج) کے نام سے زمین پر ایک محصول لگا دیا
اور پہلے تو سولہ ہزار پونڈ کے برابر رقم دے کر انھیں ٹالا۔ پھر چند سال بعد چوبیس
ہزار پاؤنڈ کا مزید نذرانہ پیش کر کے کچھ عرصے کے لیے اُن کی پیشقدمی کو روکا۔ اس کے
بعد اُس نے نارمنڈی کے ڈیوک (امیر الامرا) رچرڈ کی بیٹی ایما سے اس اُمید پر
شادی کی کہ قوم نارمن اُس کی دستگیری کرے گی۔ جب یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو اُس
نے بدرجۂ اخیر یہ حیلہ سوچا کہ مجلس دانش مندان کو ڈینوں کے قتل عام پر آمادہ کرے
مجلس پہلے ہی ان سے خار کھائے بیٹھی تھی۔ ایتھلرڈ کا اشارہ جلتی آگ پر تیل ہوگیا

اور مجلس کے خفیہ احکام کی بنا پر سینٹ برائس والے دن ۱۳ نومبر سنہ ۱۰۰۲ء کو کثیر التعداد ڈین تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔

سلطنت کے لیئے جدوجہد

جو لوگ قتل ہوئے تھے ان میں سوین کی بہن گن ہلڈ اور گن ہلڈ کا خاوند اور بیٹا بھی شامل تھا۔ سوین کو جب اس واقعے کی خبر ملی تو اُس نے قسم کھائی کہ ان کا انتقام لے کر رہوں گا۔ چنانچہ ایک بہت بڑی فوج لیکر وہ انگلستان پر حملہ آور ہوا۔ اور اُس کے پیچھے ہی پیچھے ارل تھرکل ڈینوں کا ایک زبردست جتھا لیئے ہوئے آ پہنچا۔ دونوں نے ملکر ملک بھر میں لوٹ مار مچادی اور کنٹربری کا اسقف اعظم الفیج بڑی بیدردی سے ڈینوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ ایتھلرڈ نے دو مرتبہ اور اپنے دشمنوں کو روپیہ دے دلا کر ٹالا۔ لیکن انگریز اُس کے ظلم و ستم سے تنگ آ گئے تھے۔ نارتھمبریا اور مرشیا کی حکومتیں سوین کے ساتھ مل گئیں اور ویسکس کے فوجی سردار بھی اُس کے مطیع ہو گئے۔ ایتھلرڈ اب اپنے اہل و عیال سمیت بھاگ کر نارمنڈی چلا گیا۔ اور سوین ملک کا بادشاہ ہو گیا۔ یہ سچ ہے کہ ایک مہینے بعد جب سوین نے وفات پائی تو ایتھلرڈ پھر واپس آ گیا لیکن اب سوین کا بیٹا نوٹ اسکے مقابلے کے لیئے موجود تھا۔ دو سال دونوں میں کشمکش ہوتی رہی۔ آخر ۱۰۱۶ء میں ایتھلرڈ کا انتقال ہو گیا۔ لندن کے باشندوں نے ایتھلرڈ کی وفات پر اُسکے بیٹے ایڈمنڈ کو جسکا

ایڈمنڈ الملقب بہ فولاد پہلو صرف سات مہینے حکومت کرنے پایا ۱۰۱۶ء۔

لقب فولاد پہلو ہے اپنا بادشاہ منتخب کیا لیکن انگلستان کی باقی تمام آبادی کی طرف سے نوٹ بادشاہی کے لیئے تجویز ہوا۔ ایڈمنڈ بڑی بہادری سے لڑا اور چھ فیصلہ کن لڑائیوں کے بعد سلطنت اُس کے اور نوٹ کے درمیان تقسیم ہو گئی لیکن سات مہینے کی حکومت کے بعد اُسکا رشتۂ حیات منقطع ہو گیا۔ اور ڈینوں اور انگریزوں نے بالاتفاق نوٹ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

نُوٹ سنہ ۱۰۱۶-۱۰۳۵ء۔

چھتیس سال کی پریشان کن جدوجہد کے بعد رعایا کو اب پھر ایک زبردست حکمراں نصیب ہوا۔ اور اٹھارہ سال تک ملک میں امن و امان کا دور دورہ رہا۔ نُوٹ نے جی میں ٹھان لی تھی کہ ملک پر اس انداز سے حکومت کریگا جس سے لوگوں کو معلوم ہو کہ انکا بادشاہ گویا ایک انگریز ہے۔ اگرچہ اپنے عہد

فرماں روائی کے شروع میں جبکہ اُس کا تخت محفوظ نہ تھا۔ وہ بہت سختی اور بے رحمی کرتا رہا لیکن آگے چل کر اُس نے اپنے انصاف اور دانش مندی سے لوگوں کے دل میں گھر کرلیا۔ جس طرح تمام انگریزی نسل کے بادشاہوں کا قاعدہ تھا کہ تخت و تاج اُنھیں اپنی قوم کی مجلس دانش منداں کی طرف سے ملا کرتا تھا۔ اسی طرح اُس نے بھی یہ امانت مجلس ہی سے حاصل کی۔ ملک میں اُس نے ایڈگر ہی کے قوانین قائم رکھے اور ایتھلرڈ کی بیوہ ایما کے ساتھ نکاح کر کے رعایا کو اور زیادہ اپنا گرویدہ کرلیا۔ ادھر ڈین بھی خوش تھے کہ اُن کا بادشاہ اُنھیں کی نسل سے ہے۔ نوٹ نے انگلستان کو چار صوبہ داریوں میں تقسیم کردیا۔ جن کے حاکم "اَرل" یا "جارل" کہلاتے تھے۔ ڈین زبان میں یہ منصب

امن و امان کے اٹھارہ سال

انگریزی منصب "ایلڈرمین" (سرپنچ یا سردار) کا ہم معنی ہے۔ مرشیا نارتھمبرلینڈ ویسکس اور مشرقی اینگلیا کے ان چاروں علاقوں پر انگریز حاکم مامور ہوتے تھے جن میں سب سے زیادہ طاقتور دو امرا تھے۔ ایک تو مرشیا کا امیر لیافرک اور ایک ویسکس کا امیر گاڈون۔ جو نوٹ کا وزیر تھا اور بادشاہ کی بھتیجی سے بیاہا بھی گیا تھا نوٹ نے اپنی ڈین فوج برطرف کردی اور جنگی ضروریات کے لیئے صرف صرف خاص کی ایک جمعیت رہنے دی۔ انگریزوں کی وفاداری پر اُسے اس درجہ بھروسا تھا کہ جب اُس نے ڈنمارک پر چڑھائی کی تو انگریزی سپاہ اپنے ہمراہ لیتا گیا۔ ملک میں اب امن قائم تھا۔ لوگ فراغت اور اطمینان سے دلدلوں کی صفائی اور جنگلوں کی کاٹ چھانٹ میں مصروف ہوگئے۔ زمینوں میں کاشت کرنے لگے۔ اور تجارت اور صنعت و حرفت کو ترقی دینے لگے۔ ویلش اور انگریز غلاموں کی خرید و فروخت کا جو شرمناک سلسلہ جاری تھا۔ اُس کی روک تھام کے لئے بھی ایڈگر کی طرح نوٹ نے بہت کوششیں کیں۔ لیکن اس میں وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ باوجودیکہ بردہ فروشی کی قانوناً ممانعت تھی۔ اور پادری بھی لوگوں کو وعظ و نصیحت کے ذریعے سے سمجھاتے تھے کہ انسان کا لونڈی غلام بناکر بیچا جانا بُری بات ہے۔ لیکن پھر بھی نوعمر مردوں اور عورتوں کے کھیپ کے کھیپ برسٹل سے جہازوں میں بھر کر روانہ کیئے جاتے تھے اور آئرلینڈ میں ڈینوں کے ہاتھ فروخت کردیے جاتے تھے

اگر نوٹ کے دونوں فرزند ہیرلڈ اور ہارتھانوٹ عاقل و دانا ہوتے تو انگلستان کا

سریر سلطنت اس قدر جلد ڈین بادشاہوں سے خالی نہ ہو جاتا لیکن ان دونوں نے اپنے قلیل زمانۂ حکومت میں رعایا پر وہ ستم ڈھائے کہ چند ہی روز میں ملک میں خاک اڑنے لگی

ہیرلڈ اول ۱۰۳۵ء سے ۱۰۴۰ء
ہارتھا نوٹ ۱۰۴۰ء سے ۱۰۴۲ء

اور اہل برطانیہ کو جو ڈین بادشاہوں سے نفرت تھی اس کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب ہارتھا نوٹ ۱۰۴۲ء میں ایک تقریب ولیمہ کے موقع پر دفعتہً گر کر فوت ہوا تو اُس کے سوتیلے بھائی ایڈورڈ کی بادشاہی سے انگریز بہت خوش ہوئے کیونکہ وہ ایتھلریڈ اور ایما کا بیٹا اور اُن کے قدیم سلسلۂ سلاطین سے تھا۔ اُس زمانے سے جس قدر ڈین انگلستان میں بس گئے تھے اُن سب نے انگریزوں سے شیر و شکر ہونا شروع کر دیا اور ان دونوں قوموں میں اتنی جلد میل جول ہوا کہ لوگوں کو چند ہی قرنوں کے بعد انگریزوں اور ڈینوں میں فرق کرنا مشکل ہو گیا۔ بریں ہم اس زمانے میں بھی ڈینی خون کا پتہ لگانا مشکل نہیں ہے یارک اور لنکن کے اضلاع میں جو مشٹنڈے اور زیادہ بھورے بالوں والے کسان و زمیندار دکھائی دیتے ہیں وہ اُن ہی ڈینوں کی یادگار ہیں۔ اُس قوم نے جن شہروں کو آباد کیا تھا وہ ابھی تک باقی رہ گئے ہیں اور اُنکے نام لفظ "بی" (By) پر ختم ہوتے ہیں اور اسی علامت سے اُن کی شناخت کیجاتی ہے "بی" کے وہی معنی ہیں جو انگلو سیکسن ٹون (Tun) اور ہیم (Ham) کے ہیں اور جن کا مفہوم شہر و قریہ اور (مسکن و موضع جاگیر) وغیرہ کا ہے چنانچہ ڈاربی۔ وٹبی اور رگبی ایسے شہر ہیں جن کو ڈینوں نے بسایا تھا مگر اس کے برخلاف ناٹنگھم۔ ڈرھم اور ریڈلنگٹن کے ناموں سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کو نو وارد انگریزوں نے آباد کیا تھا۔

چوتھا باب

انگلستان میں نارمن قوم کے اثر کا آغاز

لوگ اگرچہ خوش تھے کہ الفریڈ کی اولاد پھر وارث تاج وتخت ہوئی ہے۔ اور انھیں پھر ایک ایسا بادشاہ نصیب ہوا ہے جو انھیں میں سے ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایڈورڈ نوٹ سے بھی زیادہ بدیسی ہوگیا تھا۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے ہمیں ڈیڑھ سو سال پہلے کے واقعات پر نظر ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ فرانس کے شمالی ساحل پر کیا واقعات پیش آرہے تھے۔ جس زمانے میں قوم ڈین نے الفریڈ اعظم کا انگلستان میں قافیہ تنگ کر رکھا تھا تو انھیں بحری قزاقوں کے غول کے غول کشتیوں پر سوار فرانس کے اس علاقے میں لوٹ مار مچا رہے تھے جو دریائے سین کے نواح میں واقع ہے۔ اور جس طرح ان کے بھائی بند انگلستان میں قتل وغارت کا بازار گرم کر رہے تھے اسی طرح انھوں نے فرانس میں تاخت وتاراج کا ہنگامہ بپا کر رکھا تھا۔ ان لٹیروں کی ایک جماعت نے رالف یا رولو نام ایک مشہور سردار کی سرکردگی میں دریائے سین کے اندر اپنا بیڑا لا کر شہر روئن پر قبضہ کرلیا۔ رالف کی غارتگرانہ دستبرد نے چاروں طرف جو تباہیاں پھیلائیں ان کے حالات متعدد روایات کے ذریعے سے ہم تک پہنچے ہیں مگر یقینی طور پر صرف اس قدر معلوم ہے کہ سنہ ۹۱۲ء میں یعنی اُسی وقت جبکہ ایتھلفلڈ اور ایڈورڈ انگلستان میں علاقہ ڈین لا یعنی قوم ڈین کی حکومتوں کو فتح کر رہے تھے۔ (دیکھیے صفحہ ۵۴) چارلس الملقب بہ "سمپل" (سادہ لوح) شاہ فرانس نے رالف کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ جس کی رو سے دریائے سین کے دونوں کناروں کا علاقہ رالف کو مل گیا۔ اور شہر روئن اس علاقے کا دار الحکومت قرار پایا۔ اس کے بعد رالف نے بادشاہ فرانس کی بیٹی سے شادی کرکے مسیحی مذہب اختیار کرلیا۔ جس علاقے پر وہ ڈیوک (امیر الامرا) کی حیثیت سے

نارمن قوم فرانس میں سنہ ۹۰۰ء

ریاست نارمنڈی سنہ ۹۱۲ء

حکمران تھا نارمنڈی یعنی اہل شمال کی سرزمین کے نام سے موسوم ہوا۔ اور اس کے بعد اسکی اولاد اس پر حکومت کرتی رہی ؏

نارمن فرانسیسی ہو گئے

غرض فرانس کے نارمن اور انگلستان کے ڈین ایک ہی نسل سے تھے۔ البتہ فرانسیسی قوم جس کے ملک میں نارمن آکر آباد ہوئے تھے۔ اور جس کے ساتھ اُنھوں نے شادی بیاہ کے تعلقات بھی قائم کر لیئے تھے۔ انگریزوں سے بالکل مختلف تھی۔ جفاکشی اور استقلال میں اگرچہ فرانسیسی انگریزوں کی ٹکر کے نہ تھے۔ لیکن تہذیب وشایستگی میں اُن سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ اس لیئے کہ دنیا کا نشیب وفراز انھوں نے بہت زیادہ دیکھا تھا۔ اور روما کی مہذب آبادی سے انھیں بہت زیادہ سابقہ پڑا تھا۔ وہ ہر ہنر میں دسترس رکھتے تھے۔ فن تعمیر میں انھیں خاص مہارت تھی۔ چستی وچالاکی ذہانت وطباعی اور خوش طبعی وشگفتہ مزاجی ان کے نمایاں اوصاف تھے۔ کس طرح ممکن تھا کہ یہ اوصاف اپنا اثر نہ دکھاتے۔ زیادہ عرصہ گزرنے پایا تھا کہ بجز ایک چھوٹے سے علاقے کے جو بیئو کے نواح میں واقع ہے باقی تمام علاقے کے نارمن فرانسیسی رنگ میں رنگے گئے۔ زبان بھی فرانسیسی اختیار کرلی۔ عادات واطوار میں بھی فرانسیسی ہوگئے۔ اور انکی سپاہیانہ اور جفاکش طبیعتیں فرانسیسیوں کی زیادہ لطیف طبیعتوں کے ساتھ گھل مل کر یک ذات ہوگئیں۔ اس سے تمھیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ سو سال کی

ایڈورڈ آدھا نارمن تھا

مدت گزرجانے کے بعد جب ایتھلرڈ الملقب بہ مجہول کی شادی نارمنڈی کے امیر رچرڈ کی بیٹی یعنی بحری قزاقوں کے سردار رالف کی پروتی سے ہوئی۔ تو نارمن قوم اہل فرانس کی خو بو اختیار کرکے فرانسیسی بن چکی تھی اور اس لحاظ سے ایتھلرڈ کا بیٹا ایڈورڈ جو ایما کے بطن سے انگلستان میں پیدا ہونے کے باوجود آدھا بدیسی تھا۔ اس کے علاوہ اسکی عمر ابھی نو ہی سال کی تھی کہ وہ اپنے بھائی الفریڈ سمیت اپنے والدین کے ساتھ انگلستان سے فرار ہوکر نارمنڈی چلا گیا تھا۔ اس کی ماں ایما تو کچھ مدت بعد انگلستان واپس آگئی جہاں ایتھلرڈ کی وفات کے بعد اُس نے نوٹ سے نکاح کیا۔ اور اُس کا بھائی الفریڈ بھی ہیرلڈ کے زمانۂ حکومت میں انگلستان چلا آیا۔ مگر ہیرلڈ کے آدمیوں نے ظلم وفریب سے اس بیچارے کی آنکھیں نکال لیں۔ اور اسکا انتقال بہ مقام ایلی

ہو گیا۔ لیکن خود ایڈورڈ نے یہ تمام زمانہ نارمن دربار ہی میں گزارا۔ وہ نارمنڈی ہی میں تھا کہ اس کے چچا کا بیٹا ولیم جسکی عمر صرف سات سال تھی۔ نارمنڈی کا رئیس ہو گیا۔ اور دونوں چچیرے بھائیوں کے تعلقات نہایت ہی دوستانہ ہو گئے۔

ایڈورڈ الملقب بتائب ۱۰۴۲ء - ۱۰۶۶ء

چھ سال بعد ایڈورڈ کو اُس کے سوتیلے بھائی ہارتھا نوٹ نے انگلستان بلا بھیجا۔ جہاں وہ بہت جلد بادشاہ منتخب ہوکر تخت پر بٹھایا گیا۔ اس کے ہمراہ بہت سے نارمن امرا اور پیشوایان دین بھی آئے تھے۔ جنھیں بڑے بڑے منصب اور خدمتیں دی گئیں اور ایسا ہونا ایک بالکل قدرتی بات تھی۔ ایڈورڈ طبیعت کا نرم بہت مسکین اور پرہیزگار بادشاہ تھا۔ تخت پر بیٹھے ہوئے اسے زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ ایک نارمن راہب رابرٹ ساکن جمیجے کو اُس نے لندن کا اسقف اور ایک نارمن راہب الف کو راچسٹر کا اسقف مقرر کیا۔ پادری رابرٹ بادشاہ کے مزاج میں یہانتک دخیل ہو گیا تھا کہ چند سال بعد بادشاہ نے اسے کنٹربری کے صدر اسقف کی خدمت سونپ دی۔ لیکن اس شخص کا اثر ملک کے حق میں بہت مضر ثابت ہوا۔ ملک بھر میں صرف ایک ہی شخص ایسا موجود تھا جو بادشاہ کے ان منہ لگے حواشی کی حد سے بڑھی ہوئی بے عنوانیوں کی روک تھام کرتا رہتا تھا۔ یہ جلیل القدر شخص ویسکس کا امیر گاڈون تھا۔ جسکی بیٹی ایڈتھ سے ایڈورڈ نے عقد کیا تھا۔ ملک کے انتظام کی باگ فی الحقیقت گاڈون ہی کے ہاتھ میں تھی۔ اور اسکا طریقۂ حکومت خوب تھا۔ لیکن شومی قسمت سے اُس کا سب سے بڑا بیٹا سوئن ایک ناہموار و بے مہار شخص واقع ہوا تھا۔ جسکی غلط کاریوں نے کیا بادشاہ اور کیا رعایا دونوں کو ناراض کر دیا۔ گاڈون کے دشمن تو تاک میں لگے ہی بیٹھے تھے۔ اس سے بہتر موقع اُس سے بدلہ لینے کا انھیں اور کیا ہاتھ آسکتا تھا۔ سوئن کی خطائیں گاڈون کو نیچا دکھانے کا بہانہ بن گئیں۔

گاڈون باغی قرار دیا گیا سنہ ۱۰۵۱ء

اسی زمانہ میں ایڈورڈ کے بہنوئی یوسٹیس امیر بولون کی ڈوور والوں کے ساتھ جھڑپ ہو گئی اور کشت و خون تک نوبت پہنچی جسمیں بہت سے آدمی مارے گئے۔ یوسٹیس کو اصرار تھا کہ اہل ڈوور کو اُن کے

تمرد کی پاداش میں سزا دی جائے۔ ادھر گاڈون کہتا تھا کہ کامل تحقیقات کے بغیر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے گی۔ اور اگرچہ اس طرز عمل کے لحاظ سے وہ حق بجانب تھا لیکن نارمن امرا اور خود انگریزی امرا بھی جن کے دل میں اس کا بڑھا ہوا رسوخ کانٹا بن کر کھٹک رہا تھا اس کی مخالفت میں بادشاہ کے طرفدار ہو گئے۔ چنانچہ گاڈون اپنے بیٹوں سمیت باغی قرار دیدیا گیا۔ وہ اگر چاہتا تو حکومت کا مقابلہ کرتا۔ اور ملک میں خانہ جنگی بپا ہو جاتی۔ لیکن اس کی حُبِ وطن نے یہ بات گوارا نہ کی۔ اور اسی لیئے وہ وطن چھوڑ کر فلینڈرس چلا گیا جہاں وہ کوئی سال بھر رہا۔ انگلستان کی تاریخ میں یہ سال یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اس لیئے کہ گاڈون کی غیبت میں جب کہ نارمن فوجی سردار اور پادری حکومت کے سیاہ و سفید کے مالک بنے ہوئے تھے۔ نارمنڈی کا فرمانروا ولیم جو ایک بلند بالا اور حسین و شکیل نوجوان تھا۔ ایڈورڈ سے ملنے انگلستان آیا۔

ولیم ایڈورڈ سے ملنے آتا ہے
سنہ ۱۰۵۱ء

بیان کیا جاتا ہے کہ اسی ملاقات کے دوران میں ایڈورڈ نے جو لاولد تھا۔ ولیم سے وعدہ کیا کہ اپنے بعد انگلستان کے تخت و تاج کا وارث میں تمہیں قرار دیتا ہوں۔ اپنے چچازاد بھائی سے ایڈورڈ کو جو محبت تھی ویسے ہی وعدہ کی مقتضی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاج انگلستان کچھ اسکی ملکیت نہ تھا جسے وہ اپنی مرضی سے کسی دوسرے کے حوالے کر سکتا۔ یہ اختیار صرف مجلس دانشمندان کو حاصل تھا۔ اور چونکہ ولیم کی رگوں میں انگریزی خون کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ اسلیئے تاج انگلستان پر اُسے مطلق کوئی حق نہ تھا۔

گاڈون کی واپسی
سنہ ۱۰۵۲ء

ملک کی حالت گاڈون کے بغیر بدتر ہو گئی۔ اور جب وہ دوسرے سال اپنے چھوٹے بیٹوں کے ہمراہ انگلستان واپس آیا تو اُس کی پیشوائی کے لیئے لوگوں کا ایک انبوہ کثیر جمع ہو گیا۔ جو اسکے ایک اشارے پر لڑنے مرنے کے لیئے آمادہ تھے۔ وہ اس بات کا روادار تو نہ ہوا کہ لوگ بادشاہ کی فوج سے مقابلہ کریں۔ البتہ اس حق کا اُس نے ضرور مطالبہ کیا کہ اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔ اور اگرچہ بادشاہ اسکی بحالی پر کسی طرح رضامند نہ ہوتا تھا۔ لیکن مجلس دانشمندان نے نہایت خوشی سے

اسکی جاگیر اور اقتدار کو بحال کر دیا جب اُن نارمن امرا کو جو بادشاہ کی ناک کے بال سے معلوم ہوا کہ گاڈون کا رسوخ شاہی دربار میں پھر قائم ہو گیا ہے۔ تو وہ بھاگ کر فرانس چلے گئے۔ البتہ ایک بڑی تعداد ان امرا کی جو زیادہ سر برآوردہ نہ تھے انگلستان ہی میں مقیم رہی۔

ہیرلڈ کی حکومت

اب ۱۰۵۲ء سے لیکر ۱۰۶۶ء تک چودہ سال کا وہ دور شروع ہوا جس میں انگلستان کی حکومت کی باگ خود فرزندان انگلستان ہی کے ہاتھ میں رہی۔ اور جس طرح شمع کا شعلہ بجھنے سے پہلے دفعتہً بھڑک اٹھا کرتا ہے۔ یا بیمار مرنے سے پہلے سنبھالا لیتا ہے اسی طرح یہ زمانہ بھی قوم کے لئے فرخی و فراخی کا آخری دور تھا۔ دوسرے سال گاڈون کا ضیافت کے ایک جشن میں یک بیک انتقال ہو گیا۔ اور اسکا دوسرا بیٹا ہیرلڈ جو ایک من چلا سپاہی ہونے کے ساتھ ایک بیدار مغز اور حوصلہ مند مدبر بھی تھا۔ اسکا قائم مقام ہوا۔ ایڈورڈ اپنا تمام وقت یا تو سیر و شکار میں گزارتا تھا۔ یا سینٹ پیٹر کے اُس بڑے گرجا کی عمارت کو بنتے دیکھتا رہتا تھا جو ویسٹ منسٹر میں اسی مقام پر تعمیر کی جا رہی تھی۔ جہاں اب ویسٹ منسٹر ایبے (خانقاہ) کی عمارت کھڑی ہے۔ عنان انتظام ہیرلڈ کے ہاتھ میں تھی۔ جو مرشیا کے امیر لیافرک اور یارک کے صدر اسقف ایلڈرڈ کی مدد سے انگلستان پر حکومت کر رہا تھا۔ لیافرک کا گھرانا گاڈون کے خاندان کا رقیب تھا۔ اور اسکے بیٹے آئے دن ہیرلڈ کو پریشان کرتے رہتے تھے۔ لیکن ان کا دیرینہ سال باپ، یعنی لیافرک اپنے ملک کا سچا خیر خواہ تھا اور اس لئے ہیرلڈ جیسے لائق بادشاہ کی ہمیشہ حمایت کرتا رہا۔

ویلز کی تسخیر

مجموعی حیثیت سے رعایا ایسی خوش حال تھی کہ بجز چند شورشوں کے جو ویلز اور نارتھمبرلینڈ میں وقوع پذیر ہوئیں۔ اس زمانے کا اور کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں۔ گاڈون کی جلا وطنی کے زمانے سے ویلز کا بادشاہ گروفڈ انگلستان کے مغربی علاقے کو تاخت و تاراج کر رہا تھا لیکن ہیرلڈ نے برسر اقتدار ہوتے ہی اپنے بھائی ٹاسٹگ کی مدد سے اسکو بزور شمشیر مطیع کر لیا۔ اور اپنی برتری کی شہنشاہی اُس سے منوا کر چھوڑی۔ لیکن نارتھمبرلینڈ کی حالت ایسی قابل اطمینان نہ تھی۔ اس علاقے کا مشہور امیر سیورڈ جس نے اسکاٹلینڈ کے نوعمر بادشاہ میلکم کو میکبتھ کی غاصبانہ دست برد سے نجات دلانے اور اس کے زیر کرنے میں امداد دی تھی ۱۰۵۵ء

میں وفات پاگیا۔ اور ٹاسٹگ اس کی جگہ نارتھمبرلینڈ کا امیر مقرر ہوا۔ ٹاسٹگ
ایڈورڈ کا بہت منھ لگا تھا۔ اور اپنے علاقے کے انتظام پر توجہ کرنے کے بجائے ہر وقت

نارتھمبرلینڈ کی بغاوت اور ٹاسٹگ کا باغی قرار دیا جانا

بادشاہ کی دربارداری کیا کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نارتھمبرلینڈ میں
بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ لوگوں نے جمع ہو کر لیا فرک
کے پوتے مارکیر کو اپنا امیر منتخب کیا۔ اور ایک جم غفیر نے جنوب
کی طرف بڑھ کر مطالبہ کیا کہ ٹاسٹگ کو جلاوطن کر دیا جائے۔ ہیرلڈ نے اتنی قوت
اپنے آپ میں نہ پائی کہ بھائی کی حمایت میں سینہ سپر ہو سکے۔ چنانچہ ٹاسٹگ باغی قرار
دیا گیا۔ اور اپنے اہل وعیال کو ساتھ لیکر فلینڈرس چلا گیا۔ اسی وقت سے وہ اپنے
بھائی کا دشمن ہوگیا۔ اور یہی دشمنی آگے چل کر ہیرلڈ کے زوال کا ایک بڑا باعث بن گئی

تاج انگلستان کے دعویدار

ہیرلڈ اس وقت انگلستان کا حقیقی حاکم اعلیٰ تھا۔ لوگ اسکی
زبردست حکومت کے سایہ میں خوش وخرم تھے۔ اور چونکہ
ایڈورڈ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لیئے وہ ہیرلڈ ہی کو اپنا آیندہ بادشاہ سمجھنے
لگے تھے۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ ایڈورڈ نے فی الحقیقت ولیم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ
میرے بعد وارث تخت وتاج تم ہوگے لیکن اگر ایسا کوئی وعدہ ہوا بھی تھا تو ایڈورڈ
نے دیکھ لیا کہ بحالت موجودہ اس کا ایفا محال ہے۔ چنانچہ اس نے ایڈمنڈ فولادپہلو
کے بیٹے ایڈورڈ کو ہنگری سے اپنی جانشینی کے لیئے بلا بھیجا۔ لیکن انگلستان پہنچنے
کے کچھ ہی دن بعد بادشاہ سے ملے بغیر اسکا انتقال ہوگیا۔ اس کی یادگار
صرف ایک کم سن لڑکا ایڈگر باقی رہ گیا۔ جس کے حالات پھر ہمارے سامنے
آئیں گے۔

ہیرلڈ کی قسم

ادھر ولیم فرمانروائے نارمنڈی کو ابھی تک یہ امید بندھی
ہوئی تھی کہ ایڈورڈ کا وعدہ پورا ہوگا۔ ایک مرتبہ جب ہیرلڈ کا
جہاز طوفان میں گھر کر نارمنڈی کے ساحل پر غرق ہوگیا۔ اور پانتھیو کے حاکم نے
اسے گرفتار کرکے روئن بھجوا دیا۔ تو بیان کیا جاتا ہے کہ ولیم نے اس سے
قسم لی کہ ولیم کے مقصد کی تائید کرے۔ اور اس عہد کو زیادہ واثق بنانے کی
غرض سے اس قربانگاہ کے نیچے جس پر حلف اٹھایا گیا تھا ہیرلڈ کے علم کے بغیر

مسیحی اولیا کے کچھ تبرکات بھی چھپا دیئے۔ ان واقعات کی اصلیت خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ایڈورڈ یا ہیرلڈ کسی کو بھی تاج انگلستان کے وعدے کا اختیار نہ تھا ؎

ایڈورڈ کی وفات

۵ جنوری ۱۰۶۶ء کو ایڈورڈ نے وفات پائی کلیسائے ویسٹ منسٹر کے افتتاح کی رسم کو صرف ایک ہی ہفتہ گزرا تھا۔ ایڈورڈ کو کیا معلوم تھا کہ اسی عمارت میں جو اُسے اس درجہ عزیز تھی۔ اس کا جسم عنقریب حوالۂ خاک ہونے والا ہے۔ ایڈورڈ اگرچہ طبیعت کا کمزور تھا لیکن اُسکے اتقا اور پرہیز گاری میں کلام نہیں۔ چنانچہ اُسکی وفات کے کوئی سو سال بعد ۱۱۶۳ء میں پاپائے الگزینڈر ثالث نے مسیحی اولیا کی فہرست میں اُسکا نام شامل کرتے وقت اُسے امین معاصی کے لقب سے ملقب کیا۔ مرنے سے پہلے ایڈورڈ نے ہیرلڈ کو اپنی جانشینی کے لیئے نامزد کیا۔ اور مجلس دانشمنداں نے جس کے اراکین اس وقت لندن میں جمع تھے۔ اسی دن جلسہ کر کے اس نامزدگی کی اپنے انتخاب سے تصدیق کر دی۔ اور ہیرلڈ کی تاج پوشی کی رسم صدر اسقف ایلڈرڈ کے ہاتھوں بہ مقام ویسٹ منسٹر عمل میں آئی۔

ہیرلڈ ثانی

۵ جنوری لغایت ۱۴ اکتوبر ۱۰۶۶ء

گاڈون کا بیٹا ہیرلڈ اب قوم کی عام رضامندی سے انگلستان کے تخت پر بیٹھا۔ حالانکہ شاہی خون اُس کی رگوں میں صرف اس قدر تھا کہ اُس کی ماں ایک ڈین شہزادی تھی۔ لیکن یہ نئی عزت بہت تھوڑے دن کے لیئے نصیب ہوئی تھی کیونکہ نارمنڈی کے امیر ولیم کو جب ان تمام واقعات کا علم ہوا تو اُس نے قسم کھا کر کہا کہ ہیرلڈ کو میں ایفائے عہد پر مجبور کروں گا اور تخت انگلستان اُس سے لیکر رہوں گا۔ چنانچہ اس نے بلا درنگ جہازوں کا ایک بیڑا بنوانا اور فرانس کے اطراف و جوانب سے ایک لشکر جرار جمع کرنا شروع کر دیا۔ اسی کے ساتھ اُس نے پاپائے الگزینڈر کو عریضہ لکھ بھیجا۔ کہ جس شخص نے اولیا کے تبرکات کی موجودگی میں اپنا عہد توڑا ہے اُس پر فوج کشی کرنے کی مجھے اجازت دی جائے۔ اور میری کامیابی کے لیئے دعا فرمائی جائے۔ شومی قسمت ہیرلڈ کی مشکلات بڑھانے کے لیئے خود اُسکے بھائی کو لیتی آئی۔ ٹاسٹگ

نے جو ناروے چلا گیا تھا۔ اپنی کھوئی ہوئی امارت حاصل کرنے کے لئے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ اور پہلے تو جنوبی ساحل کو لوٹا پھر شمال کی طرف بڑھا اور ناروے کے بادشاہ ہیرلڈ ہارڈراڈا کو ساتھ لیئے ہوئے دریائے ہمبر میں داخل ہو کر یارک شائر میں لنگر انداز ہوا۔

اسٹمفرڈ برج کی لڑائی

ہیرلڈ کو اب ہر طرف خطرے کا سامنا تھا۔ پہلے تو چند مہینے تک وہ جنوبی ساحل پر دشمن کے نمودار ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن جب ولیم نہ آیا تو اُن چھوؤں کو جنھیں بھرتی کر کے اُس نے اپنا جنگی بیڑا تیار کیا تھا مجبوراً منتشر ہونے کی اجازت دے کر وہ ٹاسٹگ کے مقابلے کے لئے شمال کی طرف بڑھا۔ اسٹمفرڈ برج پر جو یارک شائر میں واقع ہے ناروے کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور ٹاسٹگ اور شاہ ہارڈراڈا دونوں مارے گئے۔ لیکن جشن فتح کے شادیانے ابھی بج ہی رہے تھے کہ ایک قاصد نے آکر پیونسی واقع سسکس میں نارمن حملہ آوروں کی لنگر اندازی کی خبر سنائی ؛

ہیسٹنگز کی لڑائی
۱۴ اکتوبر سنہ ۱۰۶۶ء

بادشاہ یہ خبر سنتے ہی پھر جنوب کی طرف پلٹا۔ اور لندن پہنچ کر تمام قوم کو حفاظت ملک کی خاطر جان لڑا دینے کے لیئے طلب کیا۔ لیکن صرف جنوبی علاقے کی آبادی نے اس آواز پر کان دھرا۔ ہیرلڈ انھیں کو لے کر کوچ کرتا ہوا ہیسٹنگز پہنچا۔ جہاں نارمن فوج ڈیرے ڈالے پڑی تھی۔ اُسکے بھائی گرتھ نے اُسے بہت سمجھایا۔ کہ اتنی مختصر سی فوج کے ساتھ غنیم پر حملہ کرنا دانشمندی کا فعل نہیں۔ مناسب یہ ہو گا کہ چاروں طرف کا علاقہ ویران کر دیا جائے۔ تاکہ ولیم رسد کے نہ ملنے سے خود ہی مجبوراً ہتھیار ڈال دے۔ لیکن ہیرلڈ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ اپنے وطن کو خود ہی برباد کرے۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنے گھر کو آگ لگائے۔ چنانچہ بتاریخ ۱۴ اکتوبر ایک پہاڑی پر جسکا نام سنلاک ہے۔ اور جو شہر سے تخمیناً سات میل ہو گی ہیسٹنگز کی مشہور لڑائی وقوع میں آئی۔ یہ جنگ نہایت ہی خونریز تھی۔ انگریزی فوج کے سپاہی جو پیادہ تھے زرہ بکتر پہنے نیزوں اور دو دستی تیشوں سے مسلح تھے۔ اور بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ باقاعدہ فوج کے علاوہ انگریزوں کی طرف سے لڑائی میں دیہاتی آبادی بھی شریک تھی۔ جو بھالے اور بچھوے لیئے ہوئے جس طرح بھی بن پڑتا تھا

دشمن کا مقابلہ کر رہی تھی۔ دوسری طرف نارمن فوج بھی پوری داد شجاعت دے رہی تھی۔ نارمن قادر انداز تیروں کی بوچھار کر رہے تھے۔ اور زرہ پوش سوار خود پہنے نارمن بھاٹ ٹیلفر کی سرکردگی میں پہاڑی پر دھاوا کر رہے تھے کہ کسی طرح انگریزی صفوں کو الٹ ڈالیں۔ اس دھاوے میں سب سے پہلا جو شخص کام آیا۔ وہ یہی بھاٹ ٹیلفر تھا۔ انگریز شجاعت اور پامردی کی دیوار بنے ہوئے کھڑے تھے۔ اور اُن کے حملوں نے چاروں طرف تڑپتی ہوئی لاشوں کے ڈھیر لگا رکھے تھے۔ ایک مرتبہ جب انگریزی حملے کے دباؤ سے نارمن صفیں پیچھے ہٹنے لگیں تو ایک آواز بلند ہوئی کہ نارمنڈی کا امیر مارا گیا۔ اس پر ولیم نے اپنا خود اتار پھینکا اور چلّا کر کہا کہ میں جیتا جاگتا موجود ہوں۔ اور خدا کی تائید سے اب بھی یہ میدان مار کر رہوں گا۔ یہ کہکر اُس نے حیلے کی راہ سے اپنی فوج کو پسپا ہونے کا حکم دیا۔ انگریز اس جھانسے میں آ گئے۔ اور یہ سمجھ کر کہ دشمن فرار ہو رہا ہے۔ بے ترتیبی کے ساتھ پہاڑی سے نیچے اتر آئے۔ نارمن اسی موقع کے منتظر تھے۔ اُنھوں نے دفعتہً پلٹ کر انگریزوں کو تلوار کی باڑھ کے آگے رکھ لیا۔ ساری فوج کٹ گئی۔ اور صرف انگریزی امرا و شرفا کا ایک مختصر سا گروہ باقی رہ گیا۔ جو لڑتے بھڑتے پہاڑی کی چوٹی پر جا پہنچے۔ اور بادشاہ اور اُس کے جھنڈے کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ وہی مقام تھا جہاں آگے چل کر "بیٹل ایبی" (خانقاہ جنگ) کی عمارت تعمیر ہوئی۔ ولیم نے اب اپنے تیر اندازوں کو آگے لا کر حکم دیا کہ تیر اوپر کی طرف چلائیں تاکہ وہ انگریزوں پر اوپر سے آ کر گریں۔ غرض تیروں کی بارش ہونے لگی۔ ایک تیر ہیرلڈ کی دہنی آنکھ میں لگا۔ اور وہ

ہیرلڈ کی موت

تیورا کر نیچے گرا۔ اس پر ولیم نے دھاوا بول دیا اور اُس کی فوج پہاڑی پر چڑھ آئی۔ انگریز اپنے بادشاہ پر آخر وقت تک اپنی جانیں نہایت بہادری سے قربان کرتے رہے۔ لیکن اُنکی دولت کے خاتمے کا وقت آ چکا تھا۔ سیکسن نسل کے آخری تاجدار کو چار نارمن سرداروں کی جاں ستاں ضربوں نے خاک و خون میں ملا دیا۔ اور فتح کا سہرا ولیم کے سر رہا۔ گاڈون کی دیرینہ سال بیوہ گایتھا نے فاتح سے اپنے بیٹے کی لاش کی التجا کی جو قبول کر لی گئی۔ اور ولیم کی اجازت سے وہ ایک ارغوانی خلعت میں کفنا کر شاہی اعزاز کی آخری علامت کے ساتھ سسکس کی پہاڑیوں میں پتھروں کے ایک ڈھیر کے نیچے دفن کر دیا گیا۔

ولیم کی تاج پوشی

ولیم فوج کو لیئے ہوئے سیدھا لندن پہنچا۔ میدان اب بالکل صاف تھا۔ کوئی ایسی طاقت باقی نہ تھی جو اُس کی سنگ راہ ہوسکے۔ اس لیئے کہ انگریزی قوم کے چیدہ چیدہ لوگ سب کے سب سنلاک کی پہاڑی پر کام آچکے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ اہل لندن نے کم سن ایڈگر اتھلنگ کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا تھا۔ لیکن جب ولیم، ساوتھ ورک کو جلا کر خاک سیاہ کرتا ہوا اپنے لشکر جرار کے ساتھ سر پر آپہنچا۔ تو اُن کا جی بیٹھ گیا۔ اور بجز سر اطاعت خم کرنے کے اُنھوں نے اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔ چنانچہ مجلس دانشمنداں کی طرف سے کرسمس والے دن ولیم کا انتخاب عمل میں آیا۔ اور ویسٹ منسٹر میں اُسی صدر اسقف ایلڈرڈ نے اُس کے سر پر تاج رکھا جس نے ہیرلڈ کی رسم تاج پوشی ادا کی تھی۔ انگلستان کی آزادی کا خاتمہ ہوگیا۔

انگریز اور نارمن

چھ سو سال پیشتر انگریزوں نے اپنے وطن سے جو بحر شمالی کے ساحلوں پر واقع تھا بہت بڑی جمعیت کے ساتھ آکر برطانویوں کو پیونسی کے قریب بہ مقام انڈریڈ اینچا دکھایا تھا۔ اب زمانے نے پلٹا کھایا۔ اور خود انگریزوں کو اغیار کا مطیع بنکر اپنی گردن اُنکے سامنے جھکانی پڑی۔ لیکن اس فتح کی نوعیت جداگانہ تھی نارمن حملہ آور بیشک بہت بڑی تعداد میں آئے تھے۔ پھر بھی اُنکی ساری قوم اس چڑھائی میں شریک نہ تھی اور انگریزوں کو جو فی الحقیقت اُنکے ہم نسل تھے اُنھوں نے ملک سے نکالا بھی نہ تھا اس کے علاوہ ولیم فاتح ایک دانشمند اور عالی حوصلہ فرمانروا تھا۔ اور جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا۔ انگریز اُس کے ظل حمایت میں آگئے تھے۔ اس حمایت کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ انگریزوں کا وجود اُس کے لیئے مفید ثابت ہوا تھا۔ اور ایک باعث یہ تھا کہ وہ حقیقت میں ان کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرنا چاہتا تھا۔ آخر میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ انگریزوں کی قوم اب ایک زبردست قوم بن چکی تھی۔ اور یہ لوگ کڑیل اور جیوٹ ہونے کے ساتھ ایسے دھن کے پکے۔ اور آزادہ رو واقع ہوے تھے کہ ایسی مطلق العنان بادشاہی بھی جیسی کہ انکے ملک میں قائم ہوئی، ان کی ہمت کو بالکل پست اور شکست نہ کرسکتی تھی۔ ادھر ایک ہی صدی کے اندر اندر خود نارمن انگریزی قومیت میں جذب ہوکر انگریز بن گئے۔ اور انگلستان کو فخریہ اپنا وطن کہنے لگے ؏

حصّہ دوم

اس حصے میں وہ واقعات درج ہیں جو نارمن فتح سے لے کر قبالۂ اعظم کے صدور تک وقوع میں آئے۔

—— (پ) ——

ولیم اول

سال ولادت ۱۰۲۷ء سال وفات ۱۰۸۷ء

فلینڈرس کی شہزادی میٹلڈا سے عقد کیا۔

- **رابرٹ**
  فرمانروائے نارمنڈی
  سال ولادت ۱۰۵۳ء سال وفات ۱۱۳۴ء
  - **ولیم**
    امیر فلینڈرس
    ۱۱۲۸ء میں مارا گیا
    لاولد
- **ولیم ثانی**
  ولادت ۱۰۶۰ء وفات ۱۱۰۰ء
  عہد حکومت ۱۰۸۷-۱۱۰۰ء
- **ہنری اول**
  ولادت ۱۰۶۸ء وفات ۱۱۳۵ء
  عہد حکومت ۱۱۰۰-۱۱۳۵ء
  ایڈمنڈ فولادرخ کی پڑپوتی میٹلڈا سے عقد کیا
  - **میٹلڈا**
    انجو کے امیر جافری سے عقد کیا
    - **ہنری ثانی**
      ولادت ۱۱۳۳ء وفات ۱۱۸۹ء
      عہد حکومت ۱۱۵۴-۱۱۸۹ء
      گوئین کی شہزادی الیانار سے عقد کیا
- **ایڈیلا**
  بلائے کے امیر اسٹیفن سے عقد کیا
  - **اسٹیفن**
    ولادت ۱۰۹۴ء وفات ۱۱۵۴ء
    عہد حکومت ۱۱۳۵-۱۱۵۴ء

ہنری ثانی کی اولاد

- **ہنری**
  سال وفات ۱۱۸۳ء
- **رچرڈ اول**
  ولادت ۱۱۵۷ء وفات ۱۱۹۹ء
  عہد حکومت ۱۱۸۹-۱۱۹۹ء
  نیوار کی شہزادی برنگیریا سے عقد کیا۔
- **جافری**
  برٹینی کی شہزادی کانسٹنس سے عقد کیا۔
  - **آرتھر**
    فرمانروائے برٹینی
    (۱۲۰۳ء میں مقتول ہوا)
- **جان**
  ولادت ۱۱۶۶ء وفات ۱۲۱۶ء
  عہد حکومت ۱۱۹۹-۱۲۱۶ء
  انگولیم کی شہزادی الیسابل سے عقد کیا

پانچواں باب

انگلستان میں نارمن حکومت

ولیم اول
۱۰۶۶ء سے ۱۰۸۷ء تک

ولیم روفس
۱۰۸۷ء سے ۱۱۰۰ء تک

ہنری اول
۱۱۰۰ء سے ۱۱۳۵ء تک

(۱)

ولیم اول ۱۰۶۶ء-۱۰۸۷ء

اب ہمارے ملک کی حالت بہت کچھ بدل گئی اور ساتھ ہی لوگ مصیبتوں اور سختیوں میں مبتلا ہو گئے۔ مغربی سیکسن نسل کے انگریزی بادشاہوں کا سلسلہ قطع ہو گیا۔ اور اُس وقت سے لیکر آج کے دن تک خالص انگلو سیکسن نسل کا کوئی تاجدار انگلستان کے تخت پر نہیں بیٹھا۔ اُنکی جانشینی نارمنڈی کے فرمانروا ولیم کو میسر ہوئی جو کسی اعتبار سے بھی انگریز نہ تھا۔ اس لیئے کہ اُسکا باپ رابرٹ الملقب بہ "ابلیس" نارمنڈی کا امیر تھا۔ اور اُس کی ماں آرلوٹا ایک نارمن چرم ساز کی بیٹی تھی۔ باپ کی وفات پر جب ولیم نارمنڈی کی مسند حکومت پر بیٹھا تو اسکی مسیں بھی اچھی طرح بھیگنے نہ پائی تھیں۔ لیکن منزلِ شباب میں قدم رکھتے ہی اُس نے خوب ہاتھ پاؤں نکالے اور تمام شورہ پشت نارمن سرداروں پر اپنے اقتدار کا سکہ بٹھا کر مین کا علاقہ فتح کر لیا۔ ۱۰۵۳ء میں اُس نے امیر فلینڈرس کی بیٹی میٹلڈا سے عقد کیا۔ اور اپنی بی بی بچوں سے اس کا سلوک ہمیشہ اچھا رہا؛

جب وہ انگلستان کا بادشاہ ہوا تو اُس کا سن چالیس سال کے لگ بھگ تھا۔ قد لمبا تھا۔ چہرے سے شانِ شاہانہ نمایاں تھی۔ طبیعت درشت اور سخت گیر واقع ہوئی تھی۔ اور اپنا کام نکالنے کے لیئے وہ بارہا بے رحمانہ کارروائیاں بھی کر بیٹھتا تھا۔

لیکن اُسکی سیرت پر جب ہم عام نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ بحیثیت مجموعی وہ ایک عادل فرمانروا ایک جلیل القدر سپہ سالار اور ایک دانشمند مدبر تھا۔ اپنی طرف سے وہ یہی کوشش کرتا تھا کہ انگلستان کے لوگ اُسکی حکومت سے خوش رہیں۔ اور جہاں تک اُس سے بن پڑا ملک کے قوانین اور رسم و رواج میں اُس نے کوئی تبدیلی نہ کی۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ وہ بدیسیوں کے ایک لشکر کے ساتھ ملک پر قبضہ کرنے کے لیئے آیا تھا اور اس قبضے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ انگریزوں کی آزادی پامال اور انھیں طرح طرح کی تکلیفیں ہوں ؛

تاجپوشی کی تقریب پر آتش زنی

اور تو اور ویسٹ منسٹر میں ولیم کی تاجپوشی ہی کی تقریب پر جب لوگوں نے اپنی قومی عادت کے مطابق نعرے بلند کیئے تو کج فہم نارمن سپاہی جو باہر کھڑے تھے اُن نعروں کا الٹا مطلب سمجھ کر ایسے بدحواس ہوے کہ آس پاس کے مکانوں کو آگ لگادی۔ اور لوگوں کو گویا یہ جتا دیا کہ اُن کے لیئے خوف و ہیبت کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ یہی سپاہی اور ان کے افسر ولیم کے دست راست تھے۔ اور جو جنگی کامیابیاں اُسے اُن کی بدولت ہوئی تھیں ان کا واجبی صلہ پانے کے متوقع تھے ؛

اراضی کی ضبطی

یہ صلہ انھیں جلد مل گیا۔ تاج پوشی کے جشن کے بعد ولیم نے شاہانہ خدم و حشم کے ساتھ انگلستان کے جنوبی اور مشرقی علاقے کا دورہ کیا۔ یہی علاقہ اُس نے حقیقی معنوں میں بزور شمشیر فتح کیا تھا پھر ساری زمین اپنے امیروں اور سرداروں اور سپاہیوں میں بانٹ دی۔ اپنے اس طرز عمل کو ولیم نے یہ کہکر حق بجانب ثابت کرنا چاہا کہ ایڈورڈ کی وفات کے بعد سے استحقاقاً اس ملک کا بادشاہ میں ہوں۔ قوم نے اگر میرے بجائے ہیرلڈ کی اطاعت کی تو گویا مجھ سے باغی ہوگئی۔ اس بغاوت کی یہی سزا ہوسکتی تھی کہ کلیسا کے اوقاف کو چھوڑ کر باقی سب زمین بحق بادشاہ ضبط کر لیجائے ظاہر ہے کہ یہ دعوے بالکل مہمل تھا لیکن ولیم کی کارروائی پر انصاف کا نمائشی پردہ ڈالنے کے لیئے اچھا بہانہ تھا۔ الفریڈ کے زمانے سے شاملات میں یعنی اُس زمین

اراضی شاملات خالصہ ہوگئی

میں جو رعایا کی مشترکہ ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کا عمل دخل بڑھ رہا تھا۔ لیکن اب تو اس کی نوعیت بالکل ہی

شاہی املاک کی ہوگئی۔ رہیں اُن لوگوں کی خانگی جائدادیں جو میدان جنگ میں کام آچکے تھے۔ یا وطن چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔ سو وہ نارمن امرا میں تقسیم کردی گئیں۔ اس طور پر کینٹ کا سب اور سری اور سسکس کا قریب قریب سارا علاقہ اور دوسرے اضلاع کا بھی بہت بڑا رقبہ نارمن مالکوں کے قبضے میں چلا گیا۔ البتہ بعض بیواؤں اور یتیموں اور چھوٹے چھوٹے زمینداروں کو ولیم نے کچھ معافیاں معاش کے طور پر دیدیں۔ لیکن ان چند مثالوں سے قطع نظر کر کے باقی کسی انگریز کو مالکانہ حیثیت سے زمین رکھنے کا حق نہ تھا۔ کسی انگریز کے پاس زمین کا کوئی ٹکڑا ہوتا بھی تو وہ یا تو کسی کا عطیہ ہوتا تھا یا کسی سے خریدا ہوا۔ اور دونوں صورتوں میں اس کے قبضے کی حیثیت مملوکانہ ہوتی تھی۔ اس حالت کا مقابلہ الفریڈ کے زمانے کی حالت سے کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ اُس وقت انگریز بالکل آزاد تھے۔ لوگ استحقاقاً زمین کے مالک ہوتے تھے۔ اور اپنی ملکیت کی حفاظت فوجی خدمت سے کرتے تھے۔ اور اپنا سرپنچ بھی وہ خود ہی منتخب کرتے تھے۔ اور بادشاہ کے انتخاب میں سرپنچ حصہ لیتا تھا۔ لیکن اب معاملہ بالکل دگرگوں ہو گیا۔ پرانا انگریزی نظام نیچے سے چلتا تھا۔ اور اوپر کی طرف آتا تھا۔ یعنی رعایا کے ایک آزاد فرد سے اس سلسلے کی ابتدا ہوتی تھی جو بادشاہ پر جاکر منتہی ہوتا تھا۔ بخلاف اس کے نارمن طرز حکومت بلندی سے شروع ہو کر پستی کی طرف آتا تھا۔ زمین بادشاہ کی ملک ہوتی تھی۔ بادشاہ اسے امیر الامراؤں امیروں اور سرداروں کو (جو انگریزی فوجی سرداروں کے گویا قائم مقام تھے) دیتا تھا۔ اور وہ اس پر مالکانہ حیثیت سے متصرف ہوتے تھے۔ پھر اسی طرح وہ اپنی طرف سے کمتر درجے کے زمینداروں کو زمینیں دیتے تھے۔ مملوک نہتا اور ننگے سر اپنے آقا کے سامنے گھٹنے ٹیکتا تھا۔ اور اُس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بندگی کا حلف اٹھاتا تھا۔ اور اقرار کرتا تھا کہ مرتے دم تک وفاداری کے ساتھ اُس کی اطاعت کا دم بھرتا رہے گا۔ اس پر آقا مملوک کو بوسہ دیکر جاگیر بخش دیتا تھا۔ کہ مملوک اور اس کے جانشین نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ ہمیشہ کے لئے اس پر قابض و متصرف رہیں گے۔ لیکن اس کے معاوضے میں ایک مقررہ فوجی جمعیت آقا کی جنگی خدمات بجا لانے کے لئے ہم پہنچایا کریں گے۔

نظام جاگیرداری

نارمن انگریزوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں

یہ سچ ہے کہ ان میں سے اکثر تبدیلیاں رفتہ رفتہ عمل میں آئیں اور حکومت کی طرف سے کوئی جبر یا تشدد بھی ان نئے انتظامات میں روا نہیں رکھا گیا۔ لیکن پھر بھی ہم اُن لوگوں کے دل کی کیفیت کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں جو دیکھ رہے تھے کہ اجنبیوں نے اُن کے ملک میں آکر اُن کے کیا کیا حقوق اُن سے لے لیئے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کاشتکاروں اور غلاموں تک کی قسمت کا فیصلہ بھی اب یہی اجنبی کرنے لگے تھے۔ اس لیئے کہ زمین کے ساتھ اس کے جملہ حقوق متعلقہ پر نیا مالک متصرف ہو جاتا تھا۔ نارمن امرا خود اپنے ملک میں بھی ہمیشہ سے اپنی بے مہاری کے لیئے مشہور تھے۔ اور کسی سے نہ دبتے تھے۔ اور چونکہ وہ خوش وضع مکانوں میں رہتے۔ اور نفیس غذائیں کھاتے آئے تھے۔ اور درباری آداب سے آشنا تھے۔ اس لیئے انگریزوں کے بھدے مکانوں گنوارو کھانوں اور بدتمیز شراب خواری کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور بسا اوقات اپنے باورچی اور درزی اور معمار اور خانساماں بھی اپنے ساتھ ہی لاتے تھے ؎

قلعوں کی تعمیر

اب ملک میں جابجا بڑے بڑے مضبوط قلعے بھی تعمیر کیئے جانے لگے۔ اپنے جشن تاجپوشی کے تین مہینے بعد جب ولیم نے نارمنڈی کو مراجعت کی تو انتظام سلطنت اپنے بھائی اسقف اوڈو ایہ کیٹ اور اپنے دوست فٹز آسبرن امیر ہیرفرڈ کے سپرد کرتا گیا۔ اور اُن سے کہتا گیا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو ہر جگہ قلعے بنواتے جائیں۔ غرض لندن میں دریائے ٹیمز کے کنارے "وہائٹ ٹاور" (سفید برج) تعمیر ہوا۔ اور ہیسٹنگز۔ ڈوور۔ کنٹربری۔ راچسٹر۔ بریمبر۔ لیویز۔ کیر سبروک۔ ونڈسر۔ اور دوسرے مقامات میں بڑے بڑے سنگین برج نمودار ہو گئے۔ اور معتبر نارمن افسروں کی سرکردگی میں پیادوں اور سواروں کی زبردست جمعیتیں ان میں متعین کی گئیں۔ تاکہ اس فوجی قوت سے ملک پر نارمن قبضہ بحال رہے۔ انگریزوں نے جو آزادی کے دلدادہ تھے۔ اور پتھر کی دیواروں سے ہمیشہ کی ضد رکھتے تھے۔ جب ان دیو ہیکل قلعوں کو اپنے ملک میں بنتے دیکھا تو اُن کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ اُدھر ولیم کی غیبت میں نارمن امرا نے انگریزوں کو ستانا شروع کیا۔ اُن کی جائدادیں ہتھیانے لگے۔ ان کی بیبیوں اور بیٹیوں کی بے حرمتی کرنے لگے۔ انگریزوں کے دل پہلے ہی زخمی ہو رہے تھے۔ ان سختیوں نے

زخموں پر اور نمک چھڑکا۔ کینٹ اور ہیرفرڈ میں جا بجا بغاوتیں برپا ہوگئیں۔ ساتھ ہی مغرب کی طرف ہیرلڈ کے بیٹوں اور شمال میں انگریزی امرا نے ملک کو از سر نو فتح کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ آخر جب ولیم نے سنا کہ سوین شاہ ڈنمارک انگریزوں کی امداد کے لئے آرہا ہے تو وہ فوراً انگلستان لوٹ آیا ؛

انگریزی محبان وطن کے ساتھ معرکہ آرائیاں ۱۰۶۷ء لغایت ۱۰۷۰ء

چار سال تک ولیم فاتح اور انگلستان کے محبان وطن کے درمیان مسلسل جدوجہد ہوتی رہی۔ بادشاہ نے اول مغربی علاقے کی شورش کو فرو کیا۔ اور حکم دیا کہ اکسیٹر میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا جائے۔ اس کے بعد شیر دل سیورڈ کا بیٹا والتھیاف اور لیافرک کے پوتے ایڈون اور مارکر میلکم ثالث فرمانروائے اسکاٹلینڈ کی شہ پا کر شمال میں اٹھ کھڑے ہوے۔ اور بالآخر ۱۰۶۹ء میں نارتھمبریا کے باشندوں نے ایڈگر ایتھلنگ کو اپنا بادشاہ منتخب کیا۔ اور ڈینوں کی مدد سے یارک سر کر لیا۔ اس معرکے میں تین ہزار نارمن کام آئے ؛

شمالی علاقہ کی بربادی

ولیم کا انتقام بڑا سخت تھا۔ جب اس واقعے کی خبر اُسے پہنچی تو وہ ڈین کے جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ اسی وقت لشکر لے کر غنیم پر چڑھ دوڑا اور پہلا ہی کام یہ کیا کہ ڈین بیڑے کے امیر البحر کی مٹھی گرم کر کے اُسے اپنا بنا لیا۔ پھر یارک پر حملہ کر کے نئے سرے سے اُسے فتح کیا۔ اور فوج لئے ہوے تمام اُس علاقے میں جو یارک اور ڈرہم کے درمیان واقع ہے دورہ کیا۔ اور جو کچھ سامنے آیا اُسے تباہ کرتا گیا۔ شہر۔ گاؤں۔ مواشی فصلیں کوئی چیز ایسی نہ تھی جو حوالۂ تیغ و آتش ہونے سے بچی ہو۔ بدنصیب رعایا یا تو تلوار کے گھاٹ اتاری گئی اور یا سرحد اسکاٹلینڈ کے اُس پار بھگا دی گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک لاکھ سے اوپر بے گناہ بندگانِ خدا ایک فقط قحط ہی سے ضائع ہوے ہوں گے۔ زمین ایسی ویران ہوگئی تھی کہ نو سال تک کسی کو اس میں ہل جوتنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن ولیم کی بات پوری ہوگئی یعنی شمالی انگلستان مسخر ہو کر رہا۔ اب صرف ایک شہر چسٹر ایسا باقی رہ گیا تھا جو اُس کی شمالی فتوحات کے رستے میں حائل تھا۔ اس کھٹکتے کانٹے کے بھی نکال دینے کا فیصلہ کر کے عین کڑکڑاتے جاڑوں میں برف کے طوفانوں کو چیرتا چڑھی ہوئی

ندیوں کے پار اترتا اور دلدلی میدانوں کو قطع کرتا ہوا وہ اپنے زحمت کش سپاہیوں کو لئے ہوئے چسٹر کے سامنے جا پہنچا۔ اور اسے بھی فتح کر لیا۔ واضح رہے کہ ان تمام مقامات میں جس شخص نے ذرا بھی سر اٹھایا اُس کی زمین ضبط کر لی گئی۔ اور اس طور پر نارمن زمینداروں کی تعداد میں اور بھی اضافہ ہو گیا ؛

محب وطن سرداروں کا خاتمہ ۱۰۷۱ء

لیکن ابھی تک انگریزی محبان وطن کے دم خم میں فرق نہ آیا تھا اگرچہ اب اُن کا ایک مختصر سا گروہ باقی رہ گیا تھا جن کو حکومت باغی قرار دے چکی تھی۔ لیکن اُنھوں نے اپنے صدہا ہم وطنوں کو جزیرۂ ایلی میں اپنے گرد جمع کر لیا۔ یہ جزیرہ چاروں طرف ندیوں اور دلدلوں سے گھرا ہوا تھا۔ اور یہیں یہ فداکاران وطن اپنے مشہور باغی سردار ہیرو ارڈ (الملقب بہ بیدار چشم) اور ایک اور سردار مار کیر کی سرکردگی میں کوئی ایک سال تک ولیم کا مقابلہ کرتے رہے۔ آخر ولیم نے دلدل پر دو میل لمبا پل تیار کرایا۔ اور گھمسان کی لڑائی کے بعد ۱۰۷۱ء میں یہ آخری کمین گاہ بھی سر ہو گئی۔ محب وطن سردار تتر بتر ہو گئے۔ ایڈون پہلے ہی کام آ چکا تھا۔ غریب و ناتوان ایتھلنگ ایڈگر کچھ مدت باہر گزار کر انگلستان چلا آیا۔ اور اسکی گزران کے لئے حکومت نے وظیفہ مقرر کر دیا۔ رہا بہادر ہیرو ارڈ سو بیان کیا جاتا ہے کہ ولیم کا اس کے ساتھ دوستانہ سمجھوتا ہو گیا۔ ایک فقط والتھیاف ایسا تھا جسکی پانچ سال بعد اس جرم میں گردن ماری گئی کہ اسے بادشاہ کے خلاف نارمن امرا کی ایک سازش کا علم ہوا اور پھر بھی اُس نے بادشاہ کو اطلاع نہیں دی۔ ولیم کے عہد میں اگر قتل کا کوئی بیدردانہ واقعہ ہے تو وہ یہی ہے۔ اور ولیم کو اس فعل پر جس مصلحت نے برانگیختہ کیا وہ غالباً یہ تھی کہ لوگ والتھیاف کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور ولیم کو ڈر تھا کہ مبادا یہ ہر دل عزیزی اُس کے حق میں کوئی خطرناک نتیجہ پیدا کرے ؛

امن و امان کے سولہ سال

غرض اِن محبان وطن کی آخری یادگار کو ملت پرستی کی خاطر شہادت کا درجہ نصیب ہوا۔ اور جزیرۂ ایلی کی تسخیر کے بعد ولیم کے عہد حکومت کا باقی زمانہ عام طور پر امن سے گزرا۔ ولیم کی حکومت بڑے ٹھاٹھ اور دبدبے کی تھی۔ ہر ضلع میں اُس نے بارہ اکابر کی ایک جماعت انگریزوں کے قومی قوانین کا اعلان کرنے کے لئے مقرر کر رکھی تھی۔ اور ان قوانین کو اختیار کر لیا تھا۔ اضلاع کے انتظامی کام پر شاہی

عامل مامور تھے۔ اور حساب کی ترتیب کی خدمت شاہی کلیسا کے محرروں سے متعلق تھی۔ صدر کاتب "چانسلر" کے نام سے موسوم تھا۔ اس لئے کہ اُس کی نشست ایک پردے کے پیچھے ہوتی تھی۔ جسے لاطینی زبان میں "کینسیلی" کہتے ہیں۔ اپنے امرا کی بے عنوانیوں کا سدباب ولیم نے اس طرح کر رکھا تھا کہ مستغیثوں کو بادشاہ کی عدالت میں استغاثہ دائر کرنے کا حق حاصل تھا۔ جہاں نارمنوں اور انگریزوں کے ساتھ یکساں انصاف ہوتا تھا ؛

حلف اطاعت

۱۰۸۶ء میں ولیم نے اپنے دارالحکومت سالسبری میں ایک دربار منعقد کیا۔ اور تمام انگریزی نسل کے مالکان اراضی سے اطاعت کا حلف اٹھوایا کہ اسی کو اپنا سب سے بڑا آقا سمجھیں گے اور اس کی اطاعت کو اپنا اولین فرض خیال کریں گے۔ جیسا کہ ہم کو آگے چل کر معلوم ہوگا۔ ولیم کی اسی حکمت عملی کا نتیجہ تھا کہ دوسرے ممالک کی طرح انگلستان میں رعایا جاگیرداروں اور امیروں کے پنجۂ استبداد میں اسیر نہ ہونے پائی ؛

صدر اسقف لینفرانک ۱۰۷۰ء

ولیم نے اس بات کا بھی خاص خیال رکھا کہ کلیسا پر اُسکا اقتدار قائم رہے۔ انگلستان کے کسی بادشاہ نے آج تک پاپائے روما کی حلقہ بگوشی اختیار نہ کی تھی۔ اسی طرح اس نے بھی اپنی آزادانہ حیثیت برقرار رکھی۔ اور کبھی اس بات کا روادار نہ ہوا کہ اُس کی اجازت کے بغیر اُسکا کوئی مملوک دائرۂ کلیسا سے خارج یا برکات کلیسا سے محروم کر دیا جائے۔ ۱۰۷۰ء میں اُس نے لینفرانک کو جو لاںبرڈی کا ایک دانشمند عالم تھا۔ کنٹربری کا صدر اسقف مقرر کیا۔ اور رفتہ رفتہ اساقفہ کی تمام خدمتیں بدیسیوں کو دے دیں۔ اور جاگیرداروں کی طرح زمین دے کر اُن کو بھی اپنا نیازمند بنا لیا۔ پادریوں کے لیئے اس نے جداگانہ قسیسی کچہریاں مقرر کیں۔ اور اب اُنھوں نے پنچوں اور عاملوں کے عدالتی اجلاس میں شریک ہونا چھوڑ دیا۔ لینفرانک نے اپنے کلیسائی علاقے کا انتظام نہایت اچھا کیا اُس کے زمانے میں پادریوں اور خانقاہوں کی حالت رو بہ اصلاح ہوگئی۔ اور جاگیردار امرا کی بے عنوانیوں کا بھی ایک حد تک سدباب ہوتا رہا۔ اگرچہ لینفرانک اہل ملک کی مصیبت اور مظلومیت سے بارہا اس درجہ متاثر ہوتا تھا کہ ملک کو چھوڑ کر

چلے جانے کی آرزو ظاہر کیا کرتا تھا ؂

آج جو شاندار نارمن وضع کے گرجا ہم انگلستان میں دیکھتے ہیں۔ اُن میں سے اکثر اسی زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔ اور جو بات اس عہد کی سب سے زیادہ قابل ستایش ہے۔ وہ یہ ہے کہ برسٹل میں غلاموں کی تجارت کا جو شرمناک سلسلہ جاری تھا اس کے موقوف کرنے میں لینفرانک اور بادشاہ دونوں نے مل کر کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہ رکھا ؂

نیا جنگل

اس تمام تفصیل سے واضح ہوا ہوگا کہ ولیم اگرچہ سخت گیر تھا لیکن مجموعی حیثیت سے اُس کی حکومت منصفانہ تھی۔ اپنے ذاتی فائدے کی خاطر صرف دو باتوں میں وہ بے انصافی کا مرتکب ہوا۔ ایک تو اُس نے ہیمشائر میں نوے ہزار ایکڑ سے بھی اوپر رقبۂ زمین اپنی شکارگاہ کے لیئے ایک نیا جنگل قائم کرنے کی غرض سے اجڑوا ڈالا۔ اور حکم دیا کہ جو شخص کسی ہرن کا شکار کرے اُسکی آنکھیں نکلوا دی جائیں۔ دوسرا ظلم اُس کا یہ تھا کہ ونچسٹر میں دولت کا جو خزانہ اُس نے اپنے لیئے جمع کر رکھا تھا۔ اس کا انبار بڑھانے کے لیئے اس نے رعایا پر جابرانہ ٹیکس لگائے۔ اور ایڈورڈ الملقب بہ ”امین معاصی“ نے وہ ”ڈین گلڈ کا“ جو محصول معاف کر دیا تھا وہ از سر نو وصول کرنا شروع کیا ؂

کتاب الخراج ۱۰۸۶ء

ولیم کے حکم سے انگلستان کی عام پیمائش کی گئی تاکہ اراضی کی تقسیم اور کاشت کی کیفیت معلوم کی جاسکے۔ اور اندازہ لگایا جاسکے کہ ہر شخص کو کس قدر مالیہ ادا کرنا چاہیئے۔ لوگ اس پر بہت بگڑے لیکن اس کارروائی کے واجبی ہونے میں کلام نہیں۔ پیمائش کے نتائج ایک کتاب میں درج کیئے جاتے تھے جس کا نام ”ڈومزڈے بک“ (کتاب الخراج) تھا اور اسی کے مطالعے سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر زمین نارمنوں کے قبضے میں چلی گئی۔ اس کتاب میں جو اعداد و شمار ملک کی آبادی کے متعلق درج ہیں۔ اُن سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں انگلستان کی آبادی بیس لاکھ سے زائد نہ تھی۔ یعنی لندن کی موجودہ مردم شماری سے نصف سے بھی کم تھی۔ کئی نسلوں تک یہ آبادی بڑھنے نہ پائی بلکہ ایک ہی حال پر قائم رہی۔ حالانکہ ولیم کے بعد کے دو فرمانرواؤں کے زمانے میں فلینڈرس کے کثیر التعداد

باشندے اور روین اور کین کے بہت سے تاجر نقل وطن کر کے انگلستان چلے آئے تھے اور یہودیوں نے بھی غیر ممالک سے آکر انگلستان میں بود و باش اختیار کرلی تھی۔ اور شہروں میں اپنے خاص محلوں کے اندر بادشاہ کے ظل حمایت میں رہتے تھے۔ باوجود اس اضافے کے آبادی کا ساکن رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ کثیر التعداد نفوس جنگ اور قحط کی اُن بلاؤں کی بھینٹ چڑھے ہوں گے جو نارمن فتح کے بعد ملک پر آئے دن نازل ہوتی رہیں ؛

ولیم کی مشکلات اور وفات ۹ ستمبر ۱۰۸۷ء

ولیم کو اپنے عہد حکومت کے آخری حصے میں انواع و اقسام کی مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۰۷۸ء میں اُس کے سب سے بڑے بیٹے رابرٹ نے اُس کے خلاف نارمنڈی میں علم بغاوت بلند کیا۔ باپ بیٹوں میں جنگ ہوئی اور ولیم دھوکے میں خود اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوتے ہوتے بچا۔ اس ناشدنی واقعے کی یاد ابھی تازہ ہی تھی کہ اُس کے سوتیلے بھائی اسقف اوڈو نے امرا کے ساتھ مل کر اُس کے خلاف سازش کی جس کی پاداش میں اوڈو کو قید ہونا پڑا۔ بالآخر ۱۰۸۷ء میں فلپ شاہ فرانس نے نارمنڈی پر چڑھائی کی۔ اور ولیم کو اپنا علاقہ اُس کی دستبرد سے بچانا پڑا اس معرکے کے دوران میں جب شہر مانتے کو آگ لگا کر وہ گھوڑے پر سوار جلتی بھوبل پر سے گزر رہا تھا تو گھوڑے نے ناخن لیا اور زین کے ساتھ ٹکرانے سے وہ تیورا کر نیچے گرا۔ اُس کے جاں نثار اُسے ہاتھوں ہاتھ روین لے گئے۔ بہت کچھ علاج کیا گیا لیکن پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا تھا۔ ۹ ستمبر ۱۰۸۷ء کو اُس نے وفات پائی اور کین میں دفن کیا گیا ؛

ولیم کے چار بیٹے تھے۔ رابرٹ۔ رچرڈ۔ ولیم اور ہنری۔ ان میں سے رچرڈ کا انتقال بچپن ہی میں ہو چکا تھا۔ رابرٹ کو نارمنڈی اور مین کی حکومت ورثے میں ملی۔ ہنری کے لیئے ولیم نے پانچ ہزار پونڈ کا ترکہ چھوڑا۔ انگلستان کے تخت و تاج کا وارث ولیم قرار پایا۔ چنانچہ ولیم کو اُس نے لینفرانک کے نام ایک چٹھی دے کر فوراً روانۂ انگلستان کر دیا۔ اس چٹھی میں لینفرانک سے استدعا کی گئی تھی کہ تاج ولیم کے سر پر رکھا جائے ولیم خوب جانتا تھا کہ رابرٹ جیسے مطلق العنان اور طبیعت کے کمزور شخص سے انگلستان کی حکومت نہ چل سکے گی ؛

ولیم روفس

المعروف بہ شاہ سرخ رنگ

۱۰۸۷ء سے ۱۱۰۰ء تک

شکل و شباہت اور سیرت

ولیم فاتح کا سنجھلا بیٹا ولیم ثانی جو مسند انگلستان پر بیٹھنے کے لیے باپ کی انگشتری لے کر لینفرانک کے پاس آیا ایک تنومند اور تند خو شخص تھا۔ چہرے کی رنگت سرخ تھی۔ بال بھورے تھے آنکھیں چمکیلی اور بلگوں تھیں۔ باپ کی اطاعت سے اُس نے کبھی منھ نہ موڑا تھا۔ اور بہادری میں وہ اپنے باپ کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔ لیکن مدبرانہ دماغ نہ پایا تھا۔ قانون یا مذہب سے اُسے بہت کم لگاؤ تھا۔ اور اُس کی زندگی بے عنوانیوں اور بدکرداریوں میں بسر ہوتی تھی ؛

امرا کی بغاوت ۱۰۸۸ء

لینفرانک نے جو اُس کا اتالیق رہ چکا تھا اس ڈر سے کہ مبادا رابرٹ اپنا دعوے پیش کرکے کھنڈت ڈال دے فوراً ہی ۲۶ ستمبر ۱۰۸۷ء کو ویسٹ منسٹر میں اُس کے سر پر تاج رکھ دیا۔ تاجپوشی کی رسم ادا کرتے وقت لینفرانک نے ولیم سے اقرار لے لیا تھا کہ رعایا پر انصاف سے حکومت کرے گا۔ اور ۱۰۸۹ء تک جو لینفرانک کے انتقال کی تاریخ ہے اس وعدے کا ایفا بھی ہوتا رہا۔ لیکن امرا پھر بھی قانع نہ تھے۔ اُن کا رجحان طبیعت کے کمزور بگر نیک مزاج رابرٹ کی طرف تھا۔ تین مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اُنھوں نے بغاوت کردی اور فتنہ پرداز اسقف اوڈو کی سرکردگی میں اپنے قلعوں کو مستحکم کرکے زمینیں اجاڑ ڈالیں۔ اور شاہی محصولات اور رقوم واجب الوصول کو تصرف میں لے آئے۔ ولیم فاتح نے انگریزوں پر حکومت کرنے کے لیے جس دانشمندانہ حکمت عملی کی بنیاد ڈالی تھی اُس کے

انگریزی قوم بادشاہ کا ساتھ دیتی ہے

نتائج اب ظاہر ہوئے۔ یعنی امرا کے مقابلے میں بادشاہ کو جو رعایا اپنے حقوق کا محافظ سمجھنے کی خوگر ہوگئی تھی اُس کی مصلحت اب کھلی جب ولیم نے اس کڑے وقت میں ہر اُس شخص سے جو اپاہج نہ ہو یہ کہکر مدد مانگی کہ اہل ملک کے ساتھ لطف و احسان کا برتاؤ کیا جائے گا۔ اور جنگل کے سخت قوانین منسوخ کر دیئے جائیں گے۔ تو لوگ چاروں طرف سے امنڈ آئے

اور گروہ درگروہ اُس کے جھنڈے تلے آکر جمع ہو گئے۔ اس جم غفیر کے ساتھ ولیم باغیوں کی سرکوبی کو نکلا تو نہ صرف امرا ہی نے شکست کھائی بلکہ اُس نے اُن سپاہیوں کو بھی مار بھگایا جنھیں رابرٹ نے ایک جنگی بیڑے کے ساتھ نارمنڈی سے اپنے بھائی کے مقابلے پر بھیجا تھا۔ اور پیونسی میں جہاں اوّل اوّل ۱۰۶۶ء میں نارمن حملہ آور لنگر انداز ہوئے تھے۔ یہ عجیب و غریب منظر دیکھنے میں آیا کہ انگریزوں نے ایک نارمن بادشاہ کا ساتھ دے کر نارمنوں ہی کے ایک لشکر جرار کو شکست فاش دیدی؛

نارمن معرکہ اور انگریزی روپیہ

لیکن ولیم نے اہل انگلستان سے جو وعدے کیئے تھے سب بھلا دیئے۔ لینفرانک کی وفات کے بعد صدر اسقف کا عہدہ چار سال تک خالی رہا اور کوئی ایسا صاحب اثر شخص موجود نہ تھا جو بادشاہ کی بے راہ روی کو روکے۔ سنہ ۱۰۹۰ء میں ولیم نے اپنے بھائی رابرٹ پر نارمنڈی میں چڑھائی کی۔ اور جب آخر کار دونوں بھائیوں میں اس شرط پر صلح ہوگئی کہ دونوں میں سے جسکی عمر زیادہ ہو وہی نارمنڈی اور انگلستان کا مشترکہ بادشاہ ہو تو دونوں نے مل کر ہنری پر فوج کشی کردی۔ لیکن ان لڑائیوں میں انگلستان ہی کا روپیہ صرف ہو رہا تھا۔ اور انگلستان ہی کے سپاہی کام آرہے تھے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان سپاہیوں کو سرکاری خزانے سے باقاعدہ تنخواہ ملتی تھی۔ بلکہ اس زمانے میں سپاہی زمینداریوں کے مالک ہوتے تھے۔ اور میدان جنگ میں بادشاہ کے لیئے جا کر لڑنا یہ معنی رکھتا تھا کہ یہ لوگ اپنا ہرج کرکے سب کام کاج چھوڑ کر اپنا خون پسینہ ایک کریں۔ ولیم ایک بہادر سپہ سالار تھا۔ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرتا تھا اور بار ہا اپنے دشمنوں سے بھی بمروت پیش آتا تھا۔ اطراف و اکناف ملک سے امرا اُس کی خدمت بجالانے کے لیئے جوق جوق آتے تھے اور وہ انعام و اکرام سے انھیں نہال کردیتا تھا۔ اور بڑی دھوم دھام سے اُنکی ضیافتیں کرتا تھا۔ لیکن اُسے کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا کہ جو روپیہ وہ یوں بے دریغ لٹا رہا ہے وہ قوم کا روپیہ ہے؛

رانف فلامبرڈ میرعدل

عدالتی کاموں کے لیئے منصف مقرر تھے۔ اور ولیم فاتح کے عہد میں صدر منصف کا عہدہ اوّل اوّل "جسٹیشیر،" (میرعدل)

کے نام سے موسوم ہوا۔ میر عدل کے اقتدارات نہایت وسیع ہوتے تھے۔ بادشاہ
جب کہیں باہر چلا جاتا تو میر عدل ہی اُس کے بجائے حکومت کرتا تھا۔ اور اسی کے نام
سے تمام فرمان جاری ہوتے تھے۔ ولیم ثانی نے اپنا میر عدل رالف فلامبرڈ کو مقرر کیا
یہ شخص بڑا ہی اکھڑ اور بدتمیز واقع ہوا تھا۔ اور جب روپیہ خزانے میں تھُڑ جاتا تو لوگوں پر
اُس کی طرف سے طرح طرح کی سختیاں ہونے لگتی تھیں۔ جب کسی اسقف یا رہبان کا
انتقال ہوتا تو متوفی کی خدمت کو وہ یا تو بیچ ڈالتا تھا یا خالی رہنے دیتا تھا اور فروخت
سے جو روپیہ وصول ہوتا تھا شاہی خزانے میں داخل کر دیتا تھا۔ امرا سے وہ بڑی بڑی
رقمیں آئے دن کسی نہ کسی بہانے سے وصول کرتا رہتا تھا۔ مثلاً کسی جائداد کا کوئی وارث
اگر اپنی آبائی املاک پر متصرف ہوتا تو اُس موقع پر ایک بیش قرار رقم اُسے سرکار میں
داخل کرنی پڑتی تھی۔ اور تو اور کوئی شخص اگر بادشاہ سے اپنی بیٹی کے نکاح کی اجازت
مانگتا تھا تو اس تقریب پر بھی ایک معقول نذرانہ اُسے دینا پڑتا تھا۔ امرا و شرفا کے
علاوہ عوام سے بھی ناجائز فیس وصول کیے جاتے تھے۔ اور چور اور اٹھائی گیرے
بھی اگر جرمانہ بھر دیتے تھے تو سزا پانے سے بچ جاتے تھے۔ رالف کی سبز قدمی کی
دیکھا دیکھی بادشاہ کے امراء دربار نے بھی رعایا کے مال و املاک پر دست تصرف

مردم آزاری

دراز کر رکھا تھا۔ جس گاؤں میں جا نکلتے تھے وہاں کے
باشندوں کی ہر ایک چیز پر بلا تکلف قبضہ کر لیتے تھے۔ اُنکا
کھانا چھین کر کھا جاتے تھے اُن کے گھوڑوں پر سوار ہو جاتے تھے۔ ان کی فصلیں بیچ
ڈالتے تھے۔ اور جو چیز پسند آتی تھی ہتیا لیتے تھے۔ تاریخ قوم سیکسن میں مرقوم ہے کہ
ہر وہ بات جو خدا کی نگاہ میں مغضوب اور انسان کے حق میں سختی کا موجب ہو سکتی تھی۔ ولیم
کے عہد میں اس ملک کا وتیرہ بنی ہوئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ولیم کو اُسکی قریب قریب تمام رعایا نفرت کی
نظر سے دیکھتی تھی اور خدا کو بھی اُس سے نفرت تھی۔ بدنصیب انگریزوں کے لیے کوئی بات موجب تسلی
تھی تو یہ تھی کہ کم از کم امیروں اور جاگیرداروں کو بادشاہ سر نہ اٹھانے دیتا تھا۔ اور ملک میں امن و امان قائم تھا۔

تسخیر ویلز

دو کام اس بادشاہ نے ایسے کیے جن کا نتیجہ انگلستان کے
حق میں اچھا نکلا۔ اوّل تو ۱۰۹۰ء میں اُس نے عام اعلان
کر دیا کہ ویلز کا جو علاقہ جو شخص فتح کر سکے وہ اسی کی جاگیر ہو جائے گا۔ اور خود بھی دو مرتبہ

ویلز پر فوج کشی کی۔ ان چڑھائیوں میں ویلز کے بہت سے نئے علاقے خصوصاً اضلاع پمبروک و کارڈیگن بزور شمشیر مسخر کیئے گئے۔ اور اُن میں قلعے بنائے گئے اس کے علاوہ ولیم ثانی نے ۱۰۹۲ء میں کمبرلینڈ پر جو اس وقت تک اسٹرتھکلائڈ کے رقبے میں شامل تھا قبضہ کر لیا۔ کارلائل میں اُس نے ایک بہت بڑا قلعہ تعمیر کرایا اور ہمشائر کے کسانوں کو اس نواح میں آباد کر کے کُل علاقہ کی ایک جداگانہ انگریزی امارت بنادی۔ اسی کے ساتھ اُس نے میلکم ثالث شاہ اسکاٹلینڈ کو باج گزارانہ اطاعت پر مجبور کیا؛

کمبرلینڈ کا الحاق انگلستان کے ساتھ

انسلم اسقف اعظم

مصیبت کے وقت ہمیشہ خدا یاد آیا کرتا ہے۔ ولیم بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہ تھا۔ ۱۰۹۳ء میں جب وہ سخت بیمار رہا تو اپنی بدکرداریوں اور مردم آزاریوں پر بہت کڑھا اور اپنے پچھلے گناہوں کے کفارے کے طور پر ایک نہایت صالح اور فاضل شخص انسلم نامی کو جو بیک کی خانقاہ کا راہب تھا کنٹربری کا اسقف اعظم مقرر کیا۔ انسلم کو اُس عہدے کے قبول کرنے میں تامل تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ ولیم کے ساتھ مل کر حکومت کرنا اس کے لئے نہایت مشکل ہوگا۔ ایک کمزور و ناتوان بھیڑ اور ایک دیوزاد وحشی سانڈ ایک رسی میں کیونکر باندھے جاسکتے ہیں۔ انسلم کو جس قدر انکار تھا اسی قدر دوسرے تمام اساقف کو اصرار تھا اور آخر اُن کے اصرار پر بادل ناخواستہ انسلم کو کلیسا کا عصائے حکومت اپنے ہاتھ میں لینا پڑا۔ لیکن جب بادشاہ نے صحت یاب ہونے کے بعد ضمیر کا سبق بھلا دیا اور پھر اسی جور و ستم کا بازار گرم کر دیا تو انسلم نے یہ نہیں کیا کہ اُس کی ہاں میں ہاں ملاتا جائے بلکہ قابل اعتراض کارروائی کی مخالفت کرنے سے اپنی زبردست قوت اخلاقی کا ثبوت دیا۔ ولیم نے جب اُس سے اُس کے تقرر کا معاوضہ ایک بیش قرار نذرانے کی شکل میں طلب کیا تو اُس نے رقم ادا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور بادشاہ کو اس کے طریقۂ استحصال بالجبر پر بڑی جرأت سے ملامت کی۔ لیکن ولیم کی طبیعت میں جو خوئے بد پیوست ہو چکی تھی وہ بھلا اس قسم کی زجر و توبیخ سے کہیں زائل ہو سکتی تھی۔ چار سال تک اس جبلّی شقاوت کے برخلاف بے سود جدّ و جہد کرتے رہنے کے بعد آخر انسلم ۱۰۹۷ء میں اپنے عہدے سے سبکدوش ہو کر روما چلا گیا۔ اور ولیم کی بداعمالیوں کو اسی بے مہاری کی

حالت میں چھوڑتا گیا ؛

رابرٹ پہلی صلیبی مہم پر جاتا ہے ۱۰۹۶ء

اس اثنا میں رابرٹ سے ولیم کی پھر لڑائی چھڑ گئی تھی ۔ بادشاہ فرانس رابرٹ کا طرف دار تھا ۔ اُسے توڑنے کے لیئے ولیم کو ایک بہت بڑی رقم خرچ کرنی پڑی ۔ آخر رابرٹ نے اس شرط پر اُس سے صلح کر لی کہ نارمنڈی کا علاقہ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ پاؤنڈ کے عوض ولیم کے پاس مکفول رہے ۔ اور رابرٹ یہ رقم لے کر بیت المقدس کی مہم پر چلا جائے ۔ یہ وہ زمانہ ہے (۱۰۹۶ء) جبکہ یورپ بھر میں ایک مذہبی آگ سی لگی ہوئی تھی اور یورپ والے بے تاب تھے کہ جس طرح بن پڑے یورشلیم میں جا پہنچیں اور ترکوں کو جو مسیحی زائرین پر سختیاں کرتے تھے اس مقدس شہر سے بیدخل کر کے اُن کے مظالم کی قرار واقعی سزا دیں ۔ جن زائروں کے ساتھ ترکوں نے بدسلوکی کی تھی ۔ اُن میں ایک راہب پطرس کو پاپائے اربن رابع نے یہ پٹی پڑھائی کہ جو لوگ مزار مقدس کو عبادت کی غرض سے جاتے ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھوں خوفناک مصیبتوں میں مبتلا ہوتے ہیں اُن کے مصائب سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور اس غرض کے لیئے پر جوش وعظوں اور منادیوں کا سلسلہ شروع کیا جائے ۔ اُدھر خود پاپا نے تمام مسیحیوں کو دعوت عام دی کہ جو شخص نجات کا طالب ہے وہ ایک رنگین صلیب کا نشان اپنی بائیں آستین پر سیکر جنگ صلیبی کے لیئے روانہ ہو جائے اور ارض مقدس کو آزاد کرنے کا بیڑا اٹھائے پاپا کا ہی وہ حکم تھا جس کی متابعت میں رابرٹ عازم بیت المقدس ہوا اور اُس کے ساتھ بہت سے انگریز اور فرانسیسی بھی گئے ۔ اس طور پر ولیم کچھ وقت کے لیئے نارمنڈی اور فرانس کے بعض بہترین علاقوں کا حاکم ہو گیا ؛

ولیم سرخ رنگ کی وفات ۱۱۰۰ء

بیچارے انگریزوں کو اُن تمام کارروائیوں کا بری طرح سے خمیازہ کھینچنا پڑا ۔ "تاریخ قوم سیکسن" میں مذکور ہے کہ ۱۰۹۶ء گوناگوں محصولات اور قحط سالی کی وجہ سے بڑی مصیبت کا سال تھا اور اس کے بعد بھی تین سال تک یہی حالت رہی لیکن اس پاپی کے کٹنے کا وقت قریب آپہنچا تھا ۔ ۱۱۰۰ء کے ماہ اگست کی دوسری تاریخ تھی کہ ولیم جسے متنبہ کر دیا گیا تھا کہ آج کے دن کی صید افگنی اُس کے لیئے خطرناک ہے اس انتباہ کو مطلق خاطر میں

نہ لاگرنے نئے جنگل میں شکار کھیلنے گیا۔ جنگل میں پہنچکر وہ قضا کار اپنے ساتھیوں سے جدا ہوگیا۔ اور کچھ دیر بعد کسانوں کو ایک مقام پر اُس کی لاش اس ہیئت میں دستیاب ہوئی کہ ایک تیر سینے کے پار تھا۔ بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ ایک فرانسیسی سردار ولیم ٹرل کا تیر اتفاقیہ طور پر اس کے سینے میں ترازو ہوگیا لیکن ٹرل نے حلف اٹھاکر اس سے انکار کیا۔ گمان غالب یہ ہے کہ کسی ستم رسیدہ نے اپنی مظلومیت کا انتقام لینے کے لئے موقع پاکر اُسے قتل کر دیا۔ ولیم کی لاش ایک دہقانی چھکڑے میں ڈال کر ونچسٹر پہنچائی گئی اور اس بنا پر کہ اُس نے مرنے سے پہلے اپنے گناہوں کا اقرار نہ کیا تھا اور کلیسا نے اُس کے معاصی کی آلودگی کو پاک نہ کیا تھا کسی مذہبی رسم کی بجا آوری کے بغیر وہ یوں ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔ رابرٹ ابھی تک ارض مقدس ہی میں تھا اور اس ڈر سے کہ مبادا تخت نشینی کے لئے کوئی شخص اُسکا نام تجویز نہ کر دے ولیم کا بھائی ہنری جو شریک شکار تھا گھوڑے پر سوار ہوکر باگیں اٹھائے ونچسٹر کی طرف روانہ ہوا۔ اور جب تک وہاں پہنچکر تخت پر قابض نہ ہوگیا دم نہ لیا ؛

ہنری اوّل المخاطب بہ "بوکلارک" (یانکا ادیب)

سنہ ۱۱۰۰ء لغایت ۱۱۳۵ء

ولیم ثانی کے بعد پینتیس سال تک ملک میں عدل و انصاف کا دور دورہ رہا۔ یہ سچ ہے کہ رعایا کو پریشانیاں لاحق رہیں اور بھاری محصولات ادا کرنے پڑے لیکن یہ زمانے کا اقتضا تھا۔ ولیم فاتح کا سب سے چھوٹا بیٹا ہنری ایک متین اور محتاط شخص تھا۔ آنکھوں میں ذکاوت اور فراست کا نور چمکتا نظر آتا تھا۔ علمی مشاغل سے اُسے

ہنری اول کی سیرت

ایک خاص دل بستگی تھی۔ دماغ بہت روشن پایا تھا گو دل کا اچھا نہ تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اُسکی دولت کے برقرار رہنے کی صرف یہی ایک شکل ہے کہ رعایا پر عمدگی سے حکومت کرے اور اُن کا دل مٹھی میں لیئے رہے۔ ولیم کے قتل ہی کے روز یعنی ۲ر اگست کو اُس نے تمام اُس شاہی خزانے پر جو ونچسٹر میں تھا قبضہ کر لیا اور وہاں سے بسرعت تمام لندن پہنچا جہاں تھوڑی بہت بحث کے بعد ۵ر اگست سنہ ۱۱۰۰ء کو یکشنبہ کے روز وہ ویسٹ منسٹر میں بادشاہ منتخب ہوا۔ رعایا اُس کی تخت نشینی پر بہت خوش ہوئی اس لیئے کہ ولیم فاتح کے بیٹوں میں صرف وہی ایک ایسا تھا جسکی ولادت اور تعلیم انگلستان میں ہوئی تھی۔ اُس کے علاوہ پہلا ہی کام جس سے لوگ اُس کے گرویدہ ہو گئے اُس نے یہ کیا کہ رالف فلامبرڈ کی گرفتاری کا حکم دیا اور اُس نابکار کو لندن کے قلعے میں قید کر کے نیک نہاد اسقف انسلم کو واپس بلا لیا۔

اُس کا قبالہ

اُس کے بعد اُس نے ایک قبالہ نافذ کیا جس میں یہ وعدہ درج تھا کہ زمانہ سابق کے عمدہ قوانین کو از سر نو رواج دوں گا رعایا اور پادری جن ناواجب تکالیف میں مبتلا ہیں انھیں رفع کر دوں گا بیواؤں اور ترکہ پانے والی لڑکیوں کو اُنکی خواہش کے خلاف شادی کرنے پر مجبور نہ کروں گا اور رعایا کو اس بات کی اجازت دوں گا کہ اپنی جائداد جس کے نام چاہیں چھوڑ جائیں۔ جاگیرداروں سے بھی اُس نے یہ وعدہ لے لیا کہ جو مراعات حکومت کی طرف سے اُن کے حق میں روا رکھی گئی ہیں وہی وہ اپنی اسامیوں کے ساتھ مرعی رکھیں گے۔ ایڈتھ کے ساتھ

جونکہ شاہ اسکاٹلینڈ کے صلب اور اُس کی ملکہ مارگرٹ (ایڈمنڈ فولادپہلو کی پوتی) کے بطن اور اس طور پر انگلستان کی شاہی نسل سے تھی عقد کر کے اُس نے انگریزوں کے دل میں اور زیادہ گھر کر لیا۔ انگلستان کے تمام بادشاہ اور بادشاہزادیاں چاہیں تو آج کے دن تک ملکہ ایڈتھ ہی کی وساطت سے اپنا سلسلۂ نسب پہلے سعزبی سیکسن بادشاہ سرڈِک سے ملا سکتی ہیں۔ لیکن نارمنوں کی تالیف قلب کے لیئے ایڈتھ نے اپنا نام مصلحتاً تبدیل کر کے ماڈ یا مٹیلڈا اختیار کر لیا ؛

ایک انگریزی شہزادی کے ساتھ اُسکی شادی

رابرٹ جس کے کام ہمیشہ تاخیر و تساہل سے بگڑتے تھے جب ارض مقدس سے لوٹا تو یہ تمام واقعات رونما ہو چکے تھے۔ تاہم اُس کی مراجعت پر جاگیرداروں نے اس کی حمایت کی اور حکومت وقت کے خلاف حسب معمول علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن اس مرتبہ بغاوت بہت جلد فرو کر دی گئی۔ رابرٹ اپنا لشکر لیئے ہوئے پورٹسمتھ کے ساحل پر اترا تھا لیکن انسلم اور رابرٹ متوطن میولان نے دونوں بھائیوں میں صلح کرا دی اور رابرٹ ہنری سے چار ہزار نقرئی مارک کا وظیفہ لے کر رخصت ہو گیا پھر بھی جاگیردار نچلے نہ بیٹھے اور پانچ سال تک انگلستان اور نیز نارمنڈی میں لوگوں کو ہنری کے خلاف اکساتے رہے۔ شریوسبری اور ارنڈل کے امیر رابرٹ باشندۂ بیلسم نے جو ایک سفاک اور دغاباز شخص تھا۔ لوگوں کو بھڑکا کر ایک خطرناک بغاوت کرا دی۔ اس علّت میں وہ جلا وطن کر کے نارمنڈی بھیج دیا گیا جہاں موقع پاتے ہی اُس نے ہنری کے مقبوضات پر پھر حملہ کر دیا۔ ادھر امیر رابرٹ کی حکومت کا انتظام ایسا برا تھا کہ نارمنڈی کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جاتے تھے۔ آخر ہنری کو فوج کشی پر مجبور ہونا پڑا۔ ایک انگریزی لشکر کے ساتھ اس نے نارمنڈی پر چڑھائی کی اور ٹنچی برائی کی مشہور لڑائی میں اُس نے شوریدہ سر امرا کو کامل زک دیکر اپنا مطیع و منقاد بنا لیا۔ رابرٹ کو وہ اپنے ساتھ انگلستان لیتا آیا جہاں رابرٹ نے باقی عمر قید خانے میں گزاری۔ رابرٹ سر پھرا ضرور تھا اور اسکی طبیعت بھی لاابالی تھی۔ لیکن اس کی نیک نفسی اور نیک دلی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اُس کا عبرت انگیز انجام دیکھ کر قدرت کی نیرنگیوں کا سماں آنکھوں میں

ٹنچی برائی کی لڑائی سنہ ۱۱۰۶ء

رابرٹ قید کر دیا گیا

پھر جاتا ہے۔ ٹنچی برائی کی جنگ پر انگریزوں کو بڑا فخر تھا اس لیئے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ نارمنوں کو خود انھیں کے ملک میں شکست دینے سے انھوں نے جنگ ہیسٹنگز کی رسوائی کا داغ مٹا دیا ہے ؛

نارمنڈی اور انگلستان اب پھر ایک فرمانروا کے زیرنگین آ گئے۔ نارمن جاگیرداروں کے ساتھ انگریزی حکومت کی یہ کشمکش انگلستان کے حق میں نہایت اہم ثابت ہوئی۔ ایک تو اس لیئے کہ ہنری نے اپنی انگریزی فوج کو فرانسیسی رسالے سے مقابلہ کرنے اور اس سے عہدہ برا ہونے کا گر سکھا دیا۔ اور اس طور پر انگریز سپاہی کے دل سے نارمن سوار کی ہیبت جاتی رہی۔ دوسرا بڑا نتیجہ اس جدوجہد کا یہ ہوا کہ ہنری نے باغی امرا سے اُن کی انگریزی جاگیریں چھین کر ایسے لوگوں میں تقسیم کر دیں جن کی قوت وزا لگھٹی ہوئی تھی۔ اور جن کی وفاداری پر اُسے بھروسا تھا۔ اضلاع کی عاملانہ حکومت بسا اوقات ان نئے امرا کے تفویض کی جاتی تھی اگرچہ وہ نسل کے نارمن تھے

نئے امرا نے انگریزی قومیت اختیار کر لی

لیکن قدیم امرا کے زمرہ میں نہ شامل ہونے اور نارمنڈی میں کوئی جائداد نہ رکھنے کے باعث وہ انگلستان ہی کو اپنا وطن سمجھتے تھے۔ اور انگریزوں ہی میں شادی بیاہ کرتے تھے۔ اس طرح پر انگریزوں اور نارمنوں کا نسلی امتیاز رفتہ رفتہ مٹتا چلا اور اس امتیاز کے مٹانے میں اس واقعے نے خصوصیت کے ساتھ حصہ لیا کہ انگریزی زبان کا رواج دربار کے سوا باقی ہر جگہ عام ہو گیا۔ آج کے دن تک ہم اس بات کا سراغ لگا سکتے ہیں کہ امرا کی زبان انگلستان میں کچھ عرصے تک فرانسیسی تھی مثلاً شیپ (بھیڑ) "آکسن" (بیل) اور "کاف" (بچھڑا) قدیم انگریزی نام ہیں۔ اس لیئے کہ کاشتکاران جانوروں کو پالتے تھے۔ لیکن جب انھیں جانوروں کا گوشت نارمن دسترخوان پر آتا تھا تو بھیڑ کا گوشت "مٹن" کہلاتا تھا جس کی فرانسیسی شکل "موتان" ہے۔ گائے کے گوشت کو "بیف" کہتے تھے جو فرانسیسی میں "بوف" ہے۔ اور بچھڑے کے گوشت کو "ویل" کا نام دیا جاتا تھا جو فرانسیسی میں "وو" ہے۔ علیٰ ہذا القیاس "ساورن" (تاجدار)۔ "ہامیج"

انگریزی زبان میں فرانسیسی الفاظ

(بندگی) "پیلیس" (محل) اور "کیسل" (قلعہ) نارمن الفاظ ہیں اور "ہرتھ" (چولھا) اور "ہوم" (گھر) قدیم انگریزی الفاظ ہیں

غرض جس طرح انگلستان میں نارمن خون کی آمیزش سے انگریزی قوم کی جودت وذکاوت ہمت واستقامت اور شائستگی ونفاست بڑھ گئی۔ اسی طرح فرانسیسی الفاظ کی آمد سے انگریزی زبان کی بوقلمونی اور دل آویزی میں اضافہ ہوگیا؛

استقف راجہ میر عدل مقرر ہوا

دونوں قوموں کو ہنری کے بے لاگ عہد حکومت کے عدل وانصاف نے ایک دوسرے سے اور بھی زیادہ قریب کردیا۔ ۱۱۰۰ء میں اُس نے سالسبری کے استقف راجہ کو اپنا میر عدل مقرر کیا اور اس مشہور ومعروف شخص نے سلطنت کے قوانین اور مالگزاری کا انتظام نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے کیا۔ رعایا کو دوبارہ دیہی پنچایتیں بنانے کی اجازت دی۔ اضلاع کے عمال ہر سال آتے اور لگان اور تاوان وغیرہ ہر قسم کے محصول بادشاہ کے محکمے میں داخل کرجاتے تھے۔ زر ادا شدہ کی رسید کے طور پر انھیں لکڑی کی چھوٹی چھوٹی تختیاں دے دی جاتی تھیں۔ تختیوں کے دونوں کناروں پر آمنے سامنے مساوی فاصلے سے کٹاؤ پڑے ہوتے تھے۔ جس سے رقم ایصال شدہ کا تعین مقصود ہوتا تھا۔ ان تختیوں کو بیچ میں سے توڑ دیا جاتا تھا۔ ایک ٹکڑا بادشاہ کے محکمے میں وثیقے کے طور پر رہتا دوسرا ٹکڑا عامل کے حوالے کردیا جاتا تھا۔ جس میز پر روپیہ گنا جاتا اس پر بساط شطرنج کی وضع کا ایک چارخانہ بچھا رہتا تھا۔ اور جب

محکمۂ خزانہ

بعض شاہی حسابات مرتب ہوجاتے تھے تو اس چارخانے پر رقوم جوڑلی جاتی تھیں۔ دفتر شمار رقوم کو جو "کورٹ آف دی اکسچکر" (شطرنجی محکمہ) کہا جاتا ہے تو اس کی وجہ تسمیہ یہی چارخانے کا کپڑا ہے۔ اگر کسی شخص کو عمال کے خلاف کوئی شکایت ہوتی تھی تو وہ شاہی عدالت کے افسروں سے استغاثہ کرسکتا تھا جو تعین محصولات اور فصل خصومات کے لیئے سال میں ایک مرتبہ سارے ملک کا دورہ کیا کرتے تھے؛

شہر دویہ

شہروں نے ہنری اول سے بہت سی جدید مراعات نذرانے دے کر خریدلیں۔ چنانچہ لندن نے ایک خاص قبالۂ مراعات حاصل کیا اور اپنے لیئے ایک جداگانہ عامل اور میر عدل مقرر کیا۔ اس قبالے کی رو سے جائز نہ تھا کہ اہل لندن پہ لندن کی شہرپناہ سے باہر کوئی مقدمہ چلایا جاسکے "دِ ڈین گلڈ" کا خراج انھیں معاف تھا۔ اُن کی تجارت چنگی کے محصول سے مستثنی تھی۔ نارمن امرا سے

ملک کے بعض حصوں میں غبی آزمائش کے طریقے کے بجائے مبارزہ کا جو طریقہ ملزم کو بری الذمہ قرار دینے یا مجرم گردانے کے لئے جاری کر رکھا تھا لندن والے اُس کی زد سے بھی باہر تھے دوسرے دیہاتی اور قصباتی لوگوں کی حالت بھی بہ نسبت سابق بہت بہتر تھی۔ اس لئے کہ گو جنگل اور شکار کے قوانین اب تک نہایت سخت تھے پھر بھی چوروں اور ڈاکوؤں کو سولی پر لٹکایا جاتا تھا اور بداعمالیوں کے لئے سخت سزائیں مقرر تھیں۔ تاریخ قوم سیکسن میں لکھا ہے کہ وہ "ہنری بڑا اچھا بادشاہ تھا۔ لوگوں کے دلوں میں اُسکی ہیبت نہایت درجہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اور اُس کے عہد میں کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ کسی پر ہاتھ اُٹھائے" ؛

فلیمنگ پارچہ باف اور سسٹرشین راہب

عمدہ قوانین کے نفاذ کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان میں امن فنون کو ترقی ہونے لگی جو امن وامان کے ساتھ لازم وملزوم ہیں۔ اس عہد میں دو نرالی وضع کی نوآبادیاں قائم ہوئیں۔ ۱۱۰۵ء میں ہنری نے فلینڈرس کے کچھ طوفان زدہ باشندوں کو پمبروک شائر میں آباد ہونے کی اجازت دی اور اُن کی نسل آج تک یہاں موجود ہے۔ اس کے بعد ۱۱۲۸ء میں سسٹرشین طبقے کے کچھ راہبوں نے اوّل اوّل ڈیورلی واقع سرّی میں اور آگے چل کر شمالی اور مغربی اقطاع میں کہ یہ سب کے سب نہایت ہی ویران علاقے تھے اپنی بستیاں بسانی شروع کیں۔ یہ طبقہ ابتداً سیٹو میں جو روئن کے قریب ہے قائم کیا گیا تھا۔ اور اُسکے راہب اپنے شعار کے پورے پابند اور بڑے محنتی اور جفاکش تھے انھوں نے تو اپنی نوآبادی میں بھیڑیں پالیں اور افتادہ زمین کو قلبہ رانی کے قابل بنایا اور فلینڈرس والوں نے اونی کپڑا بننے کا فن ملک میں رائج کیا اور اس طور پر یہ دونوں نوآبادیاں انگلستان کے لئے مفید ثابت ہوئیں ؛

اساقف کا انتخاب۔ پاپائے روما کا سفیر

ہنری کے عہد کے دو واقعات کا بیان کرنا اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ان واقعات کی اہمیت آگے چل کر کھلے گی۔ پہلا واقعہ تو یہ ہے کہ صدر اسقف انسلم کے ساتھ بہت کچھ بحث کرنے کے بعد ہنری اس بات پر رضامند ہو گیا کہ گرجاؤں کے پادری اپنے اساقفہ کا انتخاب آپ کر لیا کریں تاکہ ولیم سرخ رنگ کی طرح بادشاہ اُنکی خدمتیں خالی

مدد کر سکے۔ لیکن یہ منظوری ہنری نے اس شرط سے دی کہ انتخاب بادشاہ کے
دربار میں ہوا کرے اور اساقفہ اُن جاگیرات کے لیئے جو بادشاہ کی طرف سے
اُنھیں عطا ہوں، مراسم اطاعت و بندگی بجا لائیں۔ دوسرا واقعہ یہ تھا کہ ہنری نے
پاپائے روما کو دربار انگلستان میں اپنا سفیر متعین کرنے کی اجازت دی۔ اگرچہ ایک
عرصۂ دراز تک پاپا کی طرف سے اس حق کا مطالبہ معرض التوا میں پڑا رہا لیکن
آگے چل کر اسی کی وجہ سے مشکلات بھی پیدا ہو گئیں ؛

ہنری کا اکلوتا بیٹا ڈوب گیا سنہ ۱۱۲۰ء

عین اس عالم میں جبکہ امن و امان کی برکتیں ملک کو نصیب
ہو چکی تھیں ہنری کی تقدیر نے پلٹا کھایا اور مصیبت کا ایک
بہت بڑا پہاڑ اُس پر ٹوٹ پڑا۔ تین سال سے وہ نارمنڈی
میں نارمن امرا کا مقابلہ کر رہا تھا جب وہاں سے مظفر و منصور ہو کر لوٹا تو اُسکا اکلوتا بیٹا
ولیم ساتھ تھا۔ لیکن ولیم کی قضا بھی ساتھ تھی۔ "وہائٹ شپ" (سفید جہاز) جس پر
ولیم سوار تھا ایک چٹان سے ٹکرایا اور اہل کشتی سب کے سب غرق ہو گئے۔ جوان
بیٹے کی موت ہنری کی تمام امنگیں اور خوشیاں اپنے ساتھ لیتی گئی۔ کہتے ہیں کہ
اس سانحے کے بعد ہنری کو کسی نے کبھی مسکراتے نہ دیکھا۔ اب یہ سوال پیدا ہوا کہ ہنری کے
بعد تخت پر کون بیٹھے۔ اگر ہنری عقلمند اور ساتھ ہی کشادہ دل بھی ہوتا تو اپنے نوعمر
بھتیجے ولیم یعنی اپنے نظر بند بھائی رابرٹ کے بیٹے کو اپنا جانشین قرار دیتا۔ ولیم ایک
سعادت مند اور نیک نفس نوجوان تھا اور تاج و تخت کا سب سے زیادہ قریبی وارث
بھی وہی تھا۔ لیکن ہنری کو یہ ہوس دامنگیر تھی کہ کسی طرح تاج انگلستان اُس کے
گھر ہی میں رہے۔ چنانچہ اُس نے اپنی بیٹی میٹلڈا بیوۂ شہنشاہ جرمنی کا عقد جافری
امیر انجو سے کر دیا کہ صرف اُسی کی دشمنی کا اُسے اندیشہ تھا۔ اُس کے بعد اُس نے

ہنری امرا کو مجبور کرتا ہے کہ میٹلڈا اور اسکے بیٹے کو اپنا فرمانروا تسلیم کریں

انگریزی امرا کو حلف اٹھانے پر آمادہ کیا کہ پہلے میٹلڈا کو تخت پر
بٹھائیں گے اور اُس کے بعد اُس کے بچے کو اپنا بادشاہ بنائینگے
اگرچہ اس عرصے میں نوجوان ولیم جنگ میں کام آ چکا تھا پھر
بھی امرا نے ہنری کا حکم بادل ناخواستہ تسلیم کیا اس لیئے کہ
یہ شورش پسند گروہ نہ چاہتا تھا کہ عورت ذات اُس پر حکمراں ہو۔ غرض صورت حالات

نہایت ہی پریشان کن تھی اور مقدر نے سطح کو بھی اور زیادہ مکدر کر دکھایا ۳ فروری ۱۱۳۴ء کو رابرٹ نے اپنے زنداں میں انتقال کیا اور یکم دسمبر ۱۱۳۵ء کو ہنری اوّل نے اپنے شکارگاہ واقع نارمنڈی میں بخار سے وفات پائی جو اُسے مورینہ مچھلی کھانے سے آگیا تھا۔ اُس کی لاش انگلستان لائی گئی اور ریڈنگ منسٹر میں دفن کر دی گئی۔ لیکن اُس کا جنازہ ابھی سرِ قبر پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک اور بادشاہ تخت انگلستان پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔

چھٹا باب

اسٹیفن کا عہدِ حکومت

فساد اور شورش کے انیس سال (۱۱۳۵ء لغایت ۱۱۵۴ء)

انیس سال تک جس مصیبت جس خونریزی اور خونخواری سے انگلستان کو دوچار ہونا پڑا وہ اس سے پہلے کبھی اُس نے نہیں دیکھی تھی اور خدا سے دعا ہے کہ آئندہ یہ افتاد اس پر کبھی نہ پڑے۔ بلائے کا امیر اسٹیفن جو اپنے چچا کے مرتے ہی انگلستان چلا آیا ولیم فاتح کی بیٹی ایڈیلا کے بطن سے تھا جس نے بلائے کے ایک امیر سے عقد کیا تھا

اسٹیفن کے دعاوی

(دیکھو شجرہ نسب صفحہ ۳۷) تخت انگلستان کے ورثائے ذکور میں اب یا تو ایک وہ باقی تھا یا میٹیلڈا کا بچہ ہنری۔ مگر اسٹیفن ولیم فاتح کا نواسا اور ہنری کا پوتا ہونے کے علاوہ خود نہایت ہردلعزیز شجاع اور ذی مروت نوجوان تھا اور ہنری اول اُسے بہت چاہتا تھا لیکن اس کی طبیعت جوشیلی اور متلون واقع ہوئی تھی اور اس لیئے وہ ہرگز اس قابل نہ تھا کہ حکومت کی باگ اُس کے ہاتھ میں دی جائے۔ باشندگان لندن نے اس خیال سے کہ اُنھیں تخت انگلستان پر کسی ملکہ کا بیٹھنا گوارا نہ تھا اُس کا خیر مقدم کیا اور راجر اسقف سالسبری اور اس کے حقیقی بھائی ہنری اسقف ونچسٹر نے اُس کا ساتھ دیا۔ چنانچہ ۲۶ دسمبر ۱۱۳۵ء کو سخت سردی کے زمانے میں وہ بادشاہ منتخب ہوا اور تخت نشینی کے وقت اس نے عہد کیا کہ میں عدل و انصاف سے حکومت کرونگا اور امرا کے جھگڑوں اور رخنوں کو مٹا دونگا

جھنڈے کی لڑائی ۱۱۳۸ء

لیکن اسٹیفن نے وعدہ ایسا کیا تھا جس کا ایفا اُس کے امکان سے باہر تھا ہنری کی زبردست شخصیت کے اُٹھتے ہی امرا نے کھلم کھلا بغاوت کردی۔ اور اپنے قلعوں کو مستحکم کر کے کچھ تو میٹیلڈا کے طرفدار ہو گئے جس کا ساتھ دینے کی وہ حلف اُٹھا کر حامی بھر چکے تھے اور کچھ اسٹیفن کے ممد و معاون بن گئے جو اسوقت

واقع میں مسند نشین تھا۔ لیکن ان کی حقیقی غرض وغایت صرف یہ تھی کہ اُن میں ملک کو اُجاڑنے اور تباہ کرنے کی قوت پیدا ہو جائے ڈیوڈ شاہ اسکاٹلینڈ نے جو میٹلڈا کا چچا تھا اپنی بھتیجی کی حمایت میں تلوار نیام سے نکالی لیکن جھنڈے کی مشہور لڑائی میں جو کاوٹن مور کے میدان میں واقع ہوئی اُس نے شکست کھائی۔ کاوٹن مور نارتھیلرٹن کے قریب یارک شائر میں واقع ہے اور اس لڑائی کو جھنڈے کی لڑائی اس لیئے کہتے ہیں کہ انگریزوں نے ایک جہاز کے مستول پر ایک چپاتی لگا دی تھی جس پر صلیب کی مُہر تھی اور اُسی کو اپنا جھنڈا قرار دیا تھا۔

میر عدل اور وزیر خزانہ کی گرفتاری

۱۱۳۹ء میں اسٹیفن سے ایک نہایت احمقانہ حرکت سرزد ہوئی اُمرا کی شورش جب حد سے زیادہ بڑھنے لگی تو اساقف کو اپنے مال و املاک کی طرف سے خطرہ دامنگیر ہوا۔ اور اسی لیئے اُنھوں نے اپنے قلعے مستحکم کرنے شروع کیئے۔ اسٹیفن بدحواس ہوکر سمجھا کہ یہ لوگ اُسے دغا دے کر میٹلڈا کے ساتھ مل جانے کی فکر میں ہیں۔ اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ کئی اسقفوں کو گرفتار کرلیا۔ اُن میں میر عدل راجر بھی تھا۔ جو اس کا بہترین دوست تھا۔ راجر کا بیٹا جو وزیر خزانہ تھا اور راجر کا بھتیجا اسقف ایلی بھی جو خزانہ داری کے منصب پر مامور تھا اسی لپیٹ میں آگئے۔ اسٹیفن نے راجر کے بیڑیاں ڈال کر دھمکی دی کہ اگر تم لوگوں کے قلعوں کی حوالگی فوراً عمل میں نہ آئی تو تمہارے بیٹے کو سولی پر لٹکا دیا جاوے گا۔ اسقف راجر اس سلوک سے شکستہ دل ہوکر گوشہ نشین ہو گیا اور اسٹیفن اپنے بہترین مددگار کو کھو بیٹھا۔ اس واقعے کے بعد ملک میں کوئی قاعدہ و قانون نہ رہا اور نظام امن وامان درہم برہم ہو گیا۔

میٹلڈا کی انگلستان میں لنگر اندازی ۱۱۳۹ء

اُدھر گلاسٹر کا رئیس رابرٹ جو میٹلڈا کا سوتیلا بھائی تھا اپنی بہن کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا اور شمالی اور مغربی علاقوں کے جاگیرداروں نے بھی اس کی تقلید کی۔ البتہ مشرقی اور جنوبی علاقوں کے امرا اسٹیفن کے ساتھ رہے۔ میٹلڈا ۱۱۳۹ء میں بمقام پورٹ اسمتھ لنگر انداز ہوئی اور خانہ جنگی کا سلسلہ پوری شدت کے ساتھ چھڑ گیا۔ رن پر رن پڑنے لگے۔ ایک جنگ کے ختم ہوتے ہی دوسری جنگ ٹھن جاتی تھی محال ہے کہ ان تمام معرکوں کا تفصیلی حال سپرد قلم کیا جاسکے اس لیئے کہ آٹھ سال کے دوران میں ایک ہفتہ بھی ایسا نہ گذرا ہو گا جس میں کوئی نہ کوئی لڑائی کسی نہ کسی حصۂ ملک میں نہ ہوئی ہو ایک موقع پر اسٹیفن گرفتار ہو کر قلعۂ لنکن میں قید کر دیا گیا اور میٹلڈا فتح و نصرت

کا بھریرا اڑاتی ہوئی لندن میں داخل ہوئی اور ۱۱۴۱ء میں اُس کے ملکہ ہونے کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ لیکن وہ کچھ ایسی سخت گیر اور بد دماغ واقع ہوئی تھی کہ اہل لندن اُس سے منحرف ہوگئے۔ اور اُس کی تاج پوشی کی رسم کبھی بھی ادا نہ ہونے پائی۔ اب اسٹیفن کی بہادر ملکہ میٹلڈا رئیسۂ بولون کی بہادری کے جوہر کھلے۔ اُس نے لندن کے باشندوں کے دلوں میں اسٹیفن کی حمایت کا جوش بھر دیا اور انھیں اس بات پر اُبھارا کہ ایک ہزار زرہ پوش تلوئیے بھیج کر ونچسٹر کا محاصرہ کرلیں۔ چنانچہ اس زبردست جمعیت نے ایک ہی یلغار میں اس شہر کو تاخت و تاراج کر ڈالا اور امیر گلاسٹر کو قید کر کے اُس کے معاوضے میں اسٹیفن کو چھڑا لیا۔ اسٹیفن کے آزاد ہوتے ہی لڑائی کا رنگ بدل گیا اب میٹلڈا انرغے میں آکر اکسفرڈ میں قلعہ بند ہوگئی اسٹیفن نے ۱۱۴۲ء میں اس قلعے کا محاصرہ کر کے اُس کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ وہ ایک سفید لبادہ اوڑھ کر راتوں رات برف سے پٹے ہوئے میدانوں کو قطع کرتی ہوئی فرار ہوگئی۔ آخر کئی معرکوں کے بعد ہمت ہار کر اُس نے ۱۱۴۷ء میں انگلستان کو خیرباد کہا اور اُسی زمانے میں اس کے حامی امیر رابرٹ کا بھی انتقال ہوگیا۔

میٹلڈا انگلستان سے رخصت ہوتی ہے ۱۱۴۷ء۔

لیکن امن و امان اب بھی کوسوں دور تھا اس لیے کہ امرا کی باہمی کشمکش کسی طرح ختم ہونے ہی میں نہ آتی تھی ہر قلعہ بجائے خود ایک آزاد ریاست بن گیا تھا جس کا مالک اپنے نام کا سکہ جاری کرتا اپنا قانون خود بناتا اور گرد و نواح کے علاقے میں مار دھاڑ کرتا رہتا تھا۔ تاریخ قوم سیکسن میں اس پر آشوب زمانے کے مصیبت خیز حالات کی تصویر اس طرح کھینچی گئی ہے "امرا" بدنصیب کسانوں کے ساتھ نہایت ظالمانہ برتاؤ کرتے تھے۔ انھیں بیگار میں پکڑ کر قلعے کی تعمیر کے کام پر لگاتے اور جب قلعہ بن چکتا تو اُسے نہایت شریر لوگوں سے بھر دیتے تھے۔ جس شخص کی نسبت انھیں یہ خیال بھی ہو جاتا کہ اس کے گھر میں کچھ اثاثہ موجود ہے اُسے بلا تفریق مرد و زن بلا لحاظ وقت و ساعت، گرفتار کر کے قید میں ڈال دیتے تھے اور شکنجوں میں کھینچ کھینچ کر اور انواع و اقسام کے عذاب دے دیکر غریب قیدیوں سے ان کا اندوختہ رکھوا لیتے تھے۔ ہزاروں بیکسوں کو انھوں نے فاقے دیدیکر جاں بلب کر دیا اس ملک کے شوریدہ بخت باشندوں کو ان امرا کے ہاتھوں جو جو عقوبتیں اور اذیتیں پہنچیں ان کا بیان کرنا میرے امکان سے خارج ہے اور اگر بیان کرنا چاہوں بھی تو نہیں کر سکتا یہ زمانہ انیس سال تک قائم رہا جبکہ اسٹیفن برسر حکومت تھا اور حالت بد سے بدتر ہوتی

رعایا کے مصائب

چلی گئی یہ وہ زمانہ ہے جبکہ اناج مہنگا تھا گوشت پنیر اور مکھن مہنگے داموں بھی نہ ملتے تھے اس لیئے کہ یہ نعمتیں ملک میں باقی ہی نہ رہی تھیں...... کچھ زمانے کے بعد ان امرا کی دراز دستی یہاں تک بڑھ گئی کہ کلیسیا تو ایک طرف رہے قبرستان بھی اُن کے تصرف سے نہ بچے۔ اُن متبرک مقامات میں بھی وہ جو کچھ پاتے اُڑا لے جاتے اور غضب یہ کہ لوٹ کا مال ہتھیانے کے بعد گرجاؤں اور خانقاہوں کو آگ لگا کر کھنڈر کر دیتے تھے زمین میں اناج پیدا نہ ہوتا تھا اس لیئے کہ ساری کی ساری زمین اجاڑ پڑی تھی اور لوگ علانیہ کہتے تھے کہ جناب مسیح علیہ السلام اور اُن کے اولیا سوتے پڑے ہیں۔"

قاعدہ یہ ہے کہ جب انسان کی مصیبت حد سے بڑھ جاتی ہے تو اُسے خدا یاد آنے لگتا ہے انگلستان کے باشندوں پر مصیبت اور مصیبت کا دل بادل چھایا ہوا تھا اسی کالی گھٹا کے چھینٹوں نے لوگوں کو جنھیں بدیسی پادریوں نے اتنی مدت سے تھپک تھپک کر سلا رکھا تھا، بیدار کر دیا اور طاعت و اتقا کی وہ قدیم روح جو قرنہا قرن سے بے حس و حرکت پڑی تھی آخر جاگ اٹھی۔ شہروں اور قریوں میں لوگوں کی جماعتیں عبادت کی غرض سے قائم ہوگئیں راہبوں نے جنگلوں میں بسیرا کیا اور جیسے جیسے سلطشین طبقے کے زاہد صومعہ نشین دشت و بیابان میں پھیلتے گئے امیر و غریب اعلیٰ و ادنیٰ سب کے سب اُن کا خیر مقدم کرنے لگے۔ جاگیرداروں کی شرارتوں اور خباثتوں نے لوگوں کے دلوں میں نیکی اور پرہیزگاری کا ولولہ پیدا کر دیا اور آخر راحت و آسائش کی ساعت آپہنچی۔

مذہبی احیا

سنہ ۱۱۵۰ء میں جب روما میں ایک نئے پاپا کا انتخاب ہوا تو اس نے کنٹربری کے صدر اسقف تھیوبالڈ کو جو نہایت حق شناس تھا، اپنا سفیر مقرر کیا۔ تھیوبالڈ نے اپنے نئے اختیارات سے فائدہ اٹھا کر اسٹیفن کو ترغیب دی کہ میٹلڈا کے بیٹے ہنری کو جس کی عمر اب بیس سال کی ہوگئی تھی اپنا جانشین مان لے۔ انھیں دنوں اسٹیفن کے بیٹے یوسٹیس کا انتقال ہو گیا۔ اور نوجوان ہنری انگلستان کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ اُس کے آتے ہی اس امید میں کہ ان جھگڑوں کا کوئی فیصلہ ہو بہت سے لوگ اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ اب اسٹیفن کے لیئے بجز سر تسلیم خم کرنے کے چارہ نہ تھا چنانچہ سنہ ۱۱۵۳ء میں عہد نامۂ ولنگفرڈ مرتب ہوا

عہد نامۂ ویلنگفرڈ
سنہ ۱۱۵۳ء

جس کی رو سے ہنری وارث تاج و تخت تسلیم کیا گیا۔ اب پھر عدل و انصاف کا زمانہ آگیا اس لیئے کہ تمام وہ لوگ جو خواہان امن و امان تھے باغیوں کی سرکوبی کے لیئے متحد ہوگئے اس کے علاوہ اسٹیفن بھی قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا ۲۵ اکتوبر ۱۱۵۴ء کو اس نے وفات پائی اور تاج انگلستان ترکے میں ہنری کے لیئے چھوڑتا گیا۔ یہی سال ہے جس میں تاریخ قوم سیکسن کی تحریر ختم ہوئی۔ اور اس تاریخ کے آخری اجزا خانقاہ پٹیربرو میں حوالۂ قلم ہوئے۔

ساتواں باب

ہنری پلینٹجنٹ اور اس کے بیٹے

(خاندان انجویہ)

ہنری ثانی ۱۱۵۴ء لغایت ۱۱۸۹ء

رچرڈ ۱۱۸۹ء لغایۃ ۱۱۹۹ء — جان ۱۱۹۹ء لغایۃ ۱۲۱۵ء

اسٹیفن کے انتقال کے وقت جوان سال ہنری انگلستان میں موجود نہ تھا لیکن اُس کی مراجعت کے وقت تک صدر اسقف تھیوبالڈ نے پورا امن و امان قائم رکھا ۱۹ دسمبر ۱۱۵۴ء کو ہنری اکیس سال کی عمر میں تخت انگلستان پر بیٹھا اور ویسٹ منسٹر میں اُس کی اور اس کی ملکہ کی رسم تاجپوشی ادا کی گئی تخت پر بیٹھتے ہی اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک قبالے کے اجراء سے رعایا کو آزادی کے نئے حقوق عطا کیے اگرچہ فرانس میں اُس کے مقبوضات بلحاظ رقبہ تمام انگلستان سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور پینتیس سال کی حکومت میں اُس نے اٹھارہ سال کے [illegible] مدزمانہ انگلستان سے باہر بسر کیا۔ پھر بھی اس کا شمار انگلستان کے بہترین بادشاہوں میں ہے۔

ہنری ثانی ۱۱۵۴ء لغایۃ ۱۱۸۹ء

ہنری فرمانروایان انگلستان کے ایک نئے سلسلے کا بانی تھا جسے بعض مصنفین سلسلۂ پلینٹجنٹ (جاروبیہ) کہتے ہیں اس لیے کہ ہنری کا باپ جافری امیر انجو جھاؤ کی ایک شاخ کو جس سے جھاڑو بنائی جاتی ہے نشان کے طور پر طرے کی جگہ لگاتا تھا لیکن ایک اور جماعت مورخین کی انھیں فرمانروان سلسلۂ انجویہ کے نام سے یاد کرتی ہے جس سے اُن کی مراد یہ ہے کہ یہ فرمانروا شاہان انجو کی اولاد و احفاد ہیں میرے نزدیک لفظ پلینٹجنٹ محض ایک علامت امتیازی ہونے کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہے۔ دوسرا نام سن کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک نئی بدیسی

نسل کے فرمانروا باہر سے ہم پر حکومت کرنے آئے تھے بخلاف اس کے ولیم فاتح کے زمانے کے بعد ہنری انگلستان کا پہلا وہ بادشاہ تھا جس کی رگوں میں مغربی سیکسن خون دوڑ رہا تھا وہ والی انجو کا بیٹا ضرور تھا لیکن اس کی ماں نارمن ہونے کے ساتھ سیکسن بھی تھی۔ اس لیئے کہ وہ ولیم فاتح کی پوتی اور ایڈمنڈ فولادپہلو کے پوتے کی نواسی ہوتی تھی اس کے علاوہ جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ امارت انجو ہنری کے جانشینوں کے ہاتھ سے بالکل ہی نکل گئی۔ لیکن خود ہنری ایک وسیع قلمرو پر حکمراں

ہنری کے مقبوضات اور اُس کا عقد

تھا۔ اور اس کے مزاج میں اُس حرارت کا بہت بڑا عنصر پایا جاتا تھا جو فرانسیسی جبلت کا خاصہ ہے۔ انجو اور ٹورین کے صوبے اُسے باپ سے ترکے میں ملے تھے۔ اور نارمنڈی اور انگلستان کی حکومتیں اُسے اپنی ماں اور نانا کی طرف سے بطور میراث ہاتھ آئی تھیں۔ برٹنی پر وہ اپنے بیٹے جافری کی وساطت سے حکومت کرتا تھا جو کانسٹنس رئیسہ برٹنی کا شوہر تھا۔ اور پائیٹو اکویٹین اور گاسکنی کے علاقے اسے اپنی بی بی الیانار کے جہیز میں ملے تھے۔ الیانار جس کا سن اُس سے زیادہ تھا۔ لوئی ہفتم شاہ فرانس کی ملکہ تھی۔ لوئی نے اُسے طلاق دے دی تھی اور طلاق کے چند ہی ہفتے بعد ہنری نے اُس سے عقد کر لیا تھا۔

شکل وشباہت اور سیرت وشمائل

ہنری دُہرے بدن کا فربہ اندام شخص تھا بال چھوٹے چھوٹے اور سرخی مائل بھورے رنگ کے تھے۔ آنکھیں نیلگوں اور خوب نمایاں تھیں چست وچالاک ایسا تھا کہ کھانے کے اوقات کے علاوہ شاذونادر ہی کرسی پر بیٹھتا تھا وہ صبح کہیں ہوتا تھا اور شام کہیں۔ لوگوں کو کبھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ اس وقت وہ کہاں ہے اور اپنی اسی مسلسل نقل وحرکت کی بدولت وہ ہمیشہ رعایا کو قابو میں رکھتا تھا تعلیم اُس نے اچھی پائی تھی۔ اور بیوپار کی اونچ نیچ سے خوب واقف تھا طبیعت جوشیلی تھی۔ اور جب حزم پر جوش غالب نہ ہوتا تھا تو اُس کی حکیمانہ تدبیر کے جوہر کھلتے تھے۔ اُس کے بیٹے اگرچہ ناخلف تھے لیکن وہ ان کے ساتھ ہمیشہ شفقت کا سلوک کرتا رہا۔ البتہ بی بی سے اس کی ان بن تھی۔ ملکہ کو اپنے شوہر کی بے اعتنائی اور بیوفائی کا گلا رہتا تھا اور تعلقات کی اس کشیدگی سے بہت سی مشکلات پیدا ہوگئیں۔

انگریزوں کو اپنے طاقتور اور عادل بادشاہ کی نئی شخصیت کے فوائد بہت جلد

محسوس ہونے لگے تھیوبالڈ کے مشورے پر کاربند ہوکر ہنری نے جاگیرداروں کو اُن تمام قلعوں کے انہدام پر مجبور کیا جو شاہی اجازت کے بغیر تعمیر کیے گئے تھے۔ تمام وہ خالصہ اراضیات واپس لے لیں جن سے اسٹیفن نے اپنے متوسلین کی شکم پُری کی تھی اور ان بدیسی افواج کو جنھیں وہ اپنے ہمراہ انگلستان لایا تھا رخصت کر دیا۔ اُس نے عدالتوں کا ازسر نو افتتاح کیا اور ریچرڈ ڈی لوسی جیسے نیک اور متدین شخص کو جو پچیس سال تک اُس کا خدمت گزار رہا اپنا میر عدل بنایا یا وزارت خزانہ کی خدمت پر اُس نے کنٹربری کے نائب صدر اسقف ٹامس بیکٹ کا تقرر کیا

ٹامس بیکٹ وزیر خزانہ مقرر ہوا۔

ٹامس بیکٹ کا باپ ایک دولتمند نارمن تاجر گلبرٹ بیکٹ تھا جو لنڈن کا شاہ بندر اور صدر اسقف تھیوبالڈ کا دوست اور شاگرد تھا۔

اب دس سال تک انگلستان میں امن و سکون رہا اور باوجودیکہ ہنری کو بہت ہی بیرونی لڑائیوں میں مصروف رہنا پڑا اور ۱۱۵۸ء سے لے کر ۱۱۶۳ء تک وہ ملک سے باہر رہا پھر بھی کسی قسم کی شورش اس زمانے میں نہ ہونے پائی لیکن باہر رہنے کے باوجود بھی ہنری معاملات انگلستان میں برابر مشغول رہا اور اس دس سال کے عرصے میں اُس نے رعایا کے لیے بہت سے عمدہ قوانین وضع کیے اُس کی خواہش تھی کہ کسی طرح جاگیرداروں کی حد سے بڑھی ہوئی قوت گھٹ جائے اور اسی کے ساتھ اپنی فوج کو جو بیرونی مہمات میں شریک تھی تنخواہ دینے کے لیے وہ روپے کی بھی کوئی سبیل نکالنی چاہتا تھا۔ اس کی شکل اُس نے یہ نکالی کہ

محصول جنگ

مزارعین کو جو قانوناً جنگی خدمات کی انجام دہی کے لیے اپنے مالکوں کے ہمراہ جانے پر مجبور تھے۔ اجازت دی کہ اگر چاہیں جنگ میں شریک ہونے کے عوض ایک بندھی رقم بطور فدیہ سرکاری خزانے میں داخل کر دیں اس ایک کرشمے سے ہنری کے دو کام نکل آئے کسانوں کو جہاں یہ فائدہ ہوا کہ گھر پر رہ کر فصل کی کاشت کیلیے انھیں جمعیت خاطر نصیب ہوئی۔ وہاں جاگیرداروں کی مسلح تعداد خود بخود کم ہو گئی۔

عدالتی حلقے اور جوریاں

اب عدالتی حکام پہلے کی بہ نسبت زیادہ باقاعدگی کے ساتھ اپنے فرائض مفوضہ کی انجام دہی کے لیے دورہ کرنے لگے۔ اس لیے کہ ہنری نے ملک کو چھ اضلاع یا عدالتی حلقوں میں اس ہدایت کے ساتھ تقسیم کر دیا تھا کہ "ہر سینکڑے" میں بارہ اشخاص اور ہر شہر کے چار اشخاص ان تمام الزامات کی تفتیش کریں جو ان کے علاقے کے بدمعاشوں پر لگائے جائیں۔ اور الزامات کے صحیح ثابت ہونے کی

صورت میں ملزمین کو حکام مذکور کے اجلاس میں پیش کریں اور حلف اٹھائیں کہ ملزمین نے واقعی ارتکاب جرم کیا ہے۔ اس طور پر اُس بڑی جوری (پنچایت) کی ابتدا ہوئی جو آج کے دن تک کسیقدر ترمیم کے ساتھ ہمارے نظام عدالت کا جزو ہے۔ جوری کے ارکان "جورر" ثالث یا حکم کہلاتے تھے لفظ "جورر" لاطینی مادہ "جورو" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "میں قسم کھاتا ہوں" جورو کے ارکان چونکہ قسم کھاکر بیان کرتے تھے کہ ملزم پر جرم ثابت ہے اس لیئے انہیں "جورر" کہا جاتا تھا یعنی وہ جو قسم کھائے۔ اس ابتدائی کارروائی کے بعد ملزمین کے مقدمے کی سماعت ہوتی تھی اور "غیبی آزمایش" کے قدیم سیکسن طریقے کے مطابق فیصلے ہوتے تھے لیکن چالیس سال بعد جان کے عہد حکومت میں غیبی آزمایش کا طریقہ منسوخ ہوگیا اور بڑی پنچایت کے اجلاس سے ملزم ایک اور پنچایت کے سپرد ہونے لگا جو چھوٹی جوری کے نام سے موسوم ہوئی یہ پنچایت بھی بارہ ایسے اراکین پر مشتمل ہوتی تھی جن کی نسبت گمان غالب تھا کہ مقدمے کے تمام واقعات کا انھیں علم ہے یہ اراکین اپنے ذاتی علم ویقین کی بنا پر تجویز کرتے تھے کہ بڑی پنچایت کا قائم کیا ہوا الزام صحیح ہے یا نہیں۔ یہ تجویز "ورڈکٹ" کہلاتی تھی جس سے مراد قول صحیح یا مختصر "فیصلہ" ہے آگے چلکر چھوٹی پنچایت کو بھی اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ الزام زیر تجویز کی بابت جو باتیں دوسروں کو معلوم ہیں اُن کی چھان بین کی جائے۔ اور اس طور پر گواہوں کی شہادت طلب کرنے کا طریقہ رواج پذیر ہوا۔

کلیرنڈن کی عدالت سشن ۱۱۶۶ء

اب لوگوں کو دادخواہی کے لیئے ہر طرح کی آسانیاں میسر ہوگئیں اور کلیرنڈن کی عدالت سشن نے ۱۱۶۶ء اور نارتھمپٹن کی عدالت سشن نے ۱۱۷۶ء میں جو فیصلجات صادر کیئے ان میں یہ تمام تبدیلیاں پایہ تکمیل کو پہنچ گئیں اور آج کے دن بھی یہ فیصلجات انگریزوں کی آزادی کے قبالے متصور ہوسکتے ہیں اُن عمدہ قوانین کے نفاذ کی بدولت ملک کو جو امن وامان نصیب ہوا اُس سے فائدہ اٹھاکر بہت سے لوگوں کو جو بدامنی کے دور میں علمی مشاغل جاری نہ رکھ سکتے تھے تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا

دارالعلم آکسفرڈ کے اولین طالب العلم

اور ہم پہلی مرتبہ آکسفرڈ میں طلبہ کو فاضل راہبوں سے کہ اُس زمانے میں سب سے اچھے معلم وہی تھے درس لیتے ہوئے سنتے ہیں ابتدا میں درس وتدریس کی اگرچہ مختصر سے پیمانے پر ہوئی لیکن آگے چل کر یہی مکتب ایک بہت بڑا دارالعلم ہوگیا۔

لیکن عدالتوں کے انتظام کی اصلاح کرتے کرتے ہنری نے ایک بہت بڑی مصیبت مول لی۔ اُس کا وزیر خزانہ ٹامس بیکٹ بڑے درجے پر پہنچ گیا تھا اور اس کا عزیز ترین دوست ہوگیا تھا جب تھیوبالڈ نے وفات پائی تو ہنری کو موقع ملا کہ امرا کی طرح پادریوں کی حالت بھی اُن کے ہاتھوں درست کرے اور اس خیال سے کہ اس کام میں بیکٹ اُس کا ہاتھ بٹائے گا اُس نے

بیکٹ کا تقرر صدر اسقفی کی خدمت پر۔

اُسے کنٹربری کا صدر اسقف مقرر کردیا لیکن ہنری نے بیکٹ کے انداز فرائض شناسی کا صحیح اندازہ نہ کیا تھا۔ بیکٹ کو جو کام کرنا ہوتا تھا اُس میں ہمہ تن محو و منہمک ہوجاتا تھا اور اس کے انصرام میں اپنی جان لڑا دیتا تھا۔ جب وہ وزیر خزانہ رہا اپنے آپ کو بادشاہ کا نوکر سمجھتا رہا اور حق یہ ہے کہ نوکری کا اُس نے حق ادا کردیا۔ لیکن صدر اسقف بنتے ہی اُس نے سمجھ لیا کہ اب میں بادشاہ کا نہیں بلکہ کلیسائے مسیحی کا نوکر ہوں چنانچہ اُس نے اپنا پر تکلف لباس اتار پھینکا اور کمل کا لباس پہن کر قسیسیت کے حقوق کی حمایت کا عزم بالجزم کرلیا۔

یاد ہوگا کہ ولیم اول نے پادریوں کے مقدمات کی سماعت کے لیے قسیسی عدالتیں مقرر کی تھیں (دیکھو صفحہ ۸۳) اُن عدالتوں میں آئے دن انصاف کا خون ہوا کرتا تھا

پادریوں کے مقدمات کی سماعت

اس لیے کہ اس زمانے میں قریب قریب تمام لکھے پڑھے لوگ دنیوی خدمتوں پر مامور ہونے کے باوجود قسیسی منصب رکھتے تھے اور یہ لوگ جن جرائم کے مرتکب ہوتے تھے یہاں تک کہ سرقہ اور قتل جیسے سنگین جرم بھی ان سے سرزد ہوتے تھے تو ان سے کوئی خاص مواخذہ نہ ہوتا تھا اور وہ بہ آسانی چھوٹ جاتے تھے کیونکہ کلیسا کے قانون میں کوئی سنگین سزا موجود نہ تھی اور معمولی عدالتوں کو اُن پر کچھ اختیار نہ تھا۔ ہنری کو اصرار تھا کہ معمولی نوعیت کے جرائم کے لئے پادریوں پر شاہی عدالت میں مقدمات چلائے جائیں اور جس طرح ایڈورڈ الملقب بہ تائب کے زمانے میں ان کو عام مجرموں کی طرح سزائیں دی جاتی تھیں اسی طرح اب بھی دی جائیں۔ تمام اساقف اس امر پر رضامند ہوگئے مگر بیکٹ کسی طرح راضی نہ ہوا۔ آخر بصد دقت اُسے اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ "آئین کلیرنڈن" کو جو حکومت کی طرف سے قسیسی معاملات میں دست اندازی کرنے کے متعلق سنہ ۱۱۶۴ء میں مرتب ہوئے تھے تسلیم کرلے۔ لیکن دوسرے ہی دن اپنے کئے پر پشیمان ہوکر اُس نے اپنی رضامندی واپس لے لی اور پاپا سے درخواست کی کہ گناہ

اس سے کلیسا کے مقابلے میں سرزد ہوا ہے اُس کی اُسے معافی دی جائے۔

شہزادۂ ہنری کی تاجپوشی

اپنے دوست کی اس حرکت پر ہنری کو بے انتہا طیش آیا۔ اور اپنا غصہ اُس نے اس طرح نکالا کہ بکیٹ کو طرح طرح ذلیل و رسوا کرنا شروع کیا۔ بکیٹ بادشاہ کے عتاب کی تاب نہ لاسکا اور فرار ہو کر فرانس چلا گیا۔ جہاں اُس نے چھ سال گزارے۔ ہنری کی آتش غضب اُس کی غیبت میں بھی فرو نہ ہوئی اور بکیٹ کے تمام دوست اور رشتہ دار چن چن کر جلا وطن کیئے گئے ۱۱۷۰ئہ میں بادشاہ نے چاہا کہ شہزادہ ہنری کے سر پہ تاج رکھا جائے تاکہ اس کے زمانۂ غیبت میں عنانِ حکومت شہزادے کے ہاتھوں میں رہے۔ بکیٹ چونکہ انگلستان میں موجود نہ تھا اس لیئے تاج پوشی کی رسم یارک کے صدر اسقف راجر کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ کنٹربری کے صدر اسقف کی اس سے بڑھکر توہین اور کیا ہو سکتی تھی۔ پاپا کی برافروختگی کی کوئی حد نہ رہی اور اُس نے ہنری کو ایک تہدید آمیز پیام اس مضمون کا بھیجا کہ اگر شاہ انگلستان بکیٹ کو فرانس سے واپس نہ طلب کرے گا تو حلقۂ کلیسا سے خارج کر دیا جائے گا۔

بکیٹ کا قتل
۲۹ دسمبر ۱۱۷۰ئہ

غرض ہنری جو اس وقت فرانس میں تھا مصالحت پہ مجبور ہوا اور بکیٹ کو انگلستان واپس جانے کی اجازت دے دی۔ اب بکیٹ کے نائرۂ غضب کے مشتعل ہونے کی باری آئی۔ ساحل انگلستان پر لنگر انداز ہوتے ہی اُس نے شہزادے کو تاج پہنانے کے الزام میں یارک کے صدر اسقف کو معطل کر دیا۔ بکیٹ کے اس خصومت آمیز طرز عمل کے احمقانہ ہونے میں کلام نہیں لیکن ہنری کا جنون انگیز جوش غضب اور بھی زیادہ احمقانہ تھا کہ اس واقعے کی خبر پاتے ہی وہ آپے سے باہر ہو گیا اور پکار اٹھا کہ کوئی ہے جو اس فتنہ پرداز پادری سے میرا پیچھا چھڑائے؟ چار فوجی سردار یہ سنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور انگلستان پہنچکر بکیٹ کو جس کی استقامت اور پامردی میں آخر وقت تک فرق نہ آنے پایا کنٹربری میں خود اسی کے گرجا کے فرش پہ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

غصے اور انتقام کے جذبات کے نتائج یہی ہوا کرتے ہیں قانون کے بدلنے میں ہنری بالکل حق بجانب تھا۔ اور بکیٹ نے جو ہنری کی مخالفت کی محض اپنا فرض سمجھ کر کی۔ لیکن آگے چل کر دونوں سیدھے رستے سے بھٹک گئے۔ بکیٹ نے اُس

جبر و تشدد کا انتقام لینا چاہا جو اس پر روا رکھا گیا تھا اور یہی منتقمانہ خواہش اس کی بے راہ روی کی محرک بن گئی۔ ہنری غصے کے جوش میں بے قابو ہو گیا اور اپنے عزیز دوست کا قاتل ٹھیرا۔

ہنری کو جب بیکٹ کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو سخت پشیمان ہوا اور اسی وقت اپنے خاص قاصدوں کے ہاتھ پاپا کو کہلا بھیجا کہ بیکٹ کے ناشدنی قتل میں اس کے ارادے یا ایما کو ہرگز دخل نہ تھا۔ اس کے بعد اس وقت تک کے لیے کہ اس کی براءت کا فرمان صادر ہو کلیسا کی حد عتاب سے پرے پرے رہنے کا ارادہ کر کے وہ انگلستان چلا آیا اور انگلستان سے آئرلینڈ روانہ ہو گیا۔

لینسٹر کی تسخیر

آئرلینڈ میں بڑے بڑے انقلاب ہو رہے تھے۔ ۷۹۵ء سے جب کہ قوم ڈین نے اس ملک پر حملہ کیا اہل ملک برابر ستائے اور لوٹے جا رہے تھے اور ان کی حالت وحشیوں سے بدتر ہو رہی تھی۔ ۱۰۱۴ء میں آئرلینڈ کے نامور سردار برائن بورو نے ڈین حملہ آوروں کو ایک خوں ریز معرکے میں شکست دیکر ملک سے باہر نکال دیا تھا اگرچہ وہ خود بھی اس معرکے میں کام آیا اس زمانے سے آئرلینڈ میں طوائف الملوکی کا بازار گرم ہو گیا اور چھوٹے چھوٹے بادشاہ اور سردار آپس میں بر سر پیکار رہنے لگے ہنری نے اپنے عہد حکومت کے اوائل میں آئرلینڈ کے فتح کرنے کی اجازت پاپا سے حاصل کر لی تھی اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کی نوبت دیر تک نہ آنے پائی۔ ۱۱۶۶ء میں آئرلینڈ کے ایک فرمانبردار ڈرماٹ والی لینسٹر نے اپنے ہم چشموں کے خلاف ہنری سے مدد مانگی۔ اس پر ہنری نے پمبروک کے امیر رچرڈ ڈی کلیر کو جو "کڑی کمان" کے لقب سے ملقب تھا آئرلینڈ پر چڑھائی کا اذن دیا۔ امیر موصوف قسمت آزما تلوریوں کا ایک جتھا لے کر چڑھ دوڑا اور لینسٹر کے قریب قریب سارے علاقے کو بزور شمشیر مسخر کر لیا۔ ہنری جو اب ایک لشکر جرار کے ساتھ عازم آئرلینڈ ہوا تو اس کا مقصد یہی تھا کہ اس نئے علاقے پر اپنا تسلط جمائے۔ وہ ایک سال تک ڈبلن کے باہر ڈیرے ڈالے پڑا رہا اور اس عرصے میں اپنی قوت کو مضبوط کرتا رہا۔ اپنے ہمراہیوں کو اس نے مفتوحہ علاقے میں جاگیرات عطا کیں۔ متعدد قلعے تعمیر کرائے اور آئرلینڈ کے فرمانروا ہونے کی حیثیت سے ملک کے

ہنری ثانی فرماں روائے آئرلینڈ ۱۱۷۱ء

تمام سرداروں سے اطاعت کا حلف لیا۔ پانچ سال بعد اُس نے اپنے چہیتے بیٹے جان کو حاکم آئرلینڈ بنا کر بھیجا۔ لیکن جان نے اپنی بے عنوانیوں سے اپنے اتنے دشمن بنا لیے کہ اُسے واپس انگلستان آنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اگرچہ تسخیر آئرلینڈ کا یہ اولین زمانہ ہے لیکن اس ملک کی حقیقی حکومت کہیں تین سو سال بعد جا کر انگریزوں کے ہاتھ میں آئی ادھر ہنری اپنی سلطنت کی حدود کو وسعت

ہنری کے بیٹوں کی بغاوت

دے رہا تھا اُدھر اُس کے بیٹے اور دوسرے دشمنان دولت اُس ہلچل سے فائدہ اُٹھا کر جو بیکیٹ کے قتل نے ملک بھر میں ڈال دیا تھا اُس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے میں مصروف تھے۔ شہزادہ ہنری آرزومند تھا کہ باپ کے جیتے جی ہی انگلستان یا نارمنڈی کا مطلق العنان فرمانروا بن بیٹھے۔ جافری اور رچرڈ چاہتے تھے کہ فرانس میں بڑے بڑے علاقوں کے خود مختار حاکم ہو جائیں۔ ملکہ الیانار کے دل میں اپنے خاوند کی طرف سے جو اُس کی جانب ملتفت نہ ہوتا تھا پہلے ہی نفرت بیٹھی ہوئی تھی شاہِ فرانس ہنری کے بڑھتے اقتدار کو ایک آنکھ نہ دیکھ سکتا تھا باغیوں کو امداد دینے کے لیے موقع کا منتظر تھا اسکاٹلینڈ کا بادشاہ ولیم المخاطب بہ "شیر ببر" الگ اس تاک میں تھا کہ انگلستان کے شمالی اضلاع کو دوبارہ فتح کر کے اپنی عملداری میں شامل کر لے۔ اور انگلستان کے جاگیردار اس افراتفری میں اپنی کھوئی ہوئی قوت کی بحالی کے منصوبے جدا گانٹھ رہے تھے۔ لیکن

ہنری کا کفارہ اور اپنے حریفوں پر غلبہ

ہنری ایک اکیلا ان سب پر بھاری تھا۔ آئرلینڈ سے وہ پاپا کے قاصدوں کی پیشوائی کے لیے جو اُس کی معافی کا فرمان لائے تھے سیدھا نارمنڈی گیا۔ ادھر سے مطمئن ہو کر اس نے بیٹوں کی باغیانہ شورش فرو کی اور ملکہ الیانار کو زندان میں ڈال دیا جہاں وہ اس کی وفات تک قید رہی اس کے بعد اس نے بیکیٹ کے مزار پر نفس کشی کرنے سے اپنی رعایا کا دل مٹھی میں لے لیا اور کنٹربری کی چار دیواری سے چلہ کھینچ کر وہ نکلا ہی تھا کہ ولیم والیٔ اسکاٹلینڈ کے قید ہونے کی خبر آئی۔ اس قید سے ولیم کو اس وقت تک رہائی نصیب نہ ہوئی جب تک کہ اس نے انگلستان کی باجگزاری کا حلف نہ اٹھا لیا۔ کنٹربری سے ہنری فوجیں لیے ہوئے ہنگڈن کی طرف اپنے باغی جاگیرداروں کی سرکوبی کے لیے بڑھا۔ اور انہیں شکست دے کر از سرِ نو اپنا حلقہ بگوش بنایا۔ غرض ایک سال کے اندر اندر اُس نے تمام حریفوں کو زیر کر کے

اپنا پورا اقتدار قائم کرلیا۔

فوج ردیف کا قیام ۱۱۸۱ء

اس تمام جدوجہد نے ہنری کو ایک ایسی انگریزی فوج کی ضرورت محسوس کرائی جس پر وہ اڑے وقت میں پورا بھروسہ کرسکے چنانچہ ۱۱۸۱ء میں اس نے لازمی فوجی خدمت کے اس قدیم مغربی سیکسن قانون کو از سرنو رواج دیا جس کی رو سے تمام آزاد اشخاص کو ہتھیار دے دیئے جاتے تھے اور ان سے عہد لے لیا جاتا تھا کہ خطرے کے وقت اپنے بادشاہ اور ملک کی حفاظت کریں گے فوجی خدمت کا یہ طریقہ اس جاگیردارانہ طریقے سے بالکل مختلف تھا جس کے بموجب رعایا بوقت ضرورت اپنے آقا کے لیے جنگی خدمت انجام دیتی تھی۔ یہ نیا فوجی قانون ہماری "ملیشیا" (فوج ردیف) کی بنیاد قرار پایا کہ اس فوج سے قومی سپاہیوں کی ایک ایسی جمعیت مراد ہے جو بطور فوج باقاعدہ طیار کی جائے لیکن جس سے جنگی خدمت صرف اسی وقت لی جائے جب ملک کو غنیم سے بچانے کی ضرورت پیش آئے۔ ہنری کی عمر کا باقی حصہ زیادہ تر انگلستان سے باہر گزرا۔ اگرچہ اس عرصے میں وہ چار مرتبہ خود بھی انگلستان آیا لیکن انتظام حکومت نائبانہ حیثیت سے رینلف ڈی گلینول کے تفویض رہا جو دادرسی کے فن کا ماہر اور نہایت قابل مقنن تھا۔ اسی زمانے میں لندن کا پرانا پل تعمیر ہونا شروع ہوا۔ یہ پہلا سنگین پل تھا جو دریائے ٹیمز پر باندھا گیا۔ اور ہمارے زمانے تک قائم رہا۔ نیا پل جو اس کی جگہ از سرنو بنایا گیا ۱۸۲۴ء میں تعمیر ہوا۔

ہنری کی وفات ۱۱۸۹ء

ہنری کے ناخلف بیٹے ابھی تک اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تھے اور آئے دن باپ سے الجھتے رہتے تھے۔ آخر بڑے بیٹے ہنری کا ۱۱۸۳ء میں اور سنجھلے بیٹے جافری کا ۱۱۸۶ء میں انتقال ہوگیا۔ صرف رچرڈ اور جان باقی رہ گئے اور ان کی سعادت مندی کی یہ کیفیت تھی کہ رچرڈ نے فلپ شاہ فرانس کی مدد سے اپنے باپ کو جس کی صحت اب بگڑتی جارہی تھی شکست دے کر ٹورین کے علاقے سے نکال دیا۔ شکستہ دل اور سقیم الحال ہنری نے جب بخار کی حالت میں باغیوں کی فہرست ملاحظے کے لئے طلب کی اور چوٹی پر اپنے چہیتے بیٹے جان کا نام درج پایا تو مایوس ہوکر کہنے لگا کہ اب حقیقت میں دنیا میرے لیے تنگ ہوگئی جیوں تو کس کے لیے اور کس امید پر! اس کے دوسرے ہی دن اس کا انتقال ہوگیا۔

انگلستان کے بادشاہوں میں ہنری کا نام ہمیشہ نیکی سے یاد کیا جائے گا۔ انگریزوں کو اُس کے عہد حکومت میں امن وامان اور عدل وانصاف کی برکتیں نصیب ہوئیں اور جو عمدہ قوانین اُس نے نافذ کیئے وہ آج کے دن تک برقرار ہیں۔

رچرڈ المخاطب بہ شیر دل

سنہ ۱۱۸۹ء لغایت سنہ ۱۱۹۹ء

ہنری کے بعد رچرڈ وارث تاج وتخت ہوا۔ سپاہیانہ اوصاف سے قطع نظر کرکے باقی ہر ایک بات میں وہ اپنے باپ کی ضد تھا۔ اگرچہ اس کی پیدائش انگلستان کی تھی لیکن چونکہ اُس کا ایک بڑا بھائی بھی موجود تھا جو ولی عہد سلطنت تھا لہذا ایکوٹیین کے علاقے کی حکومت اس کے حصے میں بطور ترکہ آئی تھی اور اسی حیثیت سے اُس کی تعلیم وتربیت باہر ہی ہوئی تھی۔ انگریزی زبان کا شاید وہ ایک فقرہ بھی نہ بول سکتا تھا اور اپنے دو سالہ عہد حکومت میں اُسے انگلستان آنے کا اتفاق صرف دو مرتبہ ہوا اور دونوں بار اس کا قیام صرف چند مہینے رہا۔ وہ حریص اور دنی الطبع ضرور تھا لیکن شجاعت اور مروّت کے اوصاف اُس کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے جس کا دوست بن جاتا تھا اس کا آخر وقت تک ساتھ دیتا تھا اور جس کا دشمن ہو جاتا تھا اُس کی جان ہی لے کر چھوڑتا تھا۔ اپنی رعایا کے سود وبہبود کی اُسے کچھ پروانہ تھی البتہ مذہب کے نام پر مٹا ہوا تھا اور حروب صلیبیہ میں اُس کے مردانہ کارنامے یادگار روزگار ہیں۔ اسی لیئے انگریزی قوم کو اُس کی ذات پر فخر تھا لیکن انگلستان کی تاریخ پر اُس کا کوئی احسان نہیں یہ گاڑی اس کے حین حیات میں اُس کے بغیر ہی چلتی رہی۔

رچرڈ حقیقی معنوں میں انگلستان کا بادشاہ نہ تھا

رچرڈ عہدے اور منصب فروخت کرتا ہے۔

رچرڈ کی تاج پوشی کی رسم بتاریخ ۲ دسمبر سنہ ۱۱۸۹ء عمل میں آئی تخت پر بیٹھتے ہی اس نے تمام سرکاری عہدے اور اعزاز اور کلیسائی اوقاف اور خالصہ اراضیات جن پر اس کا قابو چل سکا فروخت

کرنی شروع کر دیں۔ اور تو اور صلیبی جنگ کے لئے روپیہ جمع کرنے کی غرض سے اُس نے فرماں روائے اسکاٹلینڈ کے حلف اطاعت تک کو بیچ کر دام کھڑے کر لئے اور اس طور پر اُسے انگلستان کی باجگذاری سے سبکدوش کر دیا۔ صلیبی مہم کے اخراجات کے لئے رقم فراہم کرنے کی دھن میں ایک مرتبہ اُس نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر کوئی خریدار نظر آئے تو مجھے اُس کے ہاتھ لندن تک بیچ ڈالنے میں عذر نہیں۔ غرض دسمبر کے مہینے میں فلپ شاہ فرانس کے ساتھ جا ملنے کیلئے کہ وہ بھی ارض مقدس کو جا رہا تھا رچرڈ انگلستان سے روانہ ہو گیا اور اپنی ماں الیانار اور اپنے میر عدل ولیم لانگ شانی کو اپنی غیبت میں ملک کا انتظام کرنے کے لئے چھوڑ گیا۔

لانگ شانی ایک فرومایہ شخص تھا جس نے وزارت خزانہ کا عہدہ ایک بندھی رقم دے کر رچرڈ سے خریدا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسا رذیل شخص ملک داری کا کسی طرح اہل نہ ہو سکتا تھا۔ انگلستان کے نصیب اچھے تھے کہ رچرڈ کا باپ اپنی زندگی میں دانشمندانہ قوانین بنا گیا تھا اور انھیں قوانین کی ملک میں اصلی حکومت تھی ورنہ لانگ شانی جیسوں نے تو قلمرو کو تہ و بالا ہی کر دیا ہوتا۔ لانگ شانی صرف دو سال حکومت کرنے پایا ملک کے جتنے امرا اور جاگیردار تھے سب کو اُس سے دلی نفرت تھی۔ اُس کی قوت اگر قائم تھی تو صرف ملکہ الیانار کے سہارے۔ چنانچہ جب ملکہ ۱۱۹۱ء میں عازم جزیرۂ صقلیہ ہوئی تو شہزادہ جان نے باشندگان لندن کی امداد اور رضامندی حاصل کر کے اُسے برطرف کر دیا اور وہ فرار ہو کر نارمنڈی چلا گیا۔ لندن کے "لارڈ میئر" (رئیس بلدیہ) کا عہدہ غالباً اُسی واقعے کی بدولت قائم ہوا ہے۔ اس لئے کہ جان نے باشندگان لندن کی خدمات کا اعتراف اس شکل میں کیا کہ اول تو ان کی مجلس انتظامی کے حقوق کے برقرار رکھنے کا حلف اٹھایا اور اسی کے ساتھ سب سے پہلی مرتبہ اُن کے لئے ایک رئیس بلدیہ مقرر کیا جس کے اختیارات شہر کی حدود کے اندر قریب قریب شاہانہ اقتدارات کے مساوی تھے۔

> لانگ شانی کا عزل
> ۱۱۹۱ء

> لندن کا پہلا رئیس
> ۱۱۹۱ء

لندن کا پہلا رئیس بلدیہ ہنری فٹز آلون مقرر ہوا اور جب تیئیس سال بعد اُس نے وفات پائی تو بادشاہ وقت جان نے اپنا رئیس بلدیہ آپ منتخب کرنے کا حق باشندگان لندن کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

اس اثناء میں رچرڈ نے یہ سن کر کہ لوگ لانگ شانی سے ناراض ہیں ایک اور شخص کا تقرر میر عدل کے عہدے پر کردیا۔ ملکہ الیانار بھی صقلیہ سے واپس آگئی جس کا اثر یہ ہوا کہ جان کو جو تخت و تاج غصب کرنے کے منصوبے گانٹھ رہا تھا اپنے غاصبانہ ارادے سے باز آنا پڑا۔ ارض مقدس سے شاہ رچرڈ کے شجاعانہ کارناموں کی خبریں انگریزی قوم کو وقتاً فوقتاً پہنچتی رہتی تھیں تاآنکہ ایک دن یہ خبر آئی کہ واپسی پر امیر آسٹریا نے اُسے گرفتار کرکے شہنشاہ جرمنی کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے اور جب تک کہ اُسے فدیہ دیکر چھڑایا نہ جائے اُس کی رہائی کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ فدیے کی رقم ایک لاکھ پاؤنڈ تھی اور اس رقم کی فراہمی کے لیئے ضرور تھا کہ انگلستان کا ہر باشندہ اپنی سالانہ آمدنی اور مال و املاک کا چوتھا حصہ دے اور اس کے علاوہ چار جدید محصول ادا کرے جو اسی غرض سے لگائے جانے تجویز ہوئے تھے۔ جان نے ازراہ غداری شہنشاہ جرمنی کو بہت کچھ آمادہ کرنا چاہا کہ کسی طرح رچرڈ کو قیدی رکھے لیکن اس کوشش میں اسے کامیابی نہ ہوئی اور فدیے کے ادا ہونے پر رچرڈ ۲۰ مارچ ۱۱۹۴ء کو بمقام سینڈوچ لنگر انداز ہوا۔ اس مرتبہ اپنے چہار ماہہ قیام انگلستان کا زمانہ اس نے بیرونی لڑائیوں کے اخراجات کے لیئے روپیہ فراہم کرنے میں گزارا اور اسیری سے رہا ہونے پر صدر اسقف کی دعائیں لے کر وہ مئی کے مہینے میں روانہ نارمنڈی ہوگیا جس کے بعد اُسے انگلستان واپس آنا پھر کبھی نصیب نہ ہوا۔ جان نے غدارانہ سفلہ پن کی راہ سے جو سلوک اُس کے ساتھ کیا تھا اس کی پاداش میں اُس نے جان کی تمام جاگیریں اور قلعے ضبط کر لیئے لیکن اس سے زیادہ اور کوئی سزا نہ دی بلکہ فیاضی سے کام لے کر بے مہر بھائی کو معاف کردیا۔

رچرڈ کا فدیہ ۱۱۹۳ء

رچرڈ کی دوسری آمد مارچ تا مئی ۱۱۹۴ء

غیر ملکی لڑائیوں کے اخراجات کے لیئے روپیہ دینے سے اساقف کا انکار

آئندہ چار سال تک انگلستان کی عنان حکومت ہیوبرٹ والٹر اور جافری فٹز پیٹر کے ہاتھوں میں رہی۔ یہ دونوں میر عدل اپنی خدمات نائب السلطنت ہونے کی حیثیت سے وفاداری کے ساتھ انجام دیتے رہے اور رچرڈ کو اپنی معرکہ آرائیوں کے لیئے جن بیش قرار رقوم کی ضرورت پڑتی رہتی تھی اُنھیں محصولات کی شکل میں اہل ملک پر بحصہ رسدی عاید کرتے وقت اُنھوں نے تابحد امکان عدل و انصاف سے کام لیا۔ ایک فائدہ قوم و ملک کو اس سے

ضرر رہوا۔ تمام قلمرو میں چونکہ اب امن و امان کا دور دورہ تھا اس لیئے لوگوں نے سوچنا شروع کیا کہ آیا یہ بات مناسب اور قرین صواب ہے کہ بادشاہ اس بے دریغ طریقے سے رعایا پر ٹیکس لگاتا چلا جائے اور رعایا اس سے کوئی باز پرس نہ کرے۔ شدہ شدہ ان خیالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر فراہمی رقم کے موقع پر نائبان سلطنت کو قانونی مجالس منعقد کرنے کی ضرورت پیش آنے لگی۔ ایک مرتبہ تو لنکن اور سالسبری کے اسقفوں نے روپیہ دینے سے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم کلیسا کے اوقاف کا محاصل غیر ملکی لڑائیوں کے اخراجات کے لیئے نہیں دے سکتے۔ اس طور پر اہل ملک کے دل میں یہ خیال مضبوطی سے جمنا شروع ہو گیا کہ اس بات کے تصفیے میں قوم کی آواز کو بھی دخل ہونا چاہیئے کہ حکومت کو رعایا پر کون کون سے ٹیکس لگانے چاہئیں:۔

رچرڈ کی وفات ۱۱۹۹ء آخر ایک دن یکایک خبر آئی کہ ۶۔ اپریل ۱۱۹۹ء کو لیموبی کے قریب قلعہ شالو کا محاصرہ کرتے ہوئے رچرڈ تیر کا ایک کاری زخم کھا کر انتقال کر گیا۔ وہ شجاعت جو رچرڈ کا خاصہ تھی مرتے دم تک قائم رہی۔ چنانچہ جس تیر انداز نے اُسے نشانۂ اجل بنایا تھا اُس کو اُس نے کشادہ دلی سے معاف کر دیا۔ لیکن جب رچرڈ کی آنکھیں بند ہوئیں تو یہ معافی نظر انداز کر دی گئی اور وہ شخص بے رحمی سے مار ڈالا گیا۔

جان المخاطب بہ منحوس

سنہ ۱۱۹۹ء لغایت سنہ ۱۲۱۶ء

اب ہم انگلستان کے ایک ایسے بادشاہ کے حالات پر قلم اٹھاتے ہیں جس کی نسبت ایک کلمۂ خیر بھی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ سچ ہے کہ اس کا زمانہ انگلستان کے لیئے نہایت اہم تھا

جان کی سیرت اور اس کے عہد میں اہل انگلستان کو آزادی کے بڑے بڑے حقوق حاصل ہوئے لیکن برائی سے یہ اچھائی محض اس لیئے پیدا ہوئی کہ بادشاہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر رعایا اُٹھ کھڑی ہوئی اور حق و عدل کے حقوق اس سے جبراً لے کر رہی۔ جان وجیہہ و شکیل اور خوش طبع و رنگین مزاج تھا۔ تعلیم بھی اچھی پائی

تھی قابلیت بھی رکھتا تھا لیکن پرلے درجے کا سفاک عیاش طباع بدعہد اور نفس پرست واقع ہوا تھا۔ باپ کو اُس نے دغا دی۔ بھائی کے ساتھ اس نے غداری کی تخت بادشاہی پر بیٹھا تو بھتیجے کی اس نے بیخ کنی کی رعایا کو اس نے ستایا غرض کسی موقع پر اپنے شاہانہ قول و قرار کا پاس نہ کیا۔ رچرڈ کی وفات کے وقت جان پاس ہی موجود تھا حاضر الوقت اُمرا نے

آرتھر اور شاہ فرانس کے ساتھ جنگ

اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کر کے اس کی اطاعت کا حلف اُٹھایا اور انگلستان میں بھی وہ بلا پس و پیش حکمران منتخب ہو گیا اس لیے کہ جافری کے بیٹے آرتھر والی برٹنی کی عمر صرف بارہ سال کی تھی اور اسی لیے اُس کا ساتھ دل سے کسی نے نہ دیا۔ البتّہ فرانس کی حالت انگلستان سے جداگانہ تھی۔ جان نے نارمنڈی۔ پائٹو اور ایکوٹین کے صوبوں پر تو کسی قدر جد و جہد کے بعد قبضہ کر لیا لیکن صوبۂ انجو کا حقیقی امیر آرتھر تھا اسی لیے انجو اور برٹنی کے علاقوں کی آبادی اُس کی حمایت پر کمر بستہ ہو گئی۔ دیرینہ سال ملکہ الیانار نے جس کی عمر اب اسّی برس کی ہو چکی تھی جان کی طرفداری کا اعلان کیا اور فرانس کا بادشاہ فلپ آرتھر کی حمایت میں تیغ بکف ہو گیا یہ جنگ کچھ کچھ وقفے کے ساتھ تین سال تک جاری رہی تا آنکہ شہزادہ آرتھر کو جس نے صوبۂ پائٹو کے قلعہ مرابل میں اپنی دادی الیانار کو گھیر رکھا تھا جان نے شکست دیکر گرفتار کر لیا۔

آرتھر کا قتل ۱۲۰۳ء

اب ایک ایسا فعل شنیع وقوع میں آیا جس کی یاد سے آج تک ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں گرفتاری کے وقت آرتھر کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ جان نے اُسے روئن کے نئے حصار میں قید کر دیا مگر بہادر لڑکے نے صاف کہہ دیا کہ میں تاج انگلستان کے دعوے سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد ہی وہ دنیا کے پردے سے ہمیشہ کے لیے غائب ہو گیا۔ شیکسپیر نے اپنے ناٹک میں اس شجاع و نوخیز شہزادے کے شرمناک قتل کی تصویر کھینچ کر ہمارے دلوں میں غصہ و غضب اور رحم و ہمدردی کے جذبات کا تلاطم بپا کر دیا ہے۔ لیکن یہ ایک ڈراما نویس کی جادو نگاری کا کرشمہ ہے۔ اصلی حقیقت کا علم ہمیں صرف اس قدر ہے کہ یورپ بھر میں گھر گھر اس بات کے چرچے ہونے لگے کہ جان نے اپنے بھتیجے کو مروا ڈالا ہے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ یہ الزام درست تھا۔ جان کا قبضہ اپنی فرانسیسی جاگیرات پر فلپ شاہ فرانس کے محکوم ہونیکی

حیثیت سے تھا چنانچہ فلپ نے اُسے حکم دیا کہ آرتھر کے قتل کا جو الزام اُس پر لگایا جارہا ہے اُس کی صفائی اپنے ہم چشم امرائے دولت کے مواجہہ میں آکر پیش کرے۔ جان نے امتثال امر سے پہلوتہی کی۔ اس پر فلپ نے اُس کی تمام فرانسیسی جاگیرات کی ضبطی کا اعلان کردیا۔ ملک کے اکثر امرا بھی اُس کے مخالف ہوگئے اور اس کی ماں بھی انتقال کرگئی۔ بالآخر بجز اُن جزائر کے جو آبنائے انگلستان میں واقع ہیں (دیکھو نقشہ نمبر۳) شمالی فرانس کے تمام مقبوضات جان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ منتہائے جنوب میں ایک فقط گاسکنی کا علاقہ جو اُس کی ماں کی ملک سے تھا اور صوبہ ایکوٹین کا ایک حصہ قلیل اُس کے قبضے میں رہا نارمنڈی اور انجو کو از سر نو مسخر کرنے کے لیئے اس نے بیشک متعدد کوششیں کیں لیکن یہ سب کوششیں رائگاں گئیں۔ غرض اُس ناپاک قتل کی پاداش ہیں جس کے ارتکاب سے اُس نے تخت انگلستان پر قبضہ کیا اُس کا تمام آبائی ترکہ ایک ساتھ اس کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ جان کے اس نقصان سے انگلستان کو یہ ایک بہت بڑا فائدہ ضرور ہوا کہ آیندہ کے لیئے اس ملک کے تاجدار اور امرا اسی کے ہوگئے۔ اب تک وہ انگریزی قوم کا روپیہ خرچ کرکے غیر ملکوں میں جنگ کیا کرتے تھے۔ اب ضرور ہوا کہ وہ انگلستان ہی کو اپنا گھر بنائیں اور اہل انگلستان ہی کے ساتھ قرابت اور دوستی کے رشتے قائم کریں۔

نارمنڈی اور انجو کے علاقے جان کے قبضے سے نکل گئے۔

اسٹیفن لینگٹن کا انتخاب

لیکن جان کے لیئے جلد ہی ایک نئی الجھن پیدا ہوگئی۔ گزشتہ پانچ سال سے صدر اسقف ہیوبرٹ وزارت خزانہ کے منصب پر مامور تھا اور ملک کا انتظام اُس نے نہایت اچھا کیا تھا۔ جب ۱۲۰۵ء میں اُس کا انتقال ہوا تو کنٹربری کے پادریوں نے اس خیال سے کہ جان یقیناً اس ذمہ داری کی خدمت پر کسی اپنے حاشیہ نشین ہی کا تقرر کرے گا خفیہ طور پر خود ایک صدر اسقف منتخب کرلیا۔ جان کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے ان میں سے بعض پادریوں کو ایک اور صدر اسقف کے انتخاب پر مجبور کیا۔ دونوں اسقفوں نے پاپائے انوسنٹ ثالث سے فریاد کی لیکن پاپا نے دونوں کو الگ کردیا اور جن چھ پادریوں کا وفد فریاد لے کر آیا تھا اُن سے قرعۂ انتخاب ایک نیک نفس اور متدین انگریزی قسیس اسٹیفن لینگٹن کے نام ڈلوادیا جو اس وقت روما میں قیام پذیر تھا۔ جان نے لینگٹن کا داخلۂ انگلستان ہی بند کردیا اور

اپنے اس فیصلے پر ایسا اڑا کہ آخر پاپا نے ۱۲۰۸ء میں سارے انگلستان کے حق میں مذہبی بندش کا حکم جاری کر دیا یعنی تمام پادریوں کو ہدایت کر دی کہ نہ تو گرجاؤں میں لوگوں کے نکاح پڑھائیں نہ قبرستانوں میں مردوں کو دفن ہونے دیں اور رسم اصطباغ کی انجام دہی یا کسی دم توڑتے شخص کے حق میں دعا مانگنے کے علاوہ گرجا میں دعا یا نماز کی قسم سے کوئی مذہبی رسم نہ انجام دیں۔ چار سال تک یہ سخت بندش قائم رہی۔ گرجاؤں میں کوئی گھنٹی نہ بجی۔ کوئی دعا نہ مانگی گئی۔ کوئی نماز نہ ادا کی گئی۔ مردے مذہبی رسوم کے بغیر کھائیوں اور چراگاہوں میں گڑھے کھود کر گاڑ دیئے جاتے رہے۔

انگلستان کے لئے مذہبی بندش ۱۲۰۸ء۔

ملک کے حق میں یہ بہت بڑی سختی تھی اس لئے کہ جھگڑا تو اصل میں حکومت اور کلیسا کے درمیان تھا اور رعایا بیچاری مفت میں مصیبت جھیل رہی تھی لیکن جان کو اس کی خس برابر بھی پروا نہ ہوئی۔ وہ الٹا کینہ توزی پر اتر آیا اور کلیسا سے اس طرح بدلہ لیا کہ اسقفوں اور قسیسوں کا تمام مال و املاک ضبط کر کے جو رقم اس طرح وصول ہوئی اس سے آئرلینڈ اسکاٹلینڈ اور ویلز کی لڑائیوں کا خرچ پورا کیا۔ اس پر انوسنٹ نے ۱۲۰۹ء میں جان کو کلیسا کی برادری کے حلقے سے خارج کر کے اس حکم کو عام کر دیا کہ کوئی شخص جان کی اطاعت نہ کرے اب بھی جان کے بھانویں نہ ہوا بلکہ جن جن لوگوں نے پاپا کے احکام کی پیروی کی انھیں سزائیں دینی شروع کیں۔ چنانچہ نارچ کے بڑے پادری کو عدول حکمی کی پاداش میں اس نے سیسے کے ایک گرانبار سرپوش کے نیچے کچلوا ڈالا۔ امرائے سلطنت جب دربار سے ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے تو جان نے اُن کے قلعوں پر قبضہ کر لیا اُن کے بچوں کو گرفتار کر لیا اور اُن کی بیبیوں اور بیٹیوں کے ساتھ شرمناک سلوک کیا۔ آخر ۱۲۱۲ء میں پاپائے روما نے جان کی معزولی کے اعلان کے ساتھ فلپ شاہ فرانس کو انگلستان پہ فوج کشی کا حکم صادر کر دیا۔

حلقۂ کلیسا سے جان کا اخراج ۱۲۰۹ء

اب جان کے حواس ذرا ٹھکانے ہوئے اس لئے کہ خود اس کی ذات کو نقصان پہنچتا نظر آتا تھا۔ اگر اس کے تعلقات رعایا سے اچھے ہوتے تو اُسے پاپا اور فلپ دونوں کی مخالفت

جان پاپا کی اطاعت قبول کرتا ہے ۱۲۱۳ء

کی پروانہ ہوتی لیکن اس کی بدکرداریوں نے تمام لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے نفرت ڈال دی تھی اور کوئی شخص اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ تھا۔ کسی منجم نے پیشین گوئی کی تھی کہ "اسنشن ڈے" (یوم صعود مسیح) سے پہلے پہلے کہ یہ دن جان کے جلوس کی سالگرہ کا دن تھا جان کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُس پیشین گوئی سے حواس باختہ ہو کر اُس نے نہ صرف لینگٹن کا تقرر صدر اسقف کے عہدے پر منظور کر لیا بلکہ از راہ غایت تذلل تاج انگلستان پاپا کے وکیل مطلق پنڈلف کے حوالے کر کے پھر وہی تاج پاپا کی باجگذار رعایا ہونے کی حیثیت سے واپس لیا۔ اپنے اس طرز عمل سے جان نے پاپایانِ روما اور تاجداران انگلستان کے درمیان ایک طویل و مدید کشمکش کی بنا ڈال دی جس کا سلسلہ تین سو سال سے زیادہ عرصے تک قایم رہا۔

قوم کی بڑھتی طاقت

جان نے لینگٹن کا تقرر منظور کرنے کو تو کر لیا لیکن یہی تقرر خود اس کے گلے کا ہار ہو گیا۔ ہنری ثانی اور رچرڈ کے خاموش و پر امن دور حکومت میں قوم کی قوت سالہا سال سے بڑھ رہی تھی شہروں میں جب صدائے جرس پر اہل شہر کا جلسہ منعقد ہوتا تھا جلسے کے اراکین امور زیر بحث پر آزادی سے گفتگو کرنے کے خوگر ہو چلے تھے۔ تجار کی مجالس تجارت کے ضابطے معین کرتی تھیں۔ پیشہ وروں کی مجالس اہل حرفہ کو ارباب اقتدار کی سخت گیریوں سے بچاتی تھیں۔ اور جب کبھی بادشاہ وقت کو روپے کی ضرورت پیش آتی لوگ روپیہ دے کر نئی مراعات حاصل کر لیتے تھے۔ یونیورسٹیوں میں طلبہ کو مساوات کا سبق ملنے لگا تھا۔ انگریز۔ نارمن آئرش اور ویلش نسل کے طالبان علم بلا لحاظ درجہ و رتبہ عام اس سے کہ وہ امیر زادے ہوں یا دہقان زادے دوستانہ اور ہمچشمانہ برابری کی حیثیت سے آپس میں ملتے تھے دیہات میں بھی آزادی کی یہ روح اپنا کام کر رہی تھی۔ مالک و مملوک کی باہمی ذمہ داریوں کا تعین قانون نے کر دیا تھا۔ دونوں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں خاص خاص حقوق حاصل تھے۔ مزارع بسا اوقات آزاد ہوتا تھا اور بجائے محنت کے اپنے آقا کا حق خدمت ایک بندھی رقم کے ذریعے سے ادا کر دیتا تھا۔ غرض قوم کے مختلف طبقوں میں اب اس قدر یک جہتی تھی کہ ایک ظالم بادشاہ کے مقابلے میں عوام الناس اور امرا کے متحد ہو جانے کی صورت نکل آئی تھی۔

امرا کی طرف سے قبالۂ آزادی کا مطالبہ۔

ان کو صرف ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو انھیں رستہ دکھائے اور ان کا سرگروہ بنے۔ یہ بیڑا لینگٹن نے اٹھایا اور علم انقلاب کے بلند ہونے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ۴۔ اگست ۱۲۱۳ء کو اسقفوں امیروں اور شہروں کے شریفوں کا ایک جلسہ اس مسئلے پر غور کرنے کے لیے منعقد ہوا کہ جن اسقفوں کا مال و متاع جان نے لوٹ لیا ہے اُن کی کس قدر رقم حکومت کے ذمہ واجب الادا ہے۔ اس پر جافری فٹز پیٹر میر عدل نے امرا سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر آپ لوگ جان کے مظالم اور سخت گیریوں کو برداشت کرنے پر رضامند ہیں تو اس میں کسی کا کیا قصور ہے۔ ساری خطا خود آپ لوگوں کی ہے۔ ورنہ اگر آپ چاہیں تو اتحاداً بادشاہ کو ہنری اول کے قوانین کے اتباع پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اس کے چند ہفتے بعد سینٹ پال کے گرجا میں ایک اور جلسہ ہوا جس میں اسٹیفن لینگٹن نے ہنری اول کا ضابطۂ قوانین پیش کیا اور جلسہ کے متفقہ فیصلے کے موافق فٹز پیٹر نے دونوں جلسوں کے مطالبات جان کے روبرو پیش کر دئے۔ قضائے کار عین اسی زمانے میں فٹز پیٹر کا انتقال ہو گیا اور جان نے میر عدل کے عہدے پر اپنے ایک بدیسی حاشیہ نشین کو مامور کر دیا۔ لیکن حقوق طلبی کی جنگ کا سلسلہ صدر اسقف لینگٹن نے برابر جاری رکھا اور شمالی و جنوبی علاقہ جات کے امرا نے بمقام اڈمنڈسبری خفیہ طور پر عہد و پیمان کیا کہ یا تو حقوق کے ایک نئے منشور پر جان سے دستخط کرا کر رہیں گے یا تلوار سے اُس کا مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ ۱۲۱۵ء کے ماہ جنوری میں اُنھوں نے اپنے مطالبات بادشاہ کے سامنے پیش کر دیئے۔ امرا کی اس اچانک کارروائی نے جان کے ہوش پراگندہ کر دیئے

جان منشور اعظم پر دستخط کرتا ہے ۱۲۱۵ء۔

اور تو اس سے اس وقت پر کچھ بن نہ پڑا البتہ تین مہینے کی مہلت ان کے مطالبات پر غور کرنے کے لیے طلب کی۔ یہ بھی اس کا ایک داؤں تھا۔ بجائے اُس کے کہ وہ اہل ملک کے حقوق کی نوعیت کی تحقیقات کرتا اُس نے چپکے چپکے فوج فراہم کرنی شروع کر دی اور اپنا نام صلیبی جنگ آزماؤں کی فہرست میں داخل کرا لیا تا کہ اس کے خلاف جنگ کرنے والا دینی بے حرمتی کا مرتکب سمجھا جائے۔ لیکن امرا کچی گولیاں نہ کھیلے تھے۔ انھوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں اور سارا ملک ان کے ساتھ ہو گیا۔ جان کی تمام امیدیں اب خاک میں مل گئیں سارا

ملک ایک طرف تھا اور وہ یکہ و تنہا ایک طرف۔ صرف سات فوجی سرداروں نے اُس کا حق رفاقت ادا کیا اور وہ انھیں کو لے کر اپنے سرکش امرا سے رنی میڈ میں جو ونڈسر کے قریب دریائے ٹیمز کے کنارے واقع ہے مقابل ہوا ۱۵ ماہ جون ۱۲۱۵ء کو اُس نے اپنی مرضی کے خلاف طوعاً و کرہاً منشور اعظم پر دستخط ثبت کیے اور یہی وہ اساسی ضابطہ ہے جس نے اس وقت سے لے کر آج کے دن تک انگریزوں کی آزادیوں کی نگہداشت کی ہے اس قبالۂ اعظم کے اکثر قوانین کچھ نئے نہیں تھے بلکہ پہلے سے دوسرے شاہی منشوروں کے اندر درج چلے آتے تھے۔ اس کے دو فقرے خاص طور سے قابل ذکر ہیں پہلے فقرے کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ مجاز نہ ہوگا کہ اپنی مرضی سے اپنی رعایا کو جب اور جس طرح چاہے قید کر دے یا سزا دے۔ بلکہ ضرور ہے کہ ہر شخص کے داورس اُس کے برابر والے ہوں دوسرے فقرے کی رو سے بادشاہ کو اسقفوں امیر الامراؤں اور بڑے اور چھوٹے درجے کے جاگیرداروں کی رضامندی کے بغیر ٹیکس لگانے کا اختیار حاصل نہ تھا۔ باقی فقرات کے ذریعے سے زیادہ تر قدیم حقوق کی تجدید کی گئی تھی۔ لیکن بڑی بات اس قبالے میں یہ تھی کہ دوسرے منشوروں میں تو بادشاہ اپنے جلوس کے وقت محض

منشور اعظم کے فوائد۔

ان قوانین کا اعلان کر دیا کرتا تھا جن سے رعایا پر حکومت کرنی مقصود ہوتی تھی اور یہ منشور اعظم ایک معاہدہ تھا جس پر دستخط کرنے کے لیے رعایا نے ایک ظالم بادشاہ کو مجبور کیا تھا۔ قوم اب اس قدر طاقتور ہو گئی تھی کہ قوانین کی بجا آوری اور دوسروں کے حقوق کی تکریم پر کیا رعایا اور کیا بادشاہ دونوں کو مجبور کر سکتی تھی۔ امرا نے اپنے اور نیز عوام کے حقوق کے نفاذ کا یہاں تک بندوبست کر لیا تھا کہ اُن میں سے پچیس امیروں کی ایک مجلس اس غرض سے مقرر کی گئی کہ بادشاہ نے جو وعدے کیے ہیں اُن کے ایفا کی نگرانی کرے اور اس کو یہ اختیار دیا گیا کہ نقض عہد کی صورت میں شاہی قلعوں اور زمینوں پر قبضہ کر لے جان جی میں ٹھان چکا

جان اور اس کے امرا کی جنگ۔

تھا کہ اپنا عہد کبھی پورا نہ کرے گا۔ امرا کو وہ حیلے حوالوں سے ٹالتا رہا اور ساتھ ساتھ ولیسیوں کی فوج فراہم کرتا رہا۔ پاپا سے بھی اُس نے مدد مانگ بھیجی اور بالآخر خانہ جنگی کا بازار گرم ہو گیا جان کو متعدد معرکوں میں فتح حاصل ہوئی اور انگلستان کے شمال میں جو کچھ اُس کے

لوئی فوج لے کر آتا ہے

سامنے آیا حوالۂ تیغ و آتش ہوتا گیا۔ آخر کار جان کی غدارانہ بدعہدیوں نے امرا کا پیمانۂ صبر چھلکا دیا اور انھوں نے شاہ فرانس کے سب سے بڑے بیٹے لوئی کو انگلستان کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے بلا بھیجا۔ چنانچہ لوئی ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوگیا لیکن موت نے چند مہینے بعد انگلستان کو اس ظالم فرمانروا کی گرفت بیداد سے چھڑا لیا۔ لنکن شائر کی دلدلوں میں واش کی ندی کو عبور کرتے وقت جان کا تمام خیمہ و خرگاہ اور جواہرات اور تاج جو اُسے اپنی رعایا سے کہیں زیادہ محبوب تھا موجوں کی نذر ہوگیا۔ دوسرے دن سُواینز ہیڈ (سرخوک) کے مٹھ میں اُس کی طبیعت بگڑ گئی مگر وہ بیماری کی حالت ہی میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور ۱۹ ؍ اکتوبر ۱۲۱۶ء کو بمقام نیوارک انتقال کر گیا۔ جان نے دو کم سن لڑکے ہنری اور رچرڈ یادگار چھوڑے اور جب اس کی آنکھیں بند ہوئی ہیں تو ملک کی یہ حالت تھی کہ

جان کی وفات ۱۲۱۶ء

چاروں طرف خانہ جنگی کا ہنگامہ برپا تھا اور غیر ملکی افواج کی قطاروں سے میدان بھرے پڑے تھے۔

حصہ سوم

انگریزی پارلیمنٹ کی اٹھان

قبالۂ اعظم سے لے کر فرمانروایان خاندان لینکسٹر تک کے بادشاہ

جان

دیکھو نقشہ مندرجۂ صفحہ ۳۷

ہنری سوم

سال ولادت سنہ ۱۲۰۷ع سال وفات سنہ ۱۲۷۲ع عہد حکومت سنہ ۱۲۱۶ع لغایت سنہ ۱۲۷۲ع

پراونس کی شہزادی الیانار سے عقد کیا

ایڈورڈ اول

سال ولادت سنہ ۱۲۳۹ع سال وفات سنہ ۱۳۰۷ع حکومت لغایت سنہ ۱۲۷۲ع ۱۳۰۷ع

کیسٹل کی شہزادی الیانار اور بعد ازاں فرانس کی شہزادی مارگریٹ سے عقد کیا

ایڈورڈ دوم

سنہ ۱۲۸۴ع میں پیدا اور سنہ ۱۳۲۷ع میں قتل ہوا

عہد حکومت سنہ ۱۳۰۷ع لغایت سنہ ۱۳۲۷ع

فرانس کی شہزادی اسابلا سے عقد کیا

ایڈورڈ سوم

سال ولادت سنہ ۱۳۱۲ع سال وفات سنہ ۱۳۷۷ع

عہد حکومت سنہ ۱۳۲۷ع لغایت سنہ ۱۳۷۷ع

ہنالٹ کی شہزادی فلپا سے عقد کیا۔

ایڈمنڈ امیر لینکسٹر

ٹامس امیر لینکسٹر

فرقۂ ڈسپنسرس "مقسمین" سے انحراف کرنیکے باعث سنہ ۱۳۲۲ع میں اسکی گردن ماری گئی۔

ہنری امیر لینکسٹر

ہنری امیر الامرائے لینکسٹر

ایڈورڈ المعروف بہ شہزادۂ سیاہ پوش

سال ولادت سنہ ۱۳۳۰ع سال وفات سنہ ۱۳۷۶ع

رچرڈ دوم

سنہ ۱۳۶۶ع میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۳۹۹ع میں تخت سے اتار دیا گیا

زمانۂ حکومت سنہ ۱۳۷۷ع لغایتہ سنہ ۱۳۹۹ع

پہلے بوہیمیا کی شہزادی این بعد ازاں فرانس کی شہزادی اسابلا سے عقد کیا۔

جان رئیس گانٹ

بلانچ رئیسۂ لینکسٹر سے عقد کر کے امیر الامرائے لینکسٹر ہوا

بلانچ رئیسۂ لینکسٹر

ہنری

امیر ڈاربی

و امیر الامرائے لینکسٹر

جو آگے چل کر ہنری چہارم کے لقب سے تخت نشین انگلستان ہوا

آٹھواں باب

امرا کی جنگ

ہنری سوم ۱۲۱۶ء لغایت ۱۲۷۲ء

شاہ جان اس دنیا سے اُٹھ چکا تھا اور فرشتہ اجل نے اُس سے عہد کرنے یا عہد کو توڑنے کی قابلیت چھین لی تھی۔ امرا نے فرانس کے شہزادہ لوئی کو دعوت دینے میں جو غلطی کی تھی اُس پر پشیمان ہونے کی نوبت اب آچلی تھی کیونکہ انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ شہزادہ لوئی اُن کی جاگیریں اپنے فرانسیسی امیروں کو بخش دے گا۔ اسی لیئے وہ انگلستان کے کمسن شہزادہ ہنری کو جس کی عمر اس وقت صرف نو سال کی تھی اپنا بادشاہ بنانے کے لیئے بطیب خاطر آمادہ تھے۔ غرض ونچسٹر کے اسقف نے جان کی وفات کے دس دن بعد گلاسٹر میں شہزادے کے سر پہ تاج رکھا۔ تاج تو دریا میں غرق ہو گیا تھا اسی لیئے تاجپوشی کی رسم ایک سادہ طلائی حلقے کے ذریعے سے انجام دی گئی اور ہنری نے پاپا کے وکیل مطلق گوالو کے سامنے باجگذارانہ حیثیت سے روما کی اطاعت کا حلف اٹھایا۔ اس موقع پہ قبالۂ اعظم از سر نو شائع کیا گیا لیکن وہ فقرہ حذف کر دیا گیا جس کا یہ مضمون تھا کہ ٹیکس لگانے کے لیئے بادشاہ کو رعایا کی رضامندی حاصل کرنی لازم ہو گی۔ پمبروک کا دیرینہ سال اور دانشمند امیر ولیم مارشل جو ہنری کے باپ دادا کی رفاقت میں ثابت قدم رہتا چلا آیا تھا بادشاہ کا اتالیق اور نائب السلطنت

نوعمر ہنری کی تخت نشینی
۲۸ اکتوبر ۱۲۱۶ء

مقرر ہوا۔ رفتہ رفتہ تمام امرا نے جو جادۂ اطاعت سے منحرف ہو گئے تھے حکومت کے آگے سر متابعت خم کر دیا۔ شہزادہ لوئی تخت انگلستان پر قبضہ کرنے کے لیئے ابھی تک جد و جہد کر رہا تھا لیکن انگریزی قوم کی متفقہ طاقت کے آگے اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ ۲۰ مئی ۱۲۱۷ء کو امیر پمبروک نے اُس کی فوج کو لنکن کے کوچوں میں شکست دی اور ۲۴ اگست کو ہیوبرٹ ڈی برگ کے ہاتھوں اُس کے بیڑے نے آبنائے انگلستان میں زک اٹھائی ان حالات میں اُس نے اس معاہدہ کو بہت

شہزادہ لوئی کی فرانس کو مراجعت
۱۲۱۷ء

غنیمت سمجھا جو فریقین کے درمیان بمقام لیمبتھ قلمبند ہوا اور جس کی رو سے روپے کی کچھ رقم اُس کے ہاتھ آئی۔ چنانچہ وہ یہ رقم لے کر انگلستان سے رخصت ہو گیا دو سال بعد کہن سال ارل

بادشاہ کا عہد طفولیت سنہ ۱۲۱۶ء لغایت سنہ ۱۲۲۷ء

پمبروک کا انتقال ہو گیا اور پیٹر ڈی روشے اسقف ونچسٹر نوعمر فرمانروا کا اتالیق مقرر ہوا۔ حکومت کا انتظام ہیوبرٹ ڈی برا امیر عدل اور نیک نہاد اسٹیفن لینگٹن صدر اسقف کے سپرد ہوا۔ سنہ ۱۲۲۰ء میں صدر اسقف نے ہنری کی تخت نشینی کی رسم دوبارہ انجام دی اور سنہ ۱۲۲۷ء میں بعمر بیست سالگی اُس نے نظم و نسق سلطنت کی عنان خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اول اول اس تغیر سے سلطنت کے انتظام میں کوئی حقیقی فرق نہ آنے پایا اس لیے کہ ہنری کے مشیر اُس کی خاص مجلس شوریٰ کی حیثیت سے برابر کام انجام دیتے رہے۔ اسی مجلس سے اس کونسل کی ابتدا ہوئی جو ہمارے زمانے میں "پریوی کونسل" کے نام سے مشہور ہے شہر و دیہہ دونوں

رعایا کی حالت

جگہ کی رعایا خوش حال تھی۔ یہ سچ ہے کہ خانہ جنگی کا طوفان ملک بھر میں اپنے پیچھے فساد و اضطراب کی ایک لہر چھوڑ تا گیا تھا۔ سڑکوں اور شاہراہوں پر رابن ہڈ۔ لٹل (کوچک) جان اور فرایر (برادر) ٹک کی وضع و قماش کے دیدہ دلیر ڈاکو منڈلاتے پھرتے تھے لیکن ان قزاقوں کا قاعدہ تھا کہ زیادہ تر مال دار مسافروں ہی کو لوٹتے تھے لوگوں کے گھروں پر چھاپے نہ مارتے تھے فصلیں عموماً اچھی ہوتی تھیں۔ مزدوری پیشہ لوگوں تک کو جو اور کبھی کبھی گیہوں کی روٹی کھانے کو اور جو کی شراب پینے کو بکثرت مل جاتی تھی۔ دسترخوان پر مچھلی بھی ہوتی تھی اور پنیر بھی۔ لوگ موسم سرما میں اپنے پہننے کا کپڑا خود بنتے تھے۔ چمڑے کی دباغت خود کرتے تھے اور لکڑی کے جن اوزاروں کی ضرورت ہوتی تھی خود تیار کرتے تھے۔ کشتی پھینکیتی اور تیر اندازی جس کا سیکھنا قانوناً لازمی تھا اُن کے دل لگی کے مشغلے تھے۔ سال میں چند مرتبہ دیہی عدالت اور پنچایت کے جلسے بھی ہوتے تھے جس سے کسان اور زمیندار کی زندگی کی یکسانی میں فی الجملہ تنوع اور دلچسپی پیدا ہو جاتی تھی۔ کبھی کبھی کوئی دیہاتی اپنے آقا سے کسی شہر میں جا کر تجارت کرنے کی اجازت لے لیتا تھا یا فوج میں بھرتی ہو کر بادشاہ کے دشمنوں سے لڑنے کے لیے انگلستان سے باہر چلا جاتا تھا یا گاؤں کے پادری سے لکھنا پڑھنا سیکھ کر اُس کی سفارش پر تعلیم کو مکمل کرنے کے لیے یونیورسٹی میں جا داخل ہوتا تھا لہٰ شہروں میں بھی گرانبار شاہی

محصولات سکے باوجود اندرونی اور بیرونی تجارت ترقی کرتی جاتی تھی۔ دیہات کے باشندے

میلے

جو چیزیں اپنے لیئے خود نہ بنا سکتے تھے انھیں جاگیر کا خانساماں سالانہ میلوں سے خرید لیتا تھا۔ یہ میلے بادشاہ کی خاص اجازت سے ہر سال ملک کے مختلف حصوں میں بھرتے تھے اور جو سامان ان میں فروخت ہوتا اُس پر بادشاہ محصول وصول کرتا تھا۔ ان میلوں سے رعایا کو بہت بڑا فائدہ پہنچتا تھا اگرچہ بعض دفعہ جب ہنری کو روپیہ کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ لندن جیسے مقامات میں بھی جہاں اُن کی کچھ ضرورت نہ تھی اُن کے لگائے جانے کا حکم دے دیتا تھا اور اس سے مستقل دکانداروں کو نقصان پہنچ جاتا تھا۔ اسی عہد کے اندر ۱۲۵۷ء میں اول اول طلائی سکے انگلستان میں مسکوک ہوئے لیکن ان کا عام چلن کہیں ۱۳۴۴ء میں جا کر ہوا۔

پاپا انگلستان سے روپیہ وصول کرتا ہے۔

رعایا اگرچہ خوش حال و فارغ البال تھی لیکن بادشاہ اور امرا کے تعلقات کشیدہ ہو کر پھر ایک خطرناک صورت اختیار کر رہے تھے۔ ۱۲۳۸ء میں صدر اسقف لینگٹن کا انتقال ہو گیا اور اس کی وفات کے بعد پاپائے گرگوری نہم انگلستان کے ساتھ اس طرح سلوک کرنے لگا گویا کہ یہ ملک اُس کی ذاتی جاگیر ہے۔ آئے دن بڑی بڑی رقمیں منگا بھیجتا تھا اور اپنے جنگی مصارف ادا کرنے کے لیئے انگلستان کے ہر پادری کے مال و املاک تک کا دسواں حصہ ہتیا لیتا تھا۔ اس پاپا نے انگلستان کے اعلیٰ و ادنیٰ کلیسائی مناصب پر بھی اطالوی پادریوں کو مقرر کر دیا تھا اور وہ انگریزی روپے سے جیبیں بھرتے چلے جاتے تھے۔ ان بدیسی پادریوں کو رعایا کے بہبود و بہبود کی مطلق پروا نہ تھی اور اگر پیشوایان مذہب کی اُس جماعت کے دو جدید طبقے انگلستان میں آکر اشاعت علم کی خدمت سر انجام نہ دیتے جو فرائر یعنی "اخوان" کے نام سے موسوم ہے تو لوگ جہالت اور وحشت کی پستی میں پڑے رہتے۔ اُن میں ایک طبقہ ڈامینکی یا اخوانِ اسود کہلاتا تھا۔ ڈامینکی انھیں اس لیئے کہتے تھے کہ ان کے پیشوا کا نام ڈامینک تھا جو ایک ہسپانوی نژاد راہب تھا۔ دوسرا طبقہ ایک اطالوی راہب

طبقۂ برادران کلیسا

فرانسس ساکن اسیسی کی پیروی کے باعث فرانسسکی یا "ابیض" کے نام سے موسوم تھا۔ راہبوں کی یہ برادری مختلف اقوام کے نیک نفس افراد سے مرکب تھی جنھوں نے فقیرانہ زندگی بسر کرنے کی منت مان رکھی تھی۔ وہ تمام ایشیا اور

یورپ میں ننگے پاؤں سفر کرتے پھرتے تھے اور لباس کی قسم سے اُن کے جسم پر ایک اونی لبادہ ہوتا تھا جس کے گردسن کا ایک پٹکا بندھا رہتا۔ انگلستان میں آکر انھوں نے اس ملک کے شہروں کے ذلیل و رذیل ترین محلوں میں سکونت اختیار کی اور لوگوں کی اصلاح کے لئے جابجا پھرتے اور شبانہ روز کوشش کرتے رہے۔ انہیں برادران کلیسا میں سے ایک برادر مشہور و معروف راجر بیکن ہے جس کی معرکتہ الآرا تصنیف "اوپس میجس" نے اول اول لوگوں کی توجہ کو مسایل حکمیہ کی طرف منعطف کیا۔

ہنری مطلق العنان ہوکر حکومت کرتا ہے ۱۲۳۲ء لغایت ۱۲۵۸ء

۱۲۳۲ء میں بادشاہ نے ہیوبرٹ ڈی برا کی طرف سے بدگمان ہوکر میر عدل کا منصب اُس سے چھین لیا اور عنانِ اختیار خود اپنے ہاتھوں میں لے کر اُن مشیران باتدبیر کی جگہ جو اس خوش اسلوبی سے حکومت کا انتظام کرتے چلے آئے تھے محض معمولی کارکن مقرر کر دئے۔ اُسی دن سے شیرازہ نظم و نسق درہم و برہم ہونے لگا۔ اس لئے کہ ہنری متلوّن مزاج خود بین، مسرف اور کانوں کا کچا تھا اس میں کچھ خوبیاں بھی ضرور تھیں مثلاً اس کے اخلاق وسیع تھے شاعری اور فنون لطیفہ سے اُسے خاص لگاؤ تھا۔ ویسٹ منسٹر ایبی کی عمارت کو موجودہ شکل میں اُسی نے ملکر تعمیر کرایا اور انگریزی فن عمارت کو اُسی کے مذاق سلیم نے ترقی دی لیکن ملکداری کے فن سے وہ ناآشنا تھا۔ آج جس شخص پر اعتبار کرتا کل اُسی پر شبہ کی نگاہیں ڈالنے لگتا تھا اور اگرچہ طبیعت کا نرم اور نیت کا نیک تھا لیکن کمزور ایسا واقع ہوا تھا کہ نہ تو کبھی اپنے ضمیر ہی کے حق سے عہدہ برآ ہو سکا اور نہ کسی دوسرے ہی کا اُس نے کبھی ساتھ دیا۔

بدیسیوں کا ابھارا۔

ہنری کی ماں اسابیلا نے اپنے شوہر شاہ جان کی وفات کے بعد ایک فرانسیسی امیر سے شادی کر لی تھی اور اُس سے کئی اولادیں بھی ہوی تھیں۔ ہنری نے اب اپنے توعمر علاتی بھائیوں کو روپیہ اور جاگیریں بخشنی شروع کیں اور انگریزی اشرفیاں فرانسیسی ہمیبوں میں کھنکنے لگیں پھر ۱۲۳۶ء میں اُس نے پراولنس کی شہزادی الیانار کے ساتھ عقد کیا اور اب اس کی سسرال والوں کے نہال ہونے کی باری آئی۔ فرانسیسی بدیسیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ اُس کے دربار میں آجمے اور اس نے انگلستان کی امیرزادیوں کو اُن کے ساتھ بیاہنا شروع کر دیا۔ اسٹرانڈ کے

جنوب میں لندن کا جو حصہ ابھی تک سیوائے کہلاتا ہے اُس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس جگہ ملکہ الیانار کے ایک چچا پیٹر امیر سیوائے کا محل واقع تھا۔

پارلیمنٹ کا آغاز

پاپا کے عاملوں کے استحصال بالجبر اور بدیسیوں کی حرص و آز کی متفقہ دست برد سے انگلستان مفلس ہوتا چلا جا رہا تھا۔ خود بادشاہ بھی حد کا فضول خرچ تھا اور ملک کے روز افزوں افلاس میں اُس کی مسرفانہ عادات کے علاوہ اس کی یہ کوشش بھی حصہ لے رہی تھی کہ کسی طرح اُس کے باپ کے فرانسیسی مقبوضات اُسے واپس مل جائیں۔ ان گوناگوں ضرورتوں کے لئے روپیہ فراہم کرنے کی غرض سے وہ اُمرا و عمائد و اساقفہ کی مجلسیں منعقد کرنے پر وقتاً فوقتاً مجبور ہوتا تھا۔ یہ مجلسیں اب پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے نام سے موسوم ہوئیں۔ پارلیمنٹ ایک فرانسیسی لفظ "پارلیمان" سے لیا گیا ہے اور پارلے کے معنی بولنے کے ہیں۔ ان جلسوں میں امرا بادشاہ کو رقم کی منظوری ہاتھ کھینچ کھینچ کر دیتے تھے اور جدید مطالبے کے وقت اصرار کرتے تھے کہ مخارج کی جانچ پرتال اور نگرانی کے لئے ایک ذمہ دار میر عدل ایک وزیر مال اور ایک افسر خزانہ مقرر ہونا چاہئے۔ بادشاہ زبانی وعدے تو بہت کرتا تھا اور چھ مرتبہ اُس نے قبالہ جات کی توثیق بھی کی لیکن کسی وعدے کے ایفا کی نوبت کبھی نہ آئی۔ ہر سال جب بادشاہ کی طرف سے رقم کا مطالبہ ہوتا تو یہی مشکلات پیش آتی تھیں اور جیسا جیسا روپیہ کا تقاضا بڑھتا جاتا تھا یہ مشکلات زیادہ پیچیدہ ہوتی جاتی تھیں تا آنکہ امرا کو یہ بات جی میں ٹھان لینی پڑی کہ ان آئے دن کے بے دریغ مصارف کی روک تھام کرنی چاہئے اور بادشاہ کے بدیسی منہ لگوں کی افزائش کا قصہ پاک کرنا چاہئے۔

سائمن ڈی مانٹ فرٹ

لنکن کے اسقف گراسٹٹ، کنٹربری کے صدر اسقف ایڈمنڈ رچ یہاں تک کہ خود بادشاہ کے بھائی رچرڈ امیر کورنوال نے طرح طرح کے جتن کئے کہ جو ابتری پھیلی ہوئی ہے اُس کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن اس تمام جدوجہد میں امرا کا خاص سرغنہ امیر لیسٹر، سائمن ڈی مانٹ فرٹ تھا۔ بادشاہ کی بہن الیانار سائمن کے حبالہ عقد میں آئی تھی اور اس لحاظ سے وہ رشتہ میں بادشاہ کا بہنوئی ہوتا تھا۔ اگرچہ امیر سائمن کے ماں باپ بدیسی تھے لیکن اُس کی دادی انگلش تھی اور شاید اسی لئے وہ انگلستان کا سچا دوست اور بہی خواہ تھا۔ اُس کے قول و فعل سے راستی آشکارا تھی۔ حق کی

حمایت پر وہ ہر وقت کمربستہ نظر آتا تھا اور اس کے دوست گراسٹڈ اور فرانسسکی طبقے کے ایک راست کردار راہب آدم مارش نے اس آرزو کا گہرا نقش اُس کے دل میں بٹھا دیا تھا کہ کسی طرح لوگوں پر عدل و انصاف کی حکومت ہو۔ کئی سال تک وہ بادشاہ کے نائب ہونے کی حیثیت سے وہ گاسکنی کے علاقے پر حکومت کرتا رہا اگرچہ بادشاہ نے اس زمانے میں اُس کے ساتھ یہ شرمناک سلوک کیا کہ نہ تو روپیہ ہی سے اُس کی مدد کی نہ فوج ہی سے۔ آخر جب وہ انگلستان آیا تو بادشاہ کی بے عنوانیوں اور حماقتوں پر اُسے متنبہ کرنا چاہا لیکن یہ تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ بائیس سال تک حالت بد سے

بدنظمی کے بائیس سال

بدتر ہوتی چلی گئی۔ سنہ ۱۲۴۰ء میں جب رچ کا انتقال ہوا تو ہنری نے ملکہ کے چچا بانی فیس امیر سیوائے کو جو ابھی عنفوان شباب ہی میں تھا کنٹربری کا صدر اسقف مقرر کر دیا۔ سنہ ۱۲۵۳ء میں گراسٹڈ نے بھی وفات پائی مگر مرنے سے پہلے وہ اہل ملک کی شکایات کی ایک فہرست مرتب کر کے سائمن سے قسم لیتا گیا کہ آخر وقت تک حق و انصاف کی حمایت سے دستکش نہ ہوگا اس وعدے کو امیر سائمن نے پورا کر کے دکھا دیا۔

پاپا کشور صقلیہ کا تاج ایڈمنڈ کے سر پر رکھنا چاہتا ہے

یہ مواد جو اندر پک رہا تھا چند سال کے بعد پھوٹ پڑا۔ سنہ ۱۲۵۴ء میں پاپائے انوسنٹ چہارم کی کانرڈ شہنشاہ جرمنی سے جھڑپ ہو گئی۔ اور پاپا نے اُسے جزیرہ صقلیہ کی حکومت سے بیدخل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ہنری کے چھوٹے بیٹے ایڈمنڈ کی عمر اس وقت صرف نو سال کی تھی پاپا نے ہنری کو کہلا بھیجا کہ اگر تم میرے ساتھ مل کر کانرڈ کو سسلی سے نکال دو تو تاج صقلیہ ایڈمنڈ کے سر پہ رکھا جا سکتا ہے۔ ہنری نے از راہ حماقت یہ تجویز منظور کر لی اور اگرچہ انوسنٹ کا عین اسی زمانے میں انتقال ہو گیا لیکن یہ سمجھوتا برقرار رہا اور انوسنٹ کا جانشین پاپا الگزنڈر چہارم ہنری کی طرف سے ہنری ہی کی مالی امداد کے سہارے کانرڈ پر حملہ آور ہوا۔ سنہ ۱۲۵۷ء میں جب پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو بادشاہ کو اعتراف کرنا پڑا کہ اس کے ذمے پاپا کا قرضہ بقدر ایک لاکھ پینتیس ہزار مارک (یا نوے ہزار پاؤنڈ) واجب الادا ہے۔

مجنون پارلیمنٹ سنہ ۱۲۵۸ء

یہ سن کر امرا کی برہمی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور ان کا برہم ہونا واجبی تھا

اس لئے کہ صقلیہ کی جنگ کے معاملہ کی انہیں کانوں کان خبر نہ ہونے پائی تھی اور ادھر خزانہ خالی ہوتا چلا جارہا تھا۔ آخرانھوں نے بہت کچھ رد و قدح کے بعد صرف یا دن ہزار مارک کی منظوری دی اور جب ۱۱ جون ۱۲۵۸ء کو آکسفرڈ میں پارلیمنٹ پھر منعقد ہوئی تو وہ پوری طرح سے مسلح ہو کر آئے۔ اس موقع پر اُن کی طرف سے یہ مطالبہ پیش ہوا کہ چوبیس امرا کی مجلس نظام حکومت کی اصلاح کے لئے مقرر کی جائے اور اراکین مجلس میں سے بارہ کو تو بادشاہ نامزد کرے اور بارہ کا انتخاب خود اُن کی جانب سے عمل میں آئے۔ اصلاحات کی تفصیل حسب ذیل تھی:- (۱) ہر سال تین پارلیمنٹوں کا انعقاد ہوا کرے (۲) قلعے انگریزوں کو واپس مل جائیں (۳) بادشاہ کو صلاح و مشورہ دینے کے لئے ایک مستقل پریوی کونسل (خاص مجلس شورٰی) مقرر ہو (۴) امیر عدل۔ وزیر مال اور افسر خزانہ جن کا تقرر مجلس امرا کے اختیار سے عمل میں آئے ہر سال کے خاتمے پر اپنی کارروائیوں کی رپورٹ پریوی کونسل کے سامنے پیش کیا کریں۔

ضوابط آکسفرڈ

بادشاہ کے طرفداروں کی جماعت امرا کے اس طرز عمل سے سخت ناراض ہوئی اور اس پارلیمنٹ کو تعریضاً "مجنون پارلیمنٹ" کے نام سے موسوم کیا لیکن ہنری نے بجز سرِ تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا چنانچہ اُس نے اور اس کے بڑے بیٹے ایڈورڈ نے جو اس وقت نوزدہ سالہ تھا باقرار صالح عہد کیا کہ اُن "ضوابط آکسفرڈ" پر حرف بحرف عمل کیا جائیگا۔ سب سے پہلا شخص جس نے بدیسی ہونے کی حیثیت سے اپنے قلعے حکومت کے حوالے کردئے۔ خود امیر سامین تھا یہ حالت دیکھ کر بادشاہ کے بہت سے فرانسیسی حاشیہ نشین اپنے وطن کو فرار ہوگئے اور ان کے عہدوں اور منصبوں پر انگریز مقرر ہوئے۔

محاکمۂ آمیان ۱۲۶۴ء

حکومت اب امرا کے ہاتھ میں تھی لیکن اُن کا اقتدار صرف چار سال تک قائم رہا۔ اس لئے کہ ان میں سے اکثر کو مسئلہ نفاذ اصلاحات سے چنداں دلچسپی نہ تھی۔ اُن کے لئے یہی اطمینان کافی تھا کہ بدیسیوں کو انھوں نے ملک سے نکال دیا۔ رہا امیر سامین سو اس کی اصلی و حقیقی خواہش صرف اس قدر تھی کہ کسی طرح حکومت کا انتظام خوش اسلوبی سے چلتا رہے۔ شہزادہ ایڈورڈ اپنی طبعی انصاف پسندی اور نیک نفسی کے اقتضا سے سامین کی حمایت پر آمادہ تھا لیکن بادشاہ

کی نیت بخیر نہ تھی۔ اُس نے پاپا کو پہلے ہی سے لکھ رکھا تھا کہ ایفائے عہد سے اُسے بری
کر دیا جائے۔ چنانچہ فرمان برارت کے وصول ہوتے ہی اس نے قلعہ لندن پر قبضہ کر لیا
اور تمام اضلاع کے نام احکام جاری کر دئے کہ امرا کی طرف سے جو افسر مقرر ہیں اُن کا
ہرگز حکم نہ مانیں۔ اس پر اُمرا طیش میں آکر تیغ بکف ہو گئے۔ اور ملکہ نے گھبرا کر قلعہ لندن میں
جا پناہ لی۔ فریقین جنگ پر تلے ہوئے تھے اور چھوٹی چھوٹی جھڑپیں بھی ہوئیں اگرچہ کوئی
بڑا معرکہ پیش نہیں آیا۔ آخر جانبین کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ اس بحث کا ثالث لوئی نہم
شاہ فرانس کو قرار دینا چاہئے جو اپنے زہد و اتقا اور شرافت نفس کے لحاظ سے ہر چھوٹے
بڑے کی تعظیم کا مستحق ہے۔ وہ جو فیصلہ کرے گا دونوں کو منظور ہوگا۔ لوئی نے (جس کا
نام ۱۲۹۷ء میں کلیسا کے حلقہ اولیا کی فہرست میں داخل ہوا) امور مابہ النزاع پر غور
کرنے کے بعد یہ رائے ظاہر کی کہ بادشاہ کو خود مختارانہ حکمرانی کا حق حاصل ہے اور اسی رائے
کے لحاظ سے بمقام آمیان اُس نے اپنے محاکمہ میں فیصلہ قطعی بحق ہنری صادر کیا۔

امرا کی جنگ ۱۲۶۴ء

اب وہ مشہور جنگ چھڑ گئی جو "امرا کی جنگ" کے نام سے موسوم ہے
اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ اور امرا کے درمیان حصول اقتدار کے لئے
شاہ جان ہی کے زمانے سے کشمکش چلی آتی تھی۔ پندرہ ہزار باشندگان
لندن امیر سائمن کے جھنڈے کے نیچے آ جمع ہوئے۔ اور جب ملکہ الیانار قلعے سے نکل
جانے کی کوشش کر رہی تھی تو عوام کے ایک جم غفیر نے اُس کی تذلیل و توہین کے ساتھ
اُس پر کیچڑ اور پتھروں کی بوچھاڑ کی۔ امرا کا ایک گروہ بادشاہ کا بھی طرفدار ہو گیا اور
شہزادہ ایڈورڈ نے جب دیکھا کہ نوبت کھلم کھلا لڑائی تک آ پہنچی ہے تو ساری بدیسی
فوج لے کر اپنے باپ کے ساتھ آ ملا۔ ادھر امیر سائمن کے طرفداروں کی بھی ایک بہت
بڑی جماعت تھی۔

جنگ لیوئیز ۱۲۶۴ء

۱۴ مئی ۱۲۶۴ء کو کئی چھوٹی چھوٹی چپقلشوں کے بعد دونوں
فوجوں کا لیوئیز کے قریب مقابلہ ہوا اول اول تو شاہی لشکر کا
پلہ بھاری رہا لیکن شہزادہ ایڈورڈ جس نے حملے کی ابتدا کی لندن
والوں کو شکست دے کر اُس توہین کی غضب آلود یاد میں جو انھوں نے اُس کی ماں کے
حق میں روا رکھی تھی دور تک رگیدتا ہوا لے گیا اسی ایک واقعہ نے لڑائی کا رنگ بدل دیا

اور جب وہ تعاقب سے واپس آیا تو میدان ہاتھ سے جا چکا تھا اور بادشاہ حریف کی قید میں تھا خود ایڈورڈ کے لیئے بھی اب بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دے۔

بادشاہ اور ولیعہد قید میں
سنہ ۱۲۶۴ء

اس کے بعد امیر سایمن نے ایک سال سے کچھ اوپر بادشاہ کے نام سے انگلستان پر حکومت کی اور ہنری اُس کی حراست میں رہا ۲۰ جنوری ۱۲۶۵ء کو اس نے ویسٹ منسٹر میں پارلیمنٹ کا ایک اجلاس منعقد کیا۔ اس اجلاس کے شرکا اگرچہ صرف وہی لوگ تھے جو اس کے دست و بازو تھے پھر بھی اُسے بہت بڑی تاریخی اہمیت حاصل ہے اس لیئے کہ سایمن نے ۱۲۵۴ء کے طرز عمل کا اعادہ کرتے ہوئے نہ صرف ہر ضلع سے دو سرداروں کو شرکت کی دعوت دی بلکہ ہر شہر کے دو باشندوں کو بھی امرا کے ساتھ پارلیمنٹ کی کارروائی میں حصہ لینے کیلیئے طلب کیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ شہری آبادی یا عوام کے نائب بھی پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ سرداروں کو اضلاع کے زمیندار ضلع کی عدالت میں جو زمانہ قدیم کے پنچایتی حلقے کی قائم مقام تھی منتخب کرتے تھے اور یہ نائب گویا آج کل کے ممبران پارلیمنٹ کی جگہ تھے جنھیں اب بھی "نائٹس آف دی شائر" (سرداران حلقہ) کے تاریخی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شہروں کے ممبروں کا انتخاب شہر والوں کی طرف سے عمل میں آیا تھا۔

خاص اور عوام کی شرکت
پارلیمنٹ ۲۰ جنوری ۱۲۶۵ء

لیکن سایمن اپنی جماعت کا اتحاد اب پھر قائم نہ رکھ سکا۔ امرا اُس کے اقتدار کو رشک و رقابت کی نظروں سے دیکھنے لگے تھے خصوصاً امیر گلاسٹر اُس کا بہت بڑا رقیب تھا۔

شہزادہ ایڈورڈ کا فرار
۲۸ مئی ۱۲۶۵ء

سایمن کے بیٹوں کی بد دماغی بھی لوگوں کو گوارا نہ تھی اور اُس کے علاوہ وہ بادشاہ کا قیدی بنا رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ ایک دن شہزادہ ایڈورڈ نے جو ہیرفرڈ میں نظر بند تھا پہرہ والے سنتریوں سے گھوڑ دوڑ کرائی۔ اور جب شرط کے بعد اُن کے گھوڑے تھک گئے تو خود اپنے تازہ دم بادپا کو ایڑ بتا کر چمپت ہو گیا۔

اُس کا قید سے رہا ہونا تھا کہ اُس کے قدیم ہوا خواہوں کا جتھا اُس کے

گرد جمع ہو گیا اور امیر گلاسٹر ایک زبردست جمعیت لے کر اس کے ساتھ آملا۔ شہزادہ دریائے سیورن کے کنارے کنارے یلغار کرتا ہوا بڑھا۔ گلاسٹر اور وارسٹر کو سر کر کے اس نے پلوں کو توڑ ڈالا اور سائمن کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ اُسے بھاگ کر ویلز کے حکمران لیویلن کی پناہ ڈھونڈتے بنی۔ اس کے بعد شہزادہ نے کینیلورتھ میں پہنچ کر سائمن کے بیٹے کو شکست دی جو اپنے باپ کی کمک کے لئے آ رہا تھا۔ اس معرکہ سے فارغ ہو کر اور ان جھنڈوں کو جو سائمن کے بیٹے کی فوج کے سرداروں سے چھینے گئے تھے اپنی فوج کے سامنے رکھ کر

جنگ ایوشام
۴؍ اگست ۱۲۶۵ء

ایڈورڈ ایک ہی تاخت میں اس پھرتی سے ایوشام واقع وارسٹر شایر میں کہن سال امیر سائمن کے سر پر پہنچ گیا کہ اُسے خبر بھی نہ ہونے پائی کہ دشمن اس قدر قریب آ گیا ہے۔ سائمن کے ساتھ اس وقت ویلز کے نا تربیت یافتہ جوانوں کی محض ایک مختصر سی جمعیت تھی یہ دیکھ کر کہ اب موت کے پنجے سے بچ نکلنا محال ہے سائمن نے ان چند امیروں سے جو اس کے شریک حال تھے کہا کہ بھائیو آؤ ہم اپنی روحیں خدا کو سونپ دیں کیونکہ ہمارے جسموں پر تو دشمن کا قبضہ ہو چکا۔ یہ کہہ کر وہ مردانہ وار غنیم کی صف میں گھس گیا اور مرتے دم تک اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری رہے کہ "یہ خدا کا فضل ہے"۔

صلحنامہ کینیلورتھ
۱۲۶۶ء

سائمن کے ساتھ اس کی جماعت کی امیدوں کا خاتمہ ہو گیا۔ خانہ جنگی کا سلسلہ اور ایک سال قائم رہا اور اس کے بعد فریقین کے درمیان کینیلورتھ کے مقام پر ایک صلحنامہ مرتب ہوا جس کی رو سے بادشاہ نے اکثر امرا کو ان کی جاگیرات واپس دے دیں۔ ۱۲۶۷ء میں ہنری نے "ضوابط آکسفرڈ" کی از سر نو توثیق کی اور آئندہ چھ سال کا زمانہ امن و امان سے بسر ہوا۔ شہزادہ ایڈورڈ سنہ ۱۲۷۰ء میں بغرض شرکت حروب صلیبیہ انگلستان سے روانہ ہو گیا اور ابھی وہ باہر ہی تھا کہ بادشاہ نے ۱۶ دسمبر ۱۲۷۲ء کو وفات پائی۔ ہنری نے پچاس سال سے اوپر حکومت کی اور یہ زمانہ زیادہ تر فسادوں میں کٹا۔ اس مدت میں اُس نے دیدہ و دانستہ قوم و ملک کو کبھی کوئی ضرر پہنچانے کا قصد نہیں کیا۔ پھر بھی انگلستان کو بے انتہا مصیبتیں جھیلنی پڑیں جس کی وجہ محض اس قدر ہے کہ بحیثیت بادشاہ ہنری بالکل فضول اور نکما تھا۔

نواں باب

ویلز اور اسکاٹلینڈ کے ساتھ کشمکش

(؛)

ایڈورڈ اول (منسوب بہ ویسٹ منسٹر) ۱۲۷۲ء لغایت ۱۳۰۷ء
ایڈورڈ دوم (منسوب بہ کائرنار وان) ۱۳۰۷ء لغایت ۱۳۲۷ء

شاہی کونسل کی نیابت ۱۲۷۲ء لغایت ۱۲۷۴ء

ہنری کی وفات پر شاہی کونسل نے شہزادہ ایڈورڈ کی بادشاہی کا اعلان کیا اور اُس کی غیبت میں نائبانہ حیثیت سے کوئی دو سال تک امن و امان کے ساتھ حکومت کی تا آنکہ اُس نے انگلستان کو معاودت کی اور بتاریخ ۱۹ اگست ۱۲۷۴ء سر پر تاج بادشاہی رکھا۔ اس وقت ایڈورڈ کی عمر پینتیس سال تھی۔ قد لمبا تھا جسم توانا تھا۔ بال سیاہ تھے آنکھوں سے حلم کا نور چھنتا نظر آتا تھا لیکن برافروختگی کے وقت یہی آنکھیں قہر کے شرارے برسانے لگتی تھیں اُس کا شمار انگلستان کے بہترین

ایڈورڈ اول کی شکل و شمائل

بادشاہوں میں ہے۔ اور مُلک کے قوانین پر اُس کی بہت سی اصلاحوں کا احسان ہے۔ وہ ایک فرماں بردار فرزند ایک وفادار شوہر اور ایک شفیق باپ تھا۔ اُس کی سعادت مندی اور شرافت کا یہی ثبوت کیا کم ہے کہ جب لندن والوں نے اُس کی ماں کی اہانت کی تو جوش غیرت سے وہ بیتاب ہو گیا۔ اُس کی پاکبازی فطرت کی نشانیاں اگر ڈھونڈنی ہوں تو اُن صلیبوں کو دیکھ لو جو آج کے دن تک ہر اُس مقام پر نصب نظر آتی ہیں جہاں اُس کی پہلی بی بی ملکہ الیانار کا جنازہ لنکنشائر اور ویسٹ منسٹر کے درمیان ٹھہرا تھا۔ چیرنگ کراس کی وجہ تسمیہ انھیں میں سے ایک صلیب ہے بہادری سچائی اور استقامت اُس کے خاص جوہر تھے۔ اُس کا مقولہ تھا کہ "ہمیشہ راست کردار اور راست گفتار رہو" باپ کی غلطیاں چونکہ اُس کے پیش نظر تھیں اس لئے اُس کی ہمیشہ یہی خواہش رہتی تھی کہ کسی طرح

رعایا کا دل مٹھی میں لے اور اُن کے لئے عمدہ قوانین جاری کرے غلطیاں اُس سے بھی ضرور ہوتی تھیں اور زیادتیاں وہ بھی کر بیٹھتا تھا۔ لیکن اس کا باعث صرف وہی قدیم خیال تھا جو ابھی تک اُس کے دماغ میں سمایا ہوا تھا کہ بادشاہ کے لئے قانون کا توڑ ڈالنا بھی جائز ہے۔

پہلا نامور وزیر مال ۱۲۷۶ء

امرا کی جنگ کے بعد میر عدل کے عہدے کی تجدید ہونے پائی۔ وزیر مال (گویا صدر اعظم) کے اختیارات اب بادشاہ سے دوسرے درجے پر تھے اور رابرٹ برنل جس کا تقرر وزارت مال پر ہوا انگلستان کا پہلا نامور وزیر مال تھا ایڈورڈ نے مسند حکومت پر بیٹھتے ہی نظام سلطنت کی خرابیوں کی اصلاح شروع کردی۔ امرا کو قیمت ادا کئے بغیر مویشیوں کو اپنے قلعوں کے اندر ہانک لے جانے کی ممانعت کردی گئی۔ اور اُن کو سختی سے ہدایت کردی گئی کہ اپنی رعایا سے ناجائز رقوم کسی صورت میں وصول نہ کریں۔ ایک قانون اس مضمون کا وضع کیا گیا کہ شریفوں اور عدالت کے دوسرے حاکموں کے آزادانہ انتخاب کا حق رعایا کو حاصل ہونا چاہئے۔ ایڈورڈ نے ملک کے سکّہ رائج الوقت کی بھی اصلاح کی اور چاندی کی نصف پنیاں اور فارونگ سکوک کرائے۔ الفریڈ کے زمانے

نصف پنی اور فارذنگ کے سکوں کی تسکیک

سے اس وقت تک سکہ کی حالت یہ تھی کہ چاندی کی پنی پر صلیب کا ایک گہرا نشان کندہ ہوتا تھا اور لوگوں کو جب خردہ کی ضرورت پڑتی تھی تو حسب حاجت اس کا نصف یا ربع ٹکڑا توڑ لیتے تھے۔

ایڈورڈ نے اب اپنی توجہ ویلز پر مبذول کی جو آئے دن کی شورشوں اور فسادوں کا گھر بنا ہوا تھا۔ قدیم نسل کے برطانویوں کے قبضے سے قریباً تمام وہ علاقہ جو کبھی اُن کی ملک تھا بتدریج نکل چکا تھا۔ اسٹرتھ کلائیڈ اور کمبرلینڈ بمدت کے انگلستان اور اسکاٹلینڈ میں ضم ہو چکے تھے۔ مغربی ویلز یعنی ڈیون اور کارنوال

ویلز

کے اضلاع کا الحاق جنوبی انگلستان سے ہو چکا تھا اور ویلز کے جنوبی اضلاع کو بھی نارمن امرا نے فتح کر لیا تھا۔ یہ امرا ویلز کے سرحدی علاقے میں سکونت رکھتے تھے اور اسی لحاظ سے "علاقہ داران سرحدات ویلز" کہلاتے تھے۔

البتہ ویلز کا صرف شمالی رقبہ ایسا رہ گیا تھا جہاں اولادِ وطن مقامی سرداروں کے زیر نگیں تھی۔ ان لوگوں کے دلوں میں سکسن قوم سے نفرت اور کینہ تھا اور اس نفرت کو اُن کے قومی بھاٹ نیک نہاد شاہ آرتھر کے زرین عہد کی خوبیاں اور سکسنوں کی بُرائیاں جوش انگیز ترانوں میں بیان کر کے اور زیادہ اُبھارتے رہتے تھے ان سرداروں میں سب سے بڑا لیولن امیر سنوڈن و رئیس ویلز تھا جس نے امیر سائمن کو اُس کے خروج میں مدد دی تھی اور جنگ امرا کے دوران میں خودمختارانہ حیثیت سے حکومت کی تھی۔ ایڈورڈ نے جب اُسے باجگزاری کا حلف اُٹھانے کے لئے انگلستان بلایا تو اُس نے صاف انکار کر دیا۔ ایڈورڈ نہ چاہتا تھا کہ نوبت جنگ تک پہنچے۔ دو سال تک بلکہ اس سے بھی اوپر اُس نے سبھی جتن کئے کہ کسی طرح معاملہ صلح و صفائی سے طے ہو جائے۔ لیکن لیولن نے کسی طرح نہ مانا آخر میں بادشاہ نے ویلز پر فوج کشی کی اور لیولن کو زک اُٹھا کر کوہستانی کمین گاہوں میں پناہ لینی پڑی۔ شاہی فوجوں کے بڑھتے دباؤ کی تاب نہ لا کر لیولن کو مجبوراً ہتھیار ڈال دینے پڑے اور ایڈورڈ نے خاص خاص شرائط کے ساتھ اُس کا درجہ و اقتدار بحال رکھ کر اسے امیر سائمن ڈی مانٹفرٹ کی بیٹی سے شادی کرنے کی اجازت دے دی۔

لیولن اطاعت سے انکار کرتا ہے

۱۲۷۷ء

لیکن چار سال بعد ویلز میں پھر بغاوت برپا ہو گئی لیولن ایک شجاع اور شریف النفس سردار تھا لیکن اُس کے بھائی ڈیوڈ (داؤد) کو جو ایک مرتبہ لیولن کو دغا دے کر انگریزوں سے جا ملا تھا کبھی ایک حال پر قرار نہ تھا۔ اب اس نے غداری کا دوسرا پہلو اختیار کیا۔ فلنٹ شائر میں قلعہ ہاوارڈن پر جا چھاپہ مارا۔ ویلز کی انگریزی عدالت کے حاکم اعلیٰ کو گرفتار کر لیا اور لیولن اور دوسرے سرداران ویلز کو بھڑکایا کہ اٹھ کھڑے ہوں اور "سرحدات" کو لوٹ لیں۔ ویلز میں مدت سے ایک پیشین گوئی چلی آتی تھی کہ جب انگریزی سکہ کی شکل گول ہو جائے گی تو ویلز کے ایک شہزادے کے سر پر لندن میں تاج رکھا جائے گا۔ جب ٹوٹی ہوئی پینیوں کی بجائے چھوٹے اور گول سکے مضروب ہوئے تو لوگوں کو یقین ہو چلا کہ اُس

تسخیر ویلز ۱۲۸۲ء

پیشین گوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔ غرض بادشاہ کو دوبارہ ویلز پر چڑھائی کرنی پڑی۔ ویلز کے جاڑے بڑے سخت ہوتے ہیں ایڈورڈ کو بڑی زحمتوں اور مشقتوں کا سامنا ہوا۔ لیکن اُس کے پائے ثبات میں مطلق لغزش نہ آنے پائی آخر تقدیر نے یاوری کی۔ دریائے وائی کے کنارے ایک چھوٹے سے معرکے میں بہادر لیولن بڑی مردانگی سے کام آیا اور اُس کے مرنے کے ساتھ ہی انگلستان کا پھریرا ویلز پر اُڑنے لگا۔ چند مہینے بعد ڈیوڈ پکڑا گیا اور غدارانہ نمک حرامی کی پاداش میں لامحالہ اس کی گردن ماری گئی۔ ایڈورڈ نے پورا ایک سال ویلز میں گزارا اور دادگستری کے لئے عمدہ قوانین نافذ کئے۔ ان ہی دنوں بمقام کائرنارون ۱۲۸۴ء میں اُس کو خدا نے ایک بیٹا دیا جس کا نام ایڈورڈ رکھا گیا۔ اس زمانے سے ویلز کا الحاق انگلستان سے ہو گیا۔ اگرچہ ویلز کے قوانین انگلستان کے قوانین سے جداگانہ تھے۔ الیانار کے چار بیٹوں میں سے ایڈورڈ ہی جو ویلز میں پیدا ہوا تھا زندہ رہا۔ ۱۳۰۱ء میں ایڈورڈ نے

پہلا انگریزی شہزادہ ویلز ۱۳۰۱ء

اس شہزادے کو شہزادۂ ویلز کا لقب عطا کیا۔ اہل ویلز اس لڑکے کو بے حد عزیز رکھتے تھے اور وہ پہلا انگریزی شہزادہ تھا جو شہزادۂ ویلز کے لقب سے ملقب ہوا۔ ۱۳۰۷ء جب وہ تخت انگلستان پر بیٹھا تو لوگوں نے اُس قدیم پیشین گوئی کو حرف بحرف پورا ہوتے دیکھ لیا کہ ویلز کے ایک شہزادے کے سر پر لندن میں تاج رکھا جائے گا۔

آئندہ بارہ سال کا زمانہ جس کے دوران میں تین سال کے لیے ایڈورڈ انگلستان سے باہر رہا زیادہ تر قانونی اصلاحات میں بسر ہوا آج کے دن تک قائم ہیں قوانین اراضی نہایت احتیاط سے منضبط کئے گئے اور اُس مشہور و معروف قانون دستِ شل کا نفاذ عمل میں آیا جس کی رو سے سرکاری اجازت کے حصول کے بغیر اراضی کا "دستِ شل" کے قبضے میں رہنا ممنوع قرار پایا جو جاگیردار فوجی خدمت سے پہلو تہی کرنا چاہتے تھے وہ یہ حیلہ اختیار کرتے تھے کہ اپنی اراضیات بناوٹی طور پر کلیسا یا کسی مذہبی انجمن کو دے ڈالتے تھے۔ اس قانون کی وجہ سے ایسی حیلہ گری ممنوع قرار پائی۔ اسی زمانے

قانون دستِ شل ۱۲۷۹ء

ہیں عدالتیں جن پر پہلے صرف میر عدل کی نگرانی ہوتی تھی تین شاخوں میں تقسیم کر دی گئیں (۱) عدالت شاہی جس میں سرکاری مقدمات فیصل ہوتے تھے (۲) عدالت خصومات عامہ جس میں رعایا کے خانگی مقدمات دائر ہوتے تھے (۳) عدالت مال جس میں سرکاری مالگزاری کے تمام مقدمات کا تصفیہ ہوتا تھا۔ وزیر مال کے اجلاس میں اب وہ تمام مقدمے بھی پیش ہونے لگیں جن میں رعایا کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں رحم و کرم کی التجا ہوتی تھی اور اس طور پر وزیر مال رفتہ رفتہ ایڈورڈ سوم کے عہد کے آغاز میں عدالت "چانسری"[۱] (عدالت عالیہ صیغۂ دیوانی) کا حاکم اعلیٰ ہو گیا۔ بالآخر جن مقدمات کا ان میں سے کسی عدالت میں بھی تصفیہ نہ ہوتا تھا وہ خود بادشاہ کی حضور میں باجلاس پریوی کونسل پیش ہوتے تھے تاکہ اگر بے انصافی ہوئی ہو تو اُس کی تلافی کر دی جائے۔

عدالتوں کی تنظیم

ایڈورڈ اب ڈکیتی اور غارت گری کے انسداد کی طرف متوجہ ہوا۔ اس زمانے میں بڑی بڑی جماعتیں ایسے دراز دست لوگوں کی موجود تھیں جو لوٹ مار اور استحصال بالجبر پر اوقات بسر کرتے تھے۔ ان لوگوں کے غارتگرانہ طرز عمل کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ جاگیرداروں کا ایک جتھا لنکن شائر میں بوسٹن کے میلے کی تقریب پر بھرے میلے میں آگھسا اور سوداگروں کو لوٹنے اور جان سے مار ڈالنے کے بعد اُن کا تمام مال و متاع اُٹھا کر جہازوں میں لے گیا جو بندرگاہ میں اسی غرض کے لئے پہلے سے لاکر تیار رکھے گئے تھے۔ ایسی مفسدانہ غارت گریوں کی روک تھام کے لئے ایک قانون وضع کیا گیا جس کی رو سے ہر شخص کا فرض قرار پایا کہ جب کبھی ایسا موقع پیش آئے تو مسلح ہو کر ہنگامۂ دار و گیر میں شریک ہو جائے اور غارت گروں کی

حافظان امن ۱۲۸۵ء

---

[۱] ۱۸۷۵ء میں جب عدالتوں کے ضابطے کی ترمیم کی گئی تو یہ عدالت انگلستان کی عدالت العالیہ کی شاخ دیوانی بنا دی گئی اور اس میں اور بھی بہت سے تغیرات کئے گئے۔

گرفتاری میں مدد دے۔ ۱۲۸۵ء میں ہر ضلع سے ایک خطاب یافتہ سردار اس غرض سے منتخب ہوا کہ "محافظ امن" کی خدمات سرانجام دینے کے علاوہ ضلع کے شریف کی بھی نگرانی کرے کہ مجرم سزایاب ہوتے ہیں یا نہیں یہی محافظان امن آگے چل کر ناظمائے فوجداری اضلاع ہو گئے جو اب اپنے اپنے علاقے میں فوجداری مقدمات کی سماعت کر کے جرائم کے لئے سزائیں تجویز کرتے ہیں۔

انگلستان سے یہودیوں کا اخراج ۱۲۹۰ء

ان مفید اصلاحات کے اُجلے دامن پر یہودیوں کا اخراج ایک بدنما دھبا ثابت ہوا۔ بادشاہان انگلستان میں سے اکثر کے ظلِ حمایت میں زندگی بسر کرنے والے یہودی سود کھا کھا کر خوب دولتمند ہو گئے تھے۔ اُمرا اُن سے بسا اوقات چھوٹے چھوٹے زمینداروں کو تباہ کرنے کا کام لیتے تھے یعنی اُمرا کے ایما سے یہودی ان زمینداروں کو روپیہ قرض دیتے اور جب قرضدار روپیہ نہ ادا کر سکتے تو اُن کی زمینیں قرق کر لیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں کو ان سے سخت عداوت ہو گئی ان پر سکۂ رائج الوقت کی چاندی تراش لینے اور کئی اور طرح کی خیانتوں اور بددیانتیوں کا الزام بھی لگایا جاتا تھا اور یہ الزام شاید واجبی تھا پہلے بھی رچرڈ اوّل کی تخت نشینی کے وقت لندن اور یارک میں یہودیوں کا بڑے غضب کا قتل عام وقوع میں آچکا تھا اور جنگ امرا کے دوران میں یہودیوں کی بستیوں کی بستیاں غارت کی جا چکی تھیں۔ گراسٹٹ اور رسائمن ڈی مانٹ فرٹ دونوں کی یہی خواہش تھی کہ یہودی جلاوطن کر دئے جائیں۔ غرض سارا ملک یہودیوں کی مخالفت پر ایک عرصے سے تلا ہوا تھا اب ایڈورڈ نے عام حکم جاری کر دیا کہ یا تو یہودی مسیحی مذہب اختیار کر لیں ورنہ انگلستان سے نکل جائیں۔ یہ سچ ہے کہ اُس نے اُن کی دولت سے کچھ تعرض نہ کیا بلکہ اُن کو اجازت دے دی کہ اپنی سب جمع جتھا اپنے ساتھ لے جائیں اور اس طور پر اُن کو دیس نکالا دینے سے اُس نے بذاتِ خود ایک ذریعہ آمدنی کا کھو دیا لیکن پھر بھی یہ ایک ظالمانہ فعل تھا۔ خانہ بدوش یہودیوں کا قافلہ جب جہاز دل پر سوار ہو کر فرانس کو روانہ ہوا تو ان میں سے اکثر راستے ہی میں لوٹ لئے گئے

اور شریفوں کو بھی بد معاشوں کیساتھ ان سب مصیبتوں کا خمیازہ کھینچنا پڑا۔ اس وقت سے لے کر کرام ول کے زمانے تک انگلستان میں پھر کوئی یہودی آباد نہ ہونے پایا۔ لیکن اگر یہ ایک ظالمانہ حرکت تھی تو اس کے ساتھ ہی ایڈورڈ کے اس حریت نواز طرز عمل کی ستائش بھی کی جا سکتی ہے کہ اُس نے خواص و عوام کو پارلیمنٹ میں شرکت کی دعوت دینے کا وہ طریقہ اختیار کیا جو سائمن ڈی مانٹ فرٹ کا تجویز کیا ہوا تھا۔ ایڈورڈ کو پارلیمنٹ میں مال کی منظوری صرف امرا اور اساقف سے مل سکتی تھی۔ باشندگانِ اضلاع ساکنانِ شہر اور عام قسیسوں سے پارلیمنٹ کے باہر جداگانہ منظوری لینی پڑتی تھی اور اس میں لمبا اوقات بڑی بڑی دقتیں پیش آتی تھیں اب ہر ضلع سے دو سرداروں ہر شہر سے دو شہریوں اور ہر اسقفی حلقے سے دو قسیسوں کو پارلیمنٹ کی رکنیت کی دعوت دیکر یہ مشکل آسان کر لی گئی۔ اس لئے کہ یہ اراکین اپنے انتخابی حلقوں کی جانب سے وعدہ کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ ایڈورڈ نے خود ایک موقع پر بیان کیا حق و انصاف اسی کا مقتضی تھا کہ جو معاملات جمہور سے تعلق رکھتے ہوں اُن کے بارے میں جمہور سے استصواب بھی کر لیا جائے غرض ۱۲۹۵ء میں بادشاہ کے حکم سے پارلیمنٹ کا کامل و مکمل اجلاس منعقد ہوا۔ امرا کے بلانے کے لئے شاہی فرمان اسم وار جاری ہوا۔ فوجی سردار اور شہری، شریف کے ید وانے کے ذریعہ سے بلائے گئے۔ یہ پارلیمنٹ آج کل کی پارلیمنٹ کے بہت کچھ مشابہ تھی البتہ امرا اور عوام کی نشست یک جا تھی اور اہل کلیسا بھی موجود تھے۔ آگے چل کر قسیسوں نے پارلیمنٹ کی شرکت سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم خود اپنی جداگانہ مجلس منعقد کر کے روپے کی منظوری دے دیا کریں گے یہی وجہ ہے کہ دار العوام میں آج کل قسیسین کا کوئی وکیل شریک نہیں ہے بعض دوسری باتوں میں بھی یہ قدیم پارلیمنٹیں ہماری پارلیمنٹوں سے مختلف تھیں۔ مثلاً ہر اجلاس کے لئے ارکان کا انتخاب ہوتا تھا اور ان کے مصارف قوم کو ادا کرنے پڑتے تھے۔ ہر شہری کو دو شلنگ یومیہ ملتے تھے اور ہر سردار کو چار شلنگ۔ ہمارے زمانے کے سکے کی قیمت کے لحاظ سے اس کی مقدار علی الترتیب پانچ شلنگ اور

> پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس کامل ۱۲۹۵ء

> ارکان پارلیمنٹ کو معاوضہ

وسں شلنگ کے قریب ہوتی ہے۔ مگر اس زیر باری اور خرچ کو نہ تو قوم ہی پسند کرتی تھی اور نہ وکلائے قوم ہی کچھ بہت اچھا سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ پارلیمنٹ کا ہر اجلاس لوگوں کے نزدیک بادشاہ کی طرف سے روپیہ کے مطالبے کا محض ایک نیا حیلہ تھا اور بس۔ انھیں یہ نہ معلوم تھا کہ آگے چل کر اپنے وکلاء کے طفیل انھیں کتنی بڑی طاقت حاصل ہونے والی ہے۔

پارلیمنٹ کے پہلے اجلاس کامل کے ایک سال بعد ایڈورڈ کو اسکاٹلینڈ پر فوج کشی کرنی پڑی۔ دونوں ملکوں میں عرصۂ دراز سے صلح و آشتی کے تعلقات قائم تھے اور سو سال سے جنگ نہ ہونے پائی تھی۔ اب جو یہ تعلقات کشیدہ ہو کر منجر بہ جنگ ہوئے تو اس کا باعث یہ تھا کہ ۱۲۸۶ء میں الگزنڈر سوم بادشاہ اسکاٹلینڈ نے انتقال کیا اور اُس کے صلبی جانشینوں میں صرف اُس کی پوتی مارگریٹ جو ایرک شاہ ناروے کی بیٹی تھی باقی رہ گئی تھی۔ ۱۲۹۰ء کے موسم گرما میں ناروے کی یہ کمسن شہزادی کا رُنٹا روان کے شہزادہ ایڈورڈ سے منسوب ہونے کیلئے انگلستان آرہی تھی کہ قضا کار اُس کا بھی انتقال ہوگیا اور تخت اسکاٹلینڈ بالکل ہی خالی رہ گیا۔

تخت اسکاٹلینڈ خالی رہ گیا
۱۲۹۰ء

اسکاٹلینڈ چونکہ ایڈورڈ کے زیر سیادت تھا اس لئے اسکاٹلینڈ کی کونسل نے نئے بادشاہ کے انتخاب کا مسئلہ اُسی کی رائے پر چھوڑ دیا۔ پانچ امرا تاج اسکاٹلینڈ کے دعویدار تھے۔ ان پانچوں کے نام کونسل نے ایڈورڈ کے سامنے پیش کر دئے کہ ان میں سے جن کو زیادہ مستحق سمجھے اُسی کے حق میں فیصلہ کرے۔ غرض ایڈورڈ اسکاٹلینڈ کی پارلیمنٹ کے اراکین سے نارہم میں جو بروک کے قریب سرحد پر واقع ہے ملا اور اُن سے اطاعت کا حلف لے کر جان بیلیل۔ رابرٹ بروس اور جان ہیسٹنگس کے حقوق پر نظر غائر ڈالی۔ یہ تینوں امرا تین بہنوں کی نسل سے تھے جن کا مورث اعلیٰ ڈیوڈ اول شاہ اسکاٹلینڈ تھا اور دوسرے دعویداروں کے مقابلہ میں حق بھی انھیں کا مرجح تھا ایڈورڈ نے سب سے بڑی بہن کے پوتے جان بیلیل[1] کو منتخب کیا جس نے جان شاہ اسکاٹلینڈ کا لقب اختیار کر کے

جان بیلیل کا انتخاب
۱۲۹۳ء

[1] آکسفرڈ کے بیلیل کالج کا بانی اسی شخص کا باپ تھا

ایڈورڈ کی اطاعت کا حلف اٹھایا۔ کچھ عرصہ تو اس کے بعد خیریت سے گزرا لیکن ایڈورڈ اس سے بھی زیادہ اپنے اختیارات کو وسیع کرنا چاہتا تھا جو واجبی طور پر اُس کا حق تھا چنانچہ اول تو اُس نے حکم دیا کہ اسکاٹلینڈ کے امرا اور عوام مجاز ہوں گے کہ اسکاٹلینڈ کی عدالتوں کے فیصلجات کا مرافعہ اُس کے اجلاس میں کریں اور پھر جب علاقہ گوین کے بارے میں شاہ فرانس سے اُس کی جنگ ہوئی تو اس نے امرائے اسکاٹلینڈ کو بلا بھیجا کہ اُس کے ساتھ مل کر فرانسیسیوں کا مقابلہ کریں۔ اُنھوں نے ناراض ہو کر اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا اور انگلستان کی اطاعت کا جوا اپنے کندھے سے اُتار پھینکنے کی دھن میں شاہ فرانس کے ساتھ ایک خفیہ معاہدہ کر کے سرحد انگلستان سے گزرتے وقت کمبرلینڈ کا علاقہ تاخت و تاراج کر ڈالا۔

ان واقعات نے ایڈورڈ کو سخت برافروختہ کیا۔ بھائی کو تو اُس نے اپنے عوض گاسکنی بھیجا اور خود ایک لشکر جرار لے کر شمال کی طرف روانہ ہوا۔ بروک کا شہر انگریزی فوجوں کے ایک زبردست حملے میں سر ہو گیا اہل شہر نے حملہ آور کو دل خراش طعنے دئے تھے۔ ان چبھتے ہوئے فقروں کی پاداش میں جوش غضب سے از خود رفتہ ہو کر ایڈورڈ نے ایک متنفس کو بھی زندہ نہ چھوڑا اور سب کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ لیکن بیلیل ابھی تک برسر جنگ تھا اس لیے ایڈورڈ نے ایڈنبرا اسٹرلنگ اور پرتھ پر قبضہ کر لیا بیلیل بھی مانٹروز میں شکست کھا کر گرفتار ہوا اور انگلستان بھیج دیا گیا۔

اسکاٹلینڈ میں پہلی جنگ سنہ ۱۲۹۶ء

اب ایڈورڈ نے انتظام مملکت کے لیئے ایک انگریزی کونسل قائم کی اور اسکاٹلینڈ کے شاہی جواہرات اور اسکون کا وہ متبرک پتھر اپنے ساتھ انگلستان لیتا گیا جس پر بیٹھ کر شاہان اسکاٹلینڈ تخت نشینی کی رسم ادا کیا کرتے تھے۔ اس پتھر سے انگلستان کا شاہی تخت بنایا گیا جو ویسٹ منسٹر میں رکھا ہوا ہے اور آج کے دن تک تخت نشینی کی تقریب پر فرماں روایان انگلستان اسی تخت پر بیٹھ کر تاج پہنا کرتے ہیں اہل اسکاٹلینڈ کا عقیدہ تھا کہ اُن کی قومی حکومت اس پتھر سے جدا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ جب پتھر انگلستان چلا آیا تو اُنھوں نے

اپنے اس عقیدے کو علی الاعلان ظاہر کر دیا اور کہا کہ جس ملک میں یہ پتھر ہوگا اُس پر ایک نہ ایک دن اسکاٹلینڈ کے بادشاہوں کی حکومت ہوگی۔ یہ پیشین گوئی جیمز اوّل کی تاج پوشی کے وقت پوری ہو کر رہی۔

ایڈورڈ سمجھا تھا کہ ویلز کی طرح اسکاٹلینڈ بھی اُس کا کمال مطیع و منقاد ہو چکا ہے لیکن جس قوم سے اب اُس کا پالا پڑا اُن کی اُفتادِ طبیعت کی اُسے خبر نہ تھی۔ بلند حوصلہ اہل اسکاٹلینڈ اپنی آزادی کھو کر اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہے تھے اور جب ایک بہادر سردار ولیم والس نے جو جرم خلاف ورزی با سرکار کی پاداش میں قانوناً باغی قرار دیا گیا تھا علم بغاوت بلند کیا تو لوگ اُس کے جھنڈے تلے جوق در جوق آ جمع ہوئے۔ ولیم دلیر ہونے کے ساتھ فن سپہگری میں طاق تھا اُس نے لانرک کی قلعبند انگریزی فوج کو گاجر مولی کی طرح کاٹ ڈالا اور اسکون پر دھاوا کر کے انگریزی میر عدل کو وہاں سے نکال دیا پھر ایک اور باغی سردار سر ولیم ڈگلس کی مدد سے اُس نے انگریزی فوج کو بمقام اسٹرلنگ شکست دے کر شاہ جان کی طرف سے اپنے دو محافظ ملک و ملت ہونے کا اعلان کر دیا۔

ولیم والس ۱۲۹۷ء

اس وقت انگلستان اور فرانس دست و گریبان ہو رہے تھے فلپ چہارم شاہ فرانس فلینڈرس کی بندرگاہوں میں انگریزی اون پر قبضہ کرنے میں مصروف تھا اور ایڈورڈ اُس کے مقابلے میں اہل فلینڈرس کو مدد دے رہا تھا۔ ایڈورڈ کے لیئے یہ بڑے امتحان کا وقت تھا ہر طرف مشکلات ہی مشکلات نظر آتی تھیں آئرلینڈ میں بے چینی کے آثار نمودار تھے ویلز میں بغاوت برپا تھی فلپ گوین کا علاقہ ہتیانے کی فکر میں تھا۔ روپیہ ٹھہر جانے پر جب ایڈورڈ بھاری محصول لگاتا ہے اخراجات جنگ کے لیئے اُس نے پادریوں سے اُن کی نصف سالانہ آمدنی طلب کی تو حسب الحکم پاپا پادریوں نے انکار کر دیا اور جب تک ایڈورڈ نے انھیں یہ دھمکی نہ دی کہ قانونی عدالتوں میں اُن کی آئندہ کوئی دادرسی نہ ہوگی، اس وقت تک یہ پادری اپنی ضد پر اڑے رہے ایک نئی مشکل یہ آن پڑی کہ انگلستان کے بعض امرا نے گوین جا کر فرانسیسیوں کا مقابلہ

۱۲۹۷ء

کرنے سے انکار کر دیا۔ بات یہ تھی کہ ان امرا کے نزدیک بیرونی مقبوضات کیلئے غیر ممالک میں جا کر لڑنا مفت میں اپنی دولت کا لٹانا اور قوت کا ضائع کرنا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ جب گھر ہی میں آتش جنگ کے شعلے جا بجا بلند ہیں تو یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ باہر کی آگ بجھانے کی فکر کی جائے۔ ایڈورڈ کو یہ فکر ہلکان کئے ڈالتی تھی کہ تاجدار فرانس کہیں بازی نہ لے جائے حریف کو نیچا دکھانے کے لئے روپے کا ہونا ضروری تھا اور روپے کی بہم رسی کی صرف یہی ایک شکل تھی کہ رعایا پر ٹیکس لگائے جائیں چنانچہ اُس نے اہل انگلستان پر گراں بار محصولات کا ایک تار باندھ دیا۔ اُن پر جس قدر محصول پہلے لیا جاتا تھا اُس سے چھ گنا زائد لیا جانے لگا۔ اضلاع کے نام احکام جاری کر دیئے گئے کہ فوج کے لیئے کثیر مقدار میں سامان رسد بھیجیں اطراف ملک کے شرفا کو ایما ہوا کہ سرداری کے اعزازی طبقے میں شریک ہو جائیں اور اس شرکت کے لیئے اُنھیں معتدبہ فیس ادا کرنی پڑی۔ اس کے علاوہ تمام مالکان اراضی سے جنگ کے لیئے سپاہی طلب کئے گئے۔ ان تمام سختیوں کی تاب نہ لاکر پارلیمنٹ بگڑ بیٹھی اور بادشاہ کے احکام سے سرتابی کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ ارکان پارلیمنٹ نے جب ایڈورڈ پر غیر واجبی اور نامنصفانہ ٹیکس وصول کرنے کا الزام لگایا تو اُس نے انکسار نفس کی وہ پسندیدہ روش اختیار کی جس نے رعایا کو اس کا اتنا گرویدہ بنا دیا تھا۔ یعنی اُس نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا لیکن ساتھ ہی بہت کہا کہ مجھ سے اگر غلطی بھی ہوئی ہے تو انگلستان کی عزت و آبرو کے برقرار رکھنے کی نیت سے ہوئی ہے۔ اور ایسی حالت میں آپ کی وفاداری کا مقتضی یہ ہے کہ آپ میری امداد کریں اس پر ارکان پارلیمنٹ نے جنگ جاری رکھنے کی منظوری دے دی لیکن ساتھ ہی ایک نیا قبالہ مرتب کر کے بادشاہ کے پاس فلینڈرس بھیج دیا۔ بادشاہ نے اس پر دستخط کر دیئے اور منجملہ دیگر امور کے ایک وعدہ اس میں یہ کیا کہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر آئندہ میں کچھ روپیہ رعایا سے وصول نہ کروں گا اور ہر جدید رقم کی منظوری سے پہلے رعایا کی شکایتیں رفع کر دی جایا کریں گی۔

پارلیمنٹ بادشاہ سے آزادی کے نئے قبالے حاصل کرتی ہے ۱۲۹۷ء

ان تمام پریشانیوں کے ہوتے ہوئے اب ایڈورڈ کو یہ خبر ملی کہ اسکاٹلینڈ والے انگلستان کے شمالی علاقے کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اس خبر نے اُسے بے تاب کر دیا۔ فوراً ہی انگلستان واپس آکر وہ ایک زبردست لشکر کے ساتھ اسکاٹلینڈ پر چڑھ دوڑا۔ فالکرک کے قریب جہاں والس کی فوجیں صف آرا تھیں فریقین کی مٹ بھیڑ ہوئی اور گھمسان کا رن پڑا۔ اسکاٹلینڈ والے بڑی بہادری سے لڑے

جنگ فالکرک ۱۲۹۸ء

والس نے اُن کی صف بندی میں فن حرب کا یہ استادانہ نکتہ ملحوظ رکھا تھا کہ اُن کی جمعیتوں کو مربع شکلوں میں آراستہ کیا تھا۔ چنانچہ جنگ کے وقت یہ مربع بندی اب بھی ہماری سپاہ میں رائج ہے لیکن انگریزوں اور اُن کے حریفوں میں تین اور ایک کی نسبت تھی۔ انگریزی تیر اندازوں نے جن کا روئے زمین پر جواب نہ تھا غنیم کی صف میں ایک مقام پر اپنی تیر باری سے بہت بڑا شگاف ڈال دیا۔ انگریزی اسواروں کا ٹڈی دل گھوڑے ڈپٹاتا ہوا اُس شگاف کے اندر گھس گیا۔ انگریزی تلواروں نے اسکاٹلینڈ والوں کے پرخچے اُڑا دئے اور اُن کی فوج تباہ و برباد کر دی گئی ایڈورڈ نے باغی امرا کو معاف کر دیا۔ لیکن والس جو میدان جنگ سے بچ نکلا

والس سولی پر لٹکا دیا گیا ۲۴ اگست ۱۳۰۵ء

تھا ایڈورڈ کے مراحم خسروانہ سے بہرہ اندوز ہونے پر رضامند نہ ہوا۔ سات سال بعد اُس کے نوکر جیک شارٹ کی غدارانہ نشان دہی پر قلعۂ ڈنبرٹن کے قلعدار سر جان ناٹیتھم نے اُسے گرفتار کر لیا اور ۲۴۔ اگست ۱۳۰۵ء کو ٹاور ہل کی پہاڑی پر اُسے پھانسی دیدی گئی۔

جنگ فالکرک کے بعد آٹھ سال تک ایڈورڈ اس کوشش میں لگا رہا کہ کسی طرح انگلستان اور اسکاٹلینڈ والے متحد ہو کر ایک قوم ہو جائیں لیکن یہ کوشش رائگاں گئی بیلیل کے بھتیجے جان کالن کی سرکردگی میں اسکاٹلینڈ کے امرا رہ رہ کر بغاوتیں کرتے تھے اور اُن کی شوریدہ سری سے آئے دن نئے فتنے بپا ہوتے رہتے تھے آخر خدا خدا کر کے کہیں ۱۳۰۴ء میں امن و آشتی کی صورت پیدا ہوئی۔ انھیں دنوں اسکاٹلینڈ کا ایک جواں سال امیر رابرٹ بروس نامی ایڈورڈ کے دربار میں تربیت پا رہا تھا۔ یہ بہادر امیر جس کو کیرک کی امارت اور اینٹڈیل کی ریاست

آبائی میراث میں ملی تھی اُس رابرٹ بروس کا پوتا تھا جو ۱۲۹۱ء میں اسکاٹلینڈ کا ایک دعویدار تھا۔ ایڈورڈ کے دل میں نوجوان رابرٹ بروس کی حوصلہ مندیوں کی طرف سے کھٹکا لگا رہتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ اُسے ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا۔ انگلستان اور اسکاٹلینڈ کے اتحاد کی ایک شکل ایڈورڈ نے یہ سوچی تھی کہ دونوں قوموں کی شرکت سے ایک پارلیمنٹ ترتیب دی جائے۔ کارلائل میں اس پارلیمنٹ کے انعقاد کے منصوبے پر وہ غور کر ہی رہا تھا کہ ایک دن کالن کی معرفت یہ خبر اُڑتی ہوئی اُس تک پہنچی کہ بروس اسکاٹلینڈ والوں کے ساتھ مل کر سازش کر رہا ہے۔ دوسرے دن صبح کے وقت بروس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اور پھر جو اُس کی خبر آئی تو خبر کا ماحصل یہ تھا کہ ڈمفریز کے ایک گرجا میں کالن سے اُس کی جھڑپ ہوگئی۔ کالن مارا گیا اور انگریزی حکامِ عدالت شہر سے نکال دیئے گئے۔

بروس کے ہاتھوں کالن کا قتل ماہ فروری ۱۳۰۶ء

ابتدا تو اچھی نہ تھی اس لئے کہ کالن کا ایک گرجا میں مارا جانا بےحرمتی کلیسا اور قتل انسان کے دُہرے گناہ کا حکم رکھتا تھا لیکن بروس کی خوبی تقدیر نے امرا کا ایک گروہ اُس کے گرد جمع کر دیا اور چھ ہفتے بعد بوکن کی دلیر رئیسہ نے اپنے ہاتھوں سے بمقامِ اسکون اُس کے سر پر تاجِ حکومت رکھا۔ رئیسۂ بوکن خاندان میکڈف سے تھی اور عوام میں یہ روایت ایک عرصے سے مشہور چلی آتی تھی کہ ضرور ہے کہ شاہِ اسکاٹلینڈ پر خاندان میکڈف ہی کا کوئی شخص تاج رکھے۔ شاہ ایڈورڈ نے یہ خبر ونچسٹر میں سنی۔ وہ اُس وقت بیمار تھا۔ اور پیرانہ سالی کی کمزوریوں پر طرح طرح کے آلام و افکار مستزاد تھے لیکن پھر بھی اُس نے قصد کر لیا کہ جو ہو سو ہو اسکاٹلینڈ پر اور ایک دفعہ ضرور فوج کشی کروں گا۔ روانگی سے پہلے اُس نے "نائٹس ٹمپلرس" (اُن جنگ جو راہبوں کا طبقہ جنھوں نے حروب صلیبیہ کے دوران میں بیت المقدس کی جنگی حفاظت کا عہد کر لیا تھا) کے گرجا میں جسے آجکل ٹمپل[1]

رابرٹ بروس بادشاہ اسکاٹلینڈ بنایا جاتا ہے ۲۵ مارچ ۱۳۰۶ء

[1] نائٹس ٹمپلرس مسیحی راہبوں کا ایک دولتمند طبقہ تھا جس کی اُٹھان حروب صلیبیہ کے دوران میں

دہیکل) کہتے ہیں بڑی دھوم دھام کے ساتھ اپنے بیٹے شہزادہ ویلز کو بہادری کا اعزاز عطا کیا۔ اس رسم کے بعد جو جشن ضیافت ترتیب دیا گیا اس میں اُس نے کالن کے قتل کے انتقام کا حلفیہ عہد کیا اور اپنی رعایا کو تاکیدی وصیت کی کہ اگر رستے میں میرا انتقال ہو جائے تو میرا جنازہ اسکاٹلینڈ کے مسخر ہونے تک لشکر کے آگے آگے رہے۔

ایڈورڈ خود آہستہ آہستہ سفر کرتا ہوا کارلائل پہنچا اور فوج کو امیر پمبروک کی کمان میں دے کر آگے روانہ کر دیا۔ امیر موصوف نے اسکاٹلینڈ کے بہت سے امرا گرفتار کر لیے اور بروس کو زک دے کر کوہستان گرامپیان میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ ایڈورڈ نے جس کا غصہ بلا کا تھا اب کے بار اپنے دشمنوں سے پھر سخت انتقام لیا۔ امرا سولیوں پر لٹکا دئے گئے اور رئیسہ بوکن ایک چوبی قفس میں بند کر کے قلعۂ بروک کی فصیل پر رکھ دی گئی۔

ایڈورڈ کا آخری سفر ۱۳۰۷ء

لیکن قضا بھی اس کینہ جو بادشاہ کے سر پر منڈلا رہی تھی۔ اُس نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح منزل مقصود تک پہنچ جائے لیکن موت سنگ راہ ہوگئی اور ۷ جولائی ۱۳۰۷ء کو بمقام براآن ڈی سینڈز جہاں سے اسکاٹلینڈ کی حد نظر آرہی تھی اس نے دم دیدیا۔ اپنے بڑے بیٹے ایڈورڈ کے علاوہ اس نے اپنی فرانسیسی ملکہ مارگرٹ کے بطن سے دو بیٹے یادگار چھوڑے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہوئی۔ فرانس کا بادشاہ فلپ ان کے مال و املاک پر دست تصرف دراز کرنے کی فکر میں تھا اور بپاس خاطر فلپ پاپائے روما نے ان کی بیخ کنی کے احکام بھی جاری کر دئے۔ ایڈورڈ اول کے جانشین کے عہد میں اس طبقے کا استیصال دوسرے مقامات کی طرح انگلستان میں بھی کر دیا گیا (۱۳۰۹-۱۳۱۲ء) انگلستان میں انکی جائداد زیادہ تر طبقۂ بہادران سینٹ جان کو بخش دی گئی۔ اور انھوں نے ٹمپل کا ایک حصہ قانون خوان طالب العلموں کو کرائے پر دے دیا اور وہ اس طور پر " ان آف کورٹ ،، (سرائے عدالت) کے نام سے موسوم ہو گیا۔

ایڈورڈ دوم

۱۳۰۷ء لغایت ۱۳۲۷ء

دیرینہ سال بادشاہ کی وفات نے صورت حالات کا نقشہ ہی بدل دیا
اگر ایڈورڈ اول کو قضا نے کچھ اور مہلت دی ہوتی تو اس میں ذرا شک نہیں کہ
بروس زیر ہوجاتا یا کم از کم کچھ عرصے کے لئے تو اُسے ضرور ہی مغلوب ہونا پڑتا
لیکن ایڈورڈ ثانی کے حصے میں نیک نفس اور عالی دماغ والدین کی خوبیاں نہ
آئی تھیں۔ بچپن میں ماں باپ نے بڑے ناز و نعمت سے پالا۔ ہر خواہش
پوری کی ہر شوخی برداشت کی۔ اس لاڈ پیار کا نتیجہ جو ہو سکتا تھا وہی ہوا شہزادے
نے جب منزل شباب میں قدم رکھا تو کاہل اور غیر مستقل مزاجی کا پتلا تھا اور
بڈھے باپ کو اپنی ناہمواریوں اور بد اطواریوں سے بہت کچھ تکلیف دے
چکا تھا۔ اس وقت اس کی عمر تیئیس سال تھی۔ دیکھنے میں حسین و جمیل تھا مگر انتہا
کا خود رائے کمینوں کی صحبت کا دل دادہ عیش پرست اور وارستہ مزاج واقع
ہوا تھا۔ بیس سال بعد جس حسرتناک طریق پر اس کا خاتمہ ہوا وہ بھی ہمارے
دل میں ایسے نالایق بادشاہ کی طرف سے ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں پیدا کرتا۔

باپ نے بستر مرگ پر بیٹے کو تین وصیتیں کی تھیں۔ اوّل یہ کہ جب تک
اسکاٹلینڈ مسخر نہ ہو لے جنگ برابر جاری رکھے۔ دوم یہ کہ اس کا دل پہلو سے نکال کر

گیوسٹن

ارض مقدس میں بھیج دے سوم یہ کہ ایک بدچلن شخص پیرس گیوسٹن
نامی کو جو گاسکنی کا رہنے والا تھا اور جسے ایڈورڈ اوّل نے
جلاوطن کر دیا تھا کبھی واپس نہ بلائے سعادت مند بیٹے نے ان میں سے ایک وصیت
بھی پوری نہ کی۔ میدان جنگ سے فوراً ہی جنوب کی طرف پلٹ کر اس نے بروس
سے تین سال تک مطلق کچھ تعرض نہ کیا اور وہ اس عرصے میں اپنی قوت خوب
بڑھاتا رہا۔ باپ کو ویسٹ منسٹر میں دفن کر دیا اور باپ کی وفات کو ایک مہینہ
بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اس نے گیوسٹن کو بلا کر انعام و اکرام سے نہال کر دیا۔ پھر

خود تو فلپ چہارم کی بیٹی اسابیلا سے شادی کرنے کے لئے فرانس کو روانہ ہوا اور اپنی غیبت میں دو مہینے کے لئے گیوسٹن کو نائب السلطنت بنا کر چھوڑتا گیا۔

فرانس سے واپس آنے پر ۲۵ فروری ۱۳۰۸ء کو ایڈورڈ اور اُس کی کمسن ملکہ کی رسم جلوس عمل میں آئی۔ اور عنان حکومت گیوسٹن کے ہاتھ میں دیدی گئی۔

مجلس فرماں فرمایان ۱۳۱۱ء تا ۱۳۱۰ء

گیوسٹن جو رنگین مزاجی اور شوخ چشمی کے ساتھ اپنے مقاصد کو ملحوظ رکھنے میں بلند نظر بھی واقع ہوا تھا بادشاہ کے ساتھ عیش و عشرت کی صحبتوں اور سیر و تفریح کے جلسوں میں شریک ہوتا تھا اور امرا کو ذلتوں پر ذلتیں دیتا تھا۔ دو مرتبہ وہ جلاوطن بھی کیا گیا لیکن ایڈورڈ ہر بار اُسے واپس بُلا لیتا تھا۔ ایک سال پارلیمنٹ نے حکومت کا انتظام بادشاہ کے ہاتھ سے لے کر اساقف اور امرا کی ایک مجلس کے سپرد کر دیا جو مجلس کار فرمایان کے نام سے موسوم ہوئی اور جس نے بعض فرامین کے نفاذ سے بادشاہ کے

گیوسٹن کا قتل ۱۳۱۲ء

اقتدارات کو محدود کر دیا۔ پہلی مرتبہ جو پارلیمنٹ ملتوی کی گئی وہ یہی پارلیمنٹ ہے یعنی کچھ عرصے کے لئے برخاست کر دی گئی اور پھر اراکین کے جدید انتخاب کے بغیر اس کا دوبارہ اجلاس ہوا۔ گیوسٹن کچھ عرصے تک جلاوطن رہا لیکن آخر واپس آیا اور اس دفعہ قضا کو بھی اپنے ساتھ لایا۔ اسکاربرو میں پہنچتے ہی امرا نے اُسے گرفتار کر لیا۔ اور امیر وارک نے جو اس کا جانی دشمن تھا ۱۹ جون ۱۳۱۲ء کو اسے بادشاہ کے چچیرے بھائی ٹامس امیر لینکسٹر کے روبرو بلیکلو کی پہاڑی پر قتل کر دیا۔

ایڈورڈ ادھر ان لغویات میں مبتلا تھا ادھر اسکاٹلینڈ اُس کے ہاتھوں سے نکلا جا رہا تھا۔ ۱۳۰۸ء سے لے کر اس وقت تک بروس کئی شہروں پر قبضہ کر چکا تھا اور ۱۳۱۰ء میں ایڈورڈ اور گیوسٹن نے لشکر کشی کی تو وہ بھی سراسر ناکام ثابت ہوئی تھی۔ ۱۳۱۴ء میں بجز اسٹرلنگ اور بروک کے باقی اور کوئی مقام ایسا نہ رہا تھا جہاں بروس کا اقتدار تسلیم نہ کیا جاتا ہو۔ قلعۂ اسٹرلنگ کے قلعہ دار پر

جنگ بینک برن ۲۴ جون ۱۳۱۴ء

بروس کی فوجوں نے ایسا دباؤ ڈالا کہ کمک نہ پہنچنے کی صورت میں اس نے سینٹ جان والے دن یعنی ۲۴ جون کو

قلعے کی حوالگی کا وعدہ کرلیا تھا آخر ایڈورڈ جو اپنے چہیتے مصاحب کو ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھا تھا اور جو باوجود کاہل اور آرام طلب ہونے کے موقع آپڑنے پر بہادری کے جوہر بھی دکھا سکتا تھا فوجیں لے کر شمال کی طرف بڑھا اور ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے جس کا نام بینک برن ہے اور جہاں سے قلعہ اسٹرلنگ نظر آرہا تھا بروس کے لشکر پر جا پڑا۔ اسکاٹلینڈ کا ہر سپاہی بھی جان ہتھیلی پر رکھے مرنے مارنے کے لیے تیار تھا۔ وہ وقت آگیا تھا کہ اسکاٹلینڈ یا تو اپنی آزادی حاصل کرلے یا کھو بیٹھے۔ لڑائی سینٹ جان والے دن ہوئے۔ اسکاٹلینڈ کے شاعر برنس کا ایک مشہور ترانہ ہے :۔

دشمن کو جن کے جوہر والس دکھا چکا ہے ۔ جن کو بروس اکثر میداں میں لا چکا ہے

وہ ہیں ہمیں بہادر اسکاٹلینڈ والے

یہ ترانہ واقعہ بینک برن کے چار سو سال بعد سپرد قلم ہوا تھا اور اس کے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ بینک برن کی یاد ابھی تک اسکاٹلینڈ کے دل میں تازہ ہے۔ شاہ رابرٹ نے اپنی فوج کے سامنے بڑے بڑے گڑھے کھدوا کر انھیں گھاس اور ٹہنیوں سے چھپا دیا تھا۔ اور والس کی مانند اپنے اُن سپاہیوں کی جو برچھوں سے مسلح تھے اس طرح مربع بندی یا دائرہ بندی کی تھی کہ دائرے اور مربعے بیچ میں سے خالی تھے اور سامنے والی صفوں کے جوان گھٹنے ٹیکے ہوئے تھے انگریزی قادر اندازوں کے تیروں کی بوچھاڑ نے انھیں بے حد نقصان پہنچایا اور اُن کے پرے کے پرے صاف ہوگئے لیکن اُن کی پامردی کا یہ عالم تھا کہ جو سپاہی گرتا اُس کی جگہ جھٹ دوسرا آموجود ہوتا تھا۔ انگریزی سواروں کے دستے رہ رہ کر حملے کرتے تھے لیکن ہر دفعہ تنے ہوئے برچھوں کی ہزاروں انیاں اپنے سامنے پاتے تھے یہاں تک کہ پھر انھیں آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا اور ان میں سخت ابتری پھیل گئی۔ اُس وقت کوہستانی نوکروں کی ایک جماعت پہاڑی پیچھے اُترتی ہوئی نظر آئی۔ انگریز سمجھے کہ غنیم کی تازہ دم فوج آرہی ہے اس غلط فہمی سے اُن میں کھلبلی پڑگئی اور امرا اور فوجی سردار سر پر پاؤں رکھ کر ایسا بھاگے کہ پیچھے مڑکر بھی نہ دیکھا خود ایڈورڈ نے بھی میدان جنگ سے فرار ہوکر بروک میں جا دم لیا لیکن اس کی ساری فوج منتشر ہوگئی۔ امرا قید کرلیے گئے اور بہت بڑا مال غنیمت دشمن کے ہاتھ آیا غرض ایک ہی معرکے میں اسکاٹلینڈ نے انگلستان کی اطاعت کا جوا اپنے کندھے سے

اسکاٹلینڈ کی آزادی

اتار پھینکا۔ اس شکست سے انگلستان کی ذلت و رسوائی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور چھ سال کا زمانہ جو واقعۂ بنیک برن کے بعد گزرا مصائب و آلام سے بھرا ہوا تھا۔ ملک کی آبادی کا ایک اچھا حصہ فوج کی نذر ہو چکا تھا۔ زندگی کے کاروبار کے لیئے آدمی نہ ملتے تھے۔ اس پر یہ ہنگامی وبائے مواشی اور شاہی عمال کی دستبرد نے مل ملا کر گرانی اجناس کی شکل پیدا کر دی۔ پارلیمنٹ نے اُس گرانی کو ناعاقبت اندیشی کی راہ سے قانوناً روکنا اور اشیاء ضروری کا نرخ جبراً ارزاں کرنا چاہا نتیجہ یہ ہوا کہ ماکولات کا استا نرخ دیکھ کر لوگوں نے بہت زیادہ مقداریں جنس خریدنی شروع کر دی جس سے ملک میں قحط پڑ گیا اور بہت سی

قحط اور شورش

جانیں تلف ہوئیں۔ اسکاٹلینڈ والوں نے بھی انگلستان کے شمالی علاقے میں لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ اور رابرٹ کا بھائی ایڈورڈ بروس آئرلینڈ پر حملہ کر رہا تھا۔ ۱۳۲۰ء میں ایڈورڈ کی چشم التفات ایک نئے مصاحب ہیولی ڈیسپنسر پر پڑی جس نے اپنے باپ کے ساتھ مل کر ٹامس امیر لینکسٹر کو صدارت عظمٰی کے منصب سے الگ کر دیا اور حکومت کی باگ خود اپنے ہاتھوں میں لے لی ڈیسپنسر اور اُس کا

نیا مصاحب ہیوڈیسپنسر ۱۳۲۲-۱۳۳۰ء

باپ ہر گیوسٹن سے بہر حال اچھے تھے لیکن پھر بھی امرائے سلطنت سے بہت جلد ان کی ان بن ہو گئی اور امرا نے راجر مارٹیمر رئیس گوڈ اور امیر ہیرفرڈ اور امیر لینکسٹر کی سرگردگی میں علم بغاوت بلند کر کے حکومت پر مسلط ہو جانے کے قصد سے شاہ اسکاٹلینڈ کے ساتھ سازباز شروع کر دی۔

لیکن اس مرتبہ ایڈورڈ چوکنا تھا۔ اسکاٹلینڈ کی طرف سے باغیوں کو کمک پہنچنے نہ پائی تھی کہ اُس نے انہیں جا لیا۔ امیر ہیرفرڈ مارا گیا۔ مارٹیمر لندن کے قلعے میں بند کر دیا گیا۔ اور ٹامس امیر لینکسٹر جس کا گیوسٹن کے قتل میں شریک ہونا

لینکسٹر کا قتل ۱۳۲۲ء

ایڈورڈ کو کبھی بھی فراموش نہ ہوا تھا قتل کر دیا گیا۔ اُس کے بعد بادشاہ نے یارک میں پارلیمنٹ کا ایک اجلاس منعقد کر کے مجلس کارفرمایان کے احکام و ضوابط کو منسوخ کر دیا اور چونکہ وہ امرا کی قوت گھٹانی چاہتا تھا اس لیئے پارلیمنٹ کو اُس نے ایک نہایت ہی اہم قانون کے نفاذ پر آمادہ کیا۔ وہ قانون یہ تھا کہ "تمام امور کا تصفیہ بادشاہ قسیسوں امیروں جاگیرداروں

وضع قوانین میں عوام کا حصہ سنہ ۱۳۲۲ء

اور عوام کی اتفاق رائے سے ہونا چاہیئے" وضع قوانین کے اختیارات میں عوام کو حصہ ملنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ اس سے پہلے اُن سے صرف محصولات کے بارے میں مشورہ لیا جاتا تھا۔ حکومت اب ہیو ڈسپنسر اور اُس کے باپ کے ہاتھوں میں تھی۔ حکومت کیا تھی ابتری و بے عنوانی کا دور تھا۔ لوگ کارفرمایان حکومت کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ملکہ اسابیلا بھی اس لحاظ سے اہل ملک کی شریک حال تھی سنہ ۱۳۲۵ء کے اوائل میں ریاست گوئن کی بابتہ اپنے بھائی چارلس رابع سے ایک نزاع کا تصفیہ کرنے کے لیئے ملکہ اسابیلا فرانس گئی۔ اور چند مہینے بعد اپنے بیٹے شہزادہ ایڈورڈ کو جس کی عمر اُس وقت تیرہ سال تھی بلا بھیجا کہ اگر ڈیوک گوئن ہونے کی حیثیت سے شاہ فرانس کی اطاعت کا حلف اٹھائے۔ لیکن اب نہ تو ملکہ ہی انگلستان واپس گئی نہ شہزادہ ہی گیا اصل مطلب اسابیلا کا کچھ اور تھا۔ لارڈ مارٹیمر قلعہ لندن سے فرار ہو کر فرانس چلا آیا تھا اور ملکہ اس کے ساتھ مل کر سازش کر رہی تھی کہ کسی طرح ایڈورڈ کو تخت سے اُتار دیا جائے۔ اور اس کی جگہ اُس کے بیٹے کے سر پر تاج رکھا جائے چنانچہ ۲۴ ستمبر سنہ ۱۳۲۶ء کو وہ ایک مختصر سے دستہ فوج کے ساتھ سفوک میں لنگر انداز ہوئی۔ اور صدر اسقف اور تمام امرا اپنی اپنی جمعیتیں لے کر اُس کے ساتھ آملے۔ یہ دیکھ کر کہ اُس کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں رہا اور چاروں طرف سے مایوس ہو کر بدنصیب ایڈورڈ نے اپنے دونوں مصاحبوں کو ساتھ لیا اور ویلز کا رخ کیا۔ لیکن اس کے دشمنوں نے وہاں بھی اُس کا پیچھا نہ چھوڑا اور نگلیمارگن میں رفیقوں سمیت اُسے گرفتار کر لیا۔ ہیو ڈسپنسر اور اُس کا باپ تو سولی پر لٹکا دیئے گئے اور بادشاہ کو ایک پارلیمنٹ نے جس کا اجلاس بتاریخ ۷ جنوری سنہ ۱۳۲۷ء ویسٹ منسٹر میں منعقد ہوا حکومت کے ناقابل قرار دیا اُس کا عصائے فرمانروائی توڑ ڈالا گیا اور اُس کی جگہ نوعمر شہزادہ ایڈورڈ کی بادشاہی کا اعلان کیا گیا اس موقع پر بادشاہ کے منہ سے جو فقرے نکلے وہ بڑے عبرتناک ہیں۔ درد بھرے لہجے میں اُس نے حاضرین سے اس طرح خطاب کیا کہ مجھے اپنی رعایا کے دل میں گھر نہ کر سکنے کا بہت رنج ہے اور میں اُن سب سے جو یہاں موجود ہیں معافی مانگتا ہوں۔ لیکن جو بات ہو کر رہنے والی تھی وہ ٹل کس طرح سکتی ہے ایسی حالت میں یہ بھی غنیمت ہے کہ آپ نے میرے سب سے بڑے لڑکے کو بادشاہ

ایڈورڈ دوم تخت سے اتار کر قتل کر دیا گیا ۱۳۲۷ء

منتخب کیا جس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں۔ اس کے بعد ایڈورڈ قید کر دیا گیا اور ایک قلعے سے دوسرے قلعے میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ ۲۱ر ستمبر ۱۳۲۷ء کو قلعۂ بارکلے میں ملکہ کے حکم سے وہ بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔

دسواں باب

جنگ صد سالہ۔ کسانوں کی بغاوت

ایڈورڈ سوم ۱۳۲۷ء لغایت ۱۳۷۷ء
شہزادۂ سیاہ پوش سال وفات ۱۳۷۶ء
رچرڈ دوم ۱۳۷۷ء لغایت ۱۳۹۹ء

بادشاہ کا عہد طفولیت ۱۳۲۷-۱۳۳۰ء

۲۹- جنوری ۱۳۲۷ء کو نوعمر شہزادہ کی رسم جلوس عمل میں آئی چونکہ کم سن تھا اس لئے اس کی طرف سے نیابتہً حکومت کرنے کیلئے اتالیق مقرر کیئے گئے لیکن چار سال تک حقیقی حکومت ملکۂ اسابیلا اور اس کے منظور نظر لارڈ مارٹیمر کے غاصبانہ ہاتھوں میں رہی۔ اس کے بعد ایڈورڈ خود صاحب اختیار ہوگیا۔ ۱۳۲۸ء میں اُس نے اُس ہینالٹ کی بیٹی فلیپا سے عقد کیا۔ ۱۵ جون ۱۳۳۰ء کو اس کا پہلا بیٹا پیدا ہوا جس نے آگے چل کر شہزادہ "سیاہ پوش" کے لقب سے شہرت عام حاصل کی۔ اُسی سال ماہ نومبر میں مارٹیمر کے اشارے سے بادشاہ کے چچا امیر کینٹ کی گردن ماری گئی۔ اس واقعے نے نوخیز بادشاہ کی آنکھیں کھول دیں۔

مارٹیمر کا انجام

چند دوستوں کو ساتھ لے کر وہ آدھی رات کے وقت قلعۂ ناٹنگھم میں جا گھسا اور مارٹیمر کو قید کر لیا۔ پھر اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ امرا نے متعدد جرائم کے ارتکاب کی پاداش میں اُس کی نسبت سزائے موت تجویز کی اور بتاریخ ۲۹ نومبر ۱۳۳۰ء وہ ٹائبرن میں جس کا نام اُن دنوں "دی ایلمس" تھا سولی پر لٹکا دیا گیا۔ رہی ملکۂ اسابیلا سو وہ بقیہ عمر کے لئے علاقہ رائزنگ واقعہ نارفاک میں نظر بند کر دی گئی۔

ان تمام واقعات سے واضح ہوا ہوگا کہ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی ایڈورڈ شادی بھی کر چکا تھا صاحب اولاد بھی ہوگیا تھا اور شاہانہ اختیارات سے بھی کام لینے لگا تھا۔ اس کے عہد حکومت کے دو تاریخی پہلو ہیں۔ انگلستان اُس کے زمانے میں

بیرونی لڑائیوں میں بھی شریک رہا اور خود ملک کے اندر بھی بڑے بڑے اہم واقعات رونما ہوئے۔ ان دونوں پہلوؤں پر ہمیں الگ الگ نظر ڈالنی ہوگی۔ اسکاٹلینڈ اگرچہ اب آزاد تھا لیکن باہمی کشمکش کا سلسلہ دونوں طرف سے بدستور جاری تھا۔ اور جب شاہ رابرٹ صرف ایک ہفت سالہ لڑکا اپنا جانشین چھوڑ کر رہگزائے عالم باقی ہوا تو ایڈورڈ سوم نے

فرانس کے ساتھ نزاع کے اسباب۔

اسکاٹلینڈ پر چڑھائی کر کے جان بیلیل کے سب سے بڑے بیٹے ایڈورڈ کو تخت پر بٹھا دیا۔ اس کے کچھ ہی دن بعد بیلیل کو اسکاٹلینڈ کے محبان وطن نے پھر مار کر نکال دیا چونکہ فرانسیسی اہل اسکاٹلینڈ کے حلیف تھے لہٰذا فلپ سادس شاہ فرانس جو گوئن پر دست تصرف دراز کرنا چاہتا تھا یہ حجت نکال کر کہ ایڈورڈ نے اُس کے حلیفوں کے علاقے پر فوج کشی کی ہے گاسکنی کے صوبہ پر چڑھ دوڑا۔ انھیں دنوں اہل فلینڈرس نے جو انگلستان کے ساتھ وسیع پیمانے پر اُون کی تجارت کرتے تھے اپنے نااہل حکمراں امیر لوئی کے استحصال سے تنگ آ کر ایڈورڈ سے

ایڈورڈ سے اہل فلینڈرس کی استمداد

امان طلب کی اہل فلینڈرس کی قومی آرزوؤں کا ترجمان ایک شخص جیمز وان آرٹیولڈ نامی تھا جسے عرف عام میں "گان کا کلال" کہتے تھے اُس نے ایڈورڈ سے امداد کی استدعا کی اور ساتھ ہی درخواست پیش کی کہ ایڈورڈ "شاہ فرانس" کا لقب اختیار کر لے تا کہ فلینڈرس والے اپنا جائز فرمانروا اُسے جان کر اُس کی اطاعت اختیار کر سکیں۔

ایڈورڈ نے یہ تجویز قبول کر لی۔ اپنی ڈھال پر فرانس کا شاہی نشان "فلر ڈی لی" ثبت کر کے اور Dieuet Mon Droit (خدا اور میرا فرض) کا فرانسیسی طغرا

ایڈورڈ تخت فرانس کا دعویٰ کرتا ہے۔

اختیار کر کے اُس نے تخت فرانس کا اس بنا پر دعوےٰ پیش کیا کہ اُس کی ماں اسابیلا فرانس کے شاہی خاندان کی شاخ اکبر سے تعلق رکھتی تھی حالانکہ فلپ سادس کا تعلق شاخ اصغر سے تھا یہ دعوےٰ بالکل مہمل تھا اس لئے کہ فرانسیسی قانون کی رو سے عورت واسطۂ وراثت نہ تھی۔

فلپ ثالث شاہ فرانس

چارلس شہزادۂ ویلائے
فلپ سادس شاہ فرانس

فلپ رابع

منکوحۂ ایڈورڈ ثانی ..... اسابیلا　　چارلس رابع　　فلپ خامس　　لوئی دہم
شاہ انگلستان

ایڈورڈ ثالث شاہ انگلستان　　مارگرٹ　　جین　　جین

فلپ سادس کی تخت نشینی پر اگرچہ ایڈورڈ نے اس بات کو تو تسلیم کر لیا کہ عورت ذات خود تخت فرانس کی وارث نہیں ہو سکتی لیکن وہ برابر حجت کیئے جاتا تھا کہ اگر عورت کا وارث جنس ذکور سے ہو اور فرمانروائے سابق سے قریب ترین رشتہ رکھتا ہو تو وہ ضرور تاج فرانس کا حقدار ہو سکتا ہے اس بحث نے طول کھینچکر اس مشہور جنگ صد سالہ کی شکل اختیار کی جس کا سلسلہ کچھ کچھ وقفے کے ساتھ انگلستان کے پانچ بادشاہوں کے عہد تک قائم رہا۔ بانئے فساد اگرچہ ابتدأً فلینڈرس والے تھے لیکن زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اُن کا اس جنگ سے کچھ تعلق نہ رہا۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ ایک افسوس ناک جنگ تھی جس کا مقصد بجز جلب اقتدار کے اور کچھ نہ تھا اور دونوں قوموں کو اس آویزش سے کچھ بھی فائدہ پہنچتا نظر نہ آتا تھا۔ لیکن جس زمانے کے یہ واقعات ہیں اس کا اخلاقی معیار بھی آج کل سے بالکل جدا تھا۔ یہ عہد فتوت

دور مروّت

و مروّت کا دور کہلاتا ہے جبکہ فنون سپہگری کے دنگلوں تک میں اپنی بہادری اور شجاعت کے کرتبوں کی نمائش کے لئے امرا اپنی جان پر کھیل جانے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ اُس جانبازانہ شجاعت اور بہادرانہ شرافت نفس میں جو اس عہد کا خاصہ ہے اگرچہ بہت سی باتیں قابل تعریف ہیں لیکن ان خصوصیات سے امرا آپس ہی میں ایک دوسرے ہی کو فیض پہنچاتے تھے۔ خواص سے گزر کر یہ فیض عوام تک نہ پہنچتا تھا۔ امرا جب جنگ کو نکلتے تو جلتے ہوئے گاؤں اجڑی ہوئی کھیتیاں اور تاکستان یا مصیبت زدہ غریب لوگوں پر انھیں ذرا رحم نہ آتا تھا جنھیں وہ اُس زمانے کی اصطلاح میں "راسکل" (بدمعاش)

نقشہ نمبر ۴ مشہور محاربات و محاصرات جنگ صد سالہ

محاذی صفحہ ۱۳۴

پورٹس متھ ۱۳۳۸ع
سلائیس ۱۳۴۰ع
کریسی ۱۳۴۶ع
کیلے ۱۳۴۷ع
پوائٹیرز ۱۳۵۶ع
صلح بریٹنی ۱۳۶۰ع
آرفلو ۱۴۱۵ع
اجن کورٹ (ازن کور) ۱۴۱۵ع
روان ۱۴۱۸ع
صلح ٹروا ۱۴۲۰ع
اورلینز ۱۴۲۹ع
اختتام جنگ ۱۴۵۳ع

پیمانۂ میل ۵۰ ۱۰۰
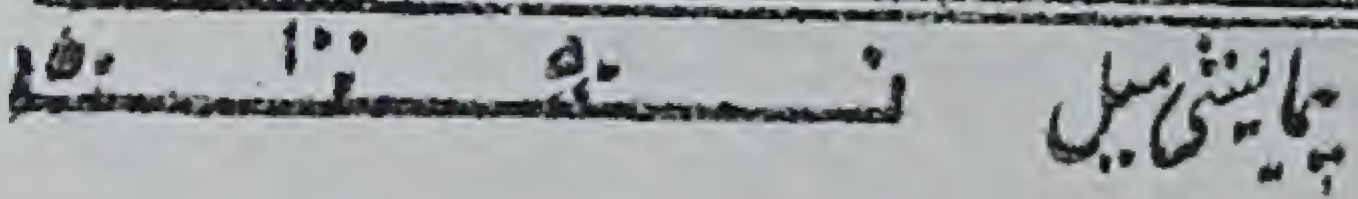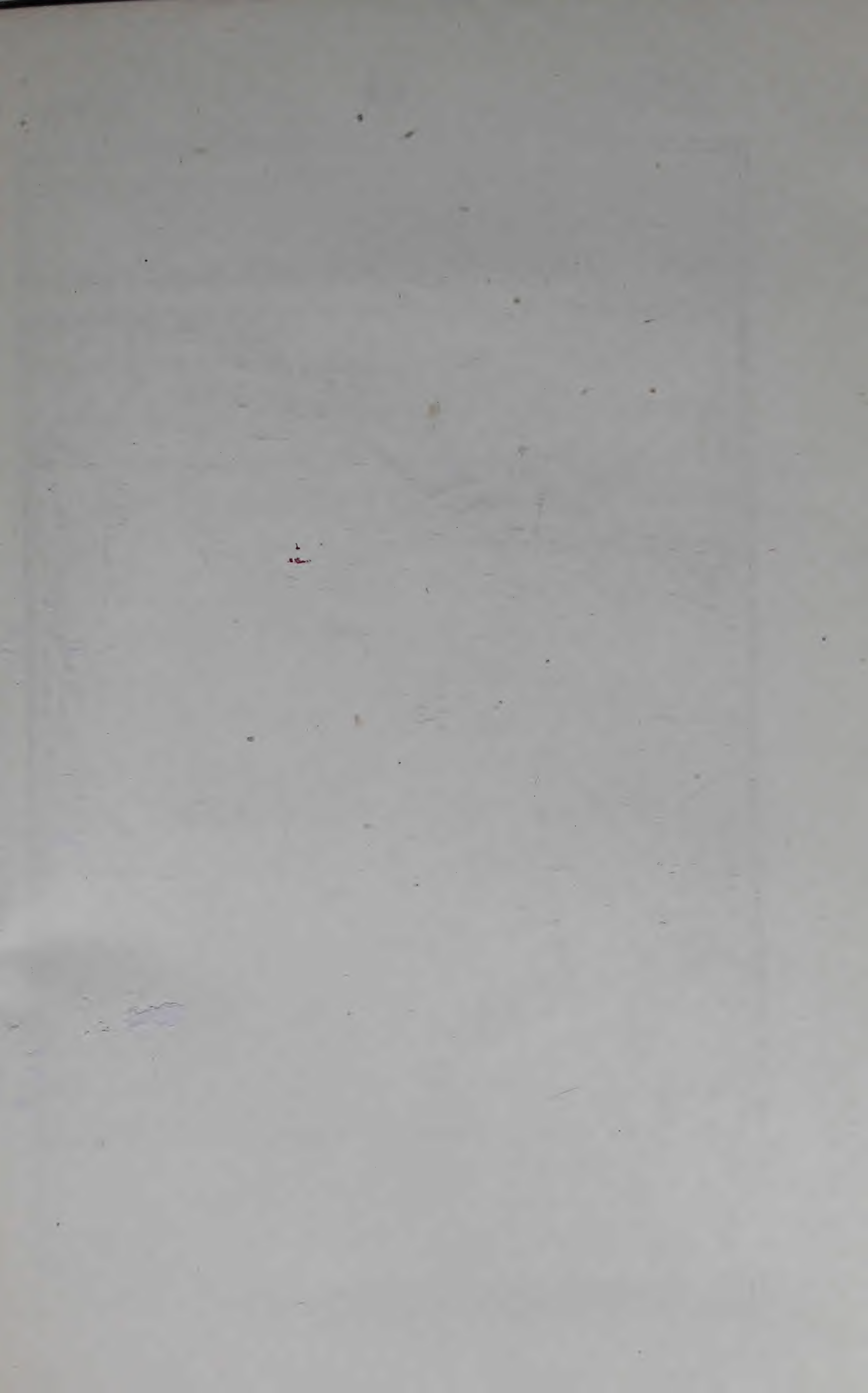
کہتے تھے جن کا عدم وجود برابر تھا۔

اڈورڈ کے عہد میں جنگ صدسالہ تین معرکوں پر تقسیم کی جاسکتی ہے۔ پہلے معرکہ کا آغاز ۱۳۳۸ء میں فرانسیسیوں کے پورٹسمتھ پر حملہ کرنے سے ہوا۔ اس معرکہ کا دور ۱۳۴۷ء میں ختم ہوا اور بحیثیت مجموعی انگریز اس میں کامیاب رہے ۱۳۴۰ء میں انھیں ایک بہت بڑی بحری فتح سلائز کے قریب حاصل ہوئی جو فلینڈرس کی بندرگاہ پر واقع ہے اور ۲۶ اگست ۱۳۴۶ء کو کریسی واقع شمال فرانس میں انھیں ایک اور فتح نصیب ہوئی۔ کریسی کی لڑائی میں انگریزی تیراندازوں نے بہادران فرانس کی صفیں الٹ دیں اور بارود کا استعمال بھی اول اول اسی لڑائی میں ہوا۔ اڈورڈ شہزادہ ویلز جو شہزادۂ سیاہ پوش کے لقب سے مشہور ہے اس وقت شانزدہ سالہ تھا کریسی کی لڑائی میں اس نے ایسی شجاعت کا ثبوت دیا کہ اس کمسنی ہی میں اُسے ''نائٹ'' کے معزز خطاب سے مخاطب کیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے لیکن یہ روایت کسی قدر مشتبہ ہے کہ کریسی کی لڑائی کے بعد ہی شہزادۂ سیاہ پوش نے تین کلغیاں لگانی شروع کردیں اور مقولہ ''اک ڈین'' (میرا کام خدمت کرنا ہے) بھی اختیار کرلیا۔ یہ مقولہ آج بھی شہزادۂ ویلز کا طغرائے امتیاز ہے۔

جنگ صدسالہ پہلا معرکہ ۱۳۳۸ء لغایت ۱۳۴۷ء

محاصرۂ کیلے

اس کے بعد کیلے کا محاصرہ شروع ہوا اور ماہ ستمبر ۱۳۴۶ء سے لے کر ۴ اگست ۱۳۴۷ء تک پورے گیارہ مہینے قائم رہا۔ ۴ اگست کو جب محصورین میں تاب مقاومت بالکل ہی باقی نہ رہی تو شہر کے چھ بہادر باشندے ننگے پاؤں اظہار تذلل کے لئے رسے ڈالے باہر آئے اور ملتجی ہوئے کہ اہل شہر پر رحم کرکے انھیں معاف کردیا جائے اڈورڈ انھیں پھانسی دینے کا ارادہ کرچکا تھا لیکن نیک نہاد ملکہ فلپا کی التجائیں آڑے آگئیں اور ان کی جان بخشی کی گئی۔ کیلے میں اڈورڈ نے انگریزوں کو لا آباد کیا اور دو سو سال تک اُس شہر پر انگریزی قبضہ رہا۔ ابنائے انگلستان کے جہازوں کے لئے کیلے کا بندرگاہ بہت بڑی جائے پناہ کا حکم رکھتا تھا۔

طبقۂ گارٹر ۱۳۴۸ء

اسی زمانے میں اڈورڈ سوم نے شاید بیادگار محاصرۂ کیلے ''گارٹر'' کا مشہور اعزازی طبقہ قائم کیا جو چھبیس جلیل القدر اراکین پر مشتمل تھا چھبیسواں رکن خود بادشاہ تھا۔

دوسرا معرکہ ۱۳۵۵ء میں بعہد جان ثانی شاہ فرانس شروع ہوا۔ اس معرکہ کی سب سے زیادہ مشہور لڑائی پائیٹرس کی لڑائی تھی جس کا سال وقوع ۱۳۵۶ء ہے۔ ۱۹ ستمبر والے روز شہزادہ سیاہ پوش نے صرف بارہ ہزار کی جمعیت سے فرانسیسیوں کی ساٹھ ہزار فوج کو شکست فاش دی۔ شہزادے نے تاکستانوں کے اندر ایک تنگ سے گزرگاہ کے سرے پر اپنی فوج کی صف بندی کی تھی۔ فرانسیسی جب قریب پہنچے تو انگریزی فوج کے تیراندازان پر تیروں کی بوچھار کرتے تھے اور اُن کے قدم اکھڑ اکھڑ جاتے تھے فرانسیسی پھر بھی بڑی شجاعت سے لڑے لیکن فتح کا پلہ دوسری طرف جھک چکا تھا۔ شاہ جان مع اپنے کمسن بیٹے فلپ کے گرفتار ہوا اور انگلستان بھیج دیا گیا جہاں آٹھ سال بعد جان نے لندن میں قصر سیوائے کے اندر وفات پائی

دوسرا معرکہ
۱۳۵۵-۱۳۶۰ء

پائیٹرس کی لڑائی کے دو سال بعد انگریزی فوج نے پیرس کی طرف کوچ کیا۔ جس علاقے میں اس کا گذر ہوا وہ بالکل اجاڑ ہو رہا تھا اور قدم قدم پر اُن بے باک سپاہیوں کی غارتگرانہ دستبرد کے نشان نظر آتے تھے جنھیں اُس زمانے کی اصطلاح میں "جماعت آزادگان" کہتے تھے۔ برٹیگنی میں جو پیرس کی جانب جنوب واقع ہے ۸ مئی ۱۳۶۰ء کو انگریزوں اور فرانسیسیوں کے مابین ایک صلحنامہ مرتب ہوا۔ اس معاہدے کے بموجب ایڈورڈ تاج فرانس کے دعوے سے دستکش ہو گیا لیکن ایکوٹیین۔ پاٹو گاسکنی اور کیلیے کی خودمختارانہ حکومت اُس کے حصے میں آئی۔ غرض دوسرے معرکہ کا دور جب ختم ہوا تو انگریز فرانس کے ایک بڑے حصے پر قابض تھے لیکن تیسرے معرکہ میں انگریزوں نے شکست کھائی اور یہ علاقہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ شہزادہ سیاہ پوش نے جو امیر ایکوٹیین ہو کر اس علاقے کے صدر مقام بورڈو میں حکومت کرنے گیا تھا ہسپانیہ کے ایک نزاعی معاملے میں مداخلت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چارلس پنجم فرمانروائے فرانس نے از سر نو بساط جنگ بچھا دی۔ چارلس اپنے باپ جان کی بہ نسبت زیادہ ہوشیار اور چالاک تھا۔ انگریزی فوج کا دوبدو مقابلہ کرنے کے بجائے اُس نے لڑائی کا ڈھنگ اس طرح ڈالا کہ جب انگریزی فوج پاس آتی تو وہ کنی کاٹ کر دور نکل جاتا اور غنیم کو ویران و غیر آباد علاقوں میں لمبی لمبی منزلیں مارنے سے پریشان کرتا رہتا تھا شہزادہ سیاہ پوش کی طبیعت ناساز تھی جنگ کی اس روش نے اُس کے مزاج کو اور چڑچڑا کر دیا۔ اور غنیم قدم قدم پر

تیسرا معرکہ
۱۳۶۷-۱۳۷۴ء

اُس سے گوئے سبقت لے جانے لگا۔ شہر لموجے کی رعایا اسی دوران میں شہزادہ سے منحرف ہو کر چارلس سے جا ملی تھی۔ شہزادہ نے برافروختہ ہو کر اُن کے قتل عام کا حکم دے دیا اور اپنے نام نیک کو اس ایک ظالمانہ فعل سے بٹہ لگا لیا۔ آخر جب اس کی صحت نے اُسے بالکل ہی جواب دے دیا تو وہ انگلستان واپس چلا آیا اور اس وقت سے انگریزوں کو شکستوں پر شکستیں ہونے لگیں۔ سنہ ۱۳۷۲ء میں اُن کے بیڑے کو ہسپانویوں نے زک دی اور سنہ ۱۳۷۵ء کے ختم ہوتے ہوتے فرانسیسیوں نے کیلے، بورڈو اور بیآن کے سوائے باقی تمام علاقہ انگریزوں سے واپس لے لیا۔ غرض اس معرکہ کے خاتمے پر انگریزوں کے قبضے میں چھتیس سال پہلے کی بہ نسبت بہت کم فرانسیسی علاقہ باقی رہ گیا۔

اب ہم ایڈورڈ سوم کے اوائل عہد کے اُن واقعات پر نظر ڈالتے ہیں جو انگلستان کے اندر پیش آئے۔ یہ بات بظاہر عجیب معلوم ہوگی کہ جنگ فرانس اہل انگلستان کے طبائع کو مرغوب

نشو و نمائے قوم ۱۳۲۷ء-۱۳۴۹ء

تھی۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو ایسا ہونا قدرتی بات تھی۔ امرا کے لئے جنگ پہلے ہی ایک دل پسند مشغلہ تھی۔ رہے عوام سو انھیں اب یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اگر بادشاہ کی رعایا کی تعداد زیادہ ہوگی تو اسی نسبت سے اُن کے محصولات کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ ادھر شہزادۂ سیاہ پوش کے جنگی کارناموں نے بھی لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا تھا اور نام و نمود کے لئے وہ ایسے بہادر شہزادے کی ذات پر فخر کرنے لگے تھے۔ اس کے علاوہ جنگ اول اول طبقۂ ادنیٰ کیلئے ذریعۂ منفعت بھی ثابت ہوئی۔ فوجی سرداروں اور جاگیرداروں کو اپنے قیمتی سلاح جنگ کی

اراضیات کے پٹے اور کاشتکار علاقوں کی آزادی

بہم رسانی اور باہر جا کر اپنا ٹھاٹ قائم رکھنے کے لئے آئے دن روپے کی ضرورت پیش آتی رہتی تھی اس ضرورت کو وہ اس طرح رفع کرتے تھے کہ اپنی جاگیریں اور زمینیں طویل میعاد کے لئے پٹہ پر دے دیتے تھے اور ان "مزرعوں" پر پٹہ دار سے انھیں لگان مل جاتا تھا۔ اسی سے "مزرعوں" اور آزاد حیثیت رکھنے والے مزارعین کی ابتدا ہوئی وہ اپنے کاشتکاروں کو بھی جو اُن کی جاگیروں میں ان کی رعایا ہوتے تھے معاوضہ لے کر آزاد کر دیتے تھے یہانتک کہ خود بادشاہ بھی روپے کی خاطر اپنی وسیع و عریض جاگیروں میں اپنے مختاروں کو بھیج دیتا تھا کہ جو آسامیاں آزاد ہونا چاہیں ایک بندھی رقم دے کر آزادی خرید لیں۔ ایڈورڈ اپنے ساتھ کچھ جولاہے فلینڈرس سے لیتا آیا تھا۔ اُن

پیشہ وروں نے اپنی بستیاں نارفاک سفاک اور اسکیس میں بسالیں اور لوگوں کو پارچہ بافی کا ہنر سکھانا شروع کیا۔ پارچہ بافی تھوڑے ہی دنوں میں ملک کی ایک اہم اور سود مند دستکاری ہو گئی اور چونکہ ہر غلام کو جو کسی زمیندار کے قبضے سے نکل کر کسی شہر میں ایک سال اور ایک دن گزار دیتا تھا، کامل آزادی کا استحقاق حاصل ہو جاتا تھا لہذا بہت سے لوگوں نے کسب معاش کے لئے پارچہ بافی کا پیشہ اختیار کر لیا۔ غیر ملکوں کے ساتھ لین دین کے تعلقات قائم ہونے سے بازار تجارت بھی گرم ہو چلا۔ نارمنڈی کے ساتھ مچھلی اور لکڑی فلینڈرس کے ساتھ اون اور گاسکنی کے ساتھ شراب اور نمک کا بیوپار ہوتا تھا جس سے لوگوں کے لئے معاش کی نئی راہیں کھل گئیں۔ اسی زمانے میں سکۂ رائج الوقت کی اصلاح ہوئی اور ۱۳۴۴ء میں اول اول سونے کے سکوں کا چلن ہوا۔ امرا اور جاگیردار بدستور اپنے جنگی مشاغل میں منہمک تھے۔ اور انہیں کچھ خبر نہ تھی کہ ملک میں چپکے ہی چپکے کیا انقلاب ہو رہا ہے اگر اُن کی چشم بصیرت کھلی ہوتی تو انھیں صاف نظر آگیا ہوتا کہ ان تمام ترقیوں کی بدولت آزاد شدہ غلام اور مطلق العنان مزدور اور کسان لوگ احرار کی ایک زبردست جمعیت بنتے جاتے ہیں اور اب انھوں نے اپنے لئے وہ ضروریات پیدا کر لی ہیں جن کا اس سے پہلے انھیں کبھی احساس نہ ہوا تھا اور اُن حقوق کے حصول کے درپے ہیں جن کا مطالبہ پیشتر انھوں نے کبھی نہ کیا تھا۔ واقعات کی یہ رفتار بیس سال سے بھی زیادہ اسی طرح جاری رہی۔ اور اس اثنا میں بادشاہ برابر پارلیمنٹ سے مصارف جنگ کیلئے روپیہ مانگتا رہا۔ ۱۳۴۰ء میں بادشاہ نے فرانس سے سخت برافروختگی کے عالم میں مراجعت کی۔ تمام وزرا اور اعلیٰ حکام عدالت کو برطرف کر دیا اور اپنے وزیر خزانہ اسٹریٹفرڈ پر جو کنٹربری کا صدر اسقف تھا اور سرکاری آمدنی کے ناجائز طور پر صرف کرنے کا الزام لگایا۔ بادشاہ اسٹریٹفرڈ سے بذات خود محاسبہ کرنے پر مصر تھا لیکن پارلیمنٹ کہتی تھی کہ کسی وزیر پر کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا جب تک کہ الزام کی سماعت پارلیمنٹ کے بھرے اجلاس میں ملزم کے ہم چشموں کے روبرو نہ ہو۔ ۱۳۴۱ء میں ممبران پارلیمنٹ نے اپنی یہ بات منوا کر چھوڑی کہ وزرا کا انتخاب اُن کے مشورے سے عمل میں آئے اور وزرا اُن کے سامنے قانون کے پابند رہنے کا حلف اٹھائیں۔ گزشتہ نو سال سے پارلیمنٹ کے اجلاس کا یہ دستور چلا آتا تھا کہ جاگیردار اور ساکنان شہر کی نشست تو "پینٹڈ چیمبر" (ایوان منقوش) میں

حرفت اور تجارت کی ترقی۔

امرا اور عوام وزیر خزانہ کی حمایت کرتے ہیں۔

میں ہوتی تھی اور امرائے کبار اور اساقف کا اجلاس اُن سے الگ " دھائٹ ہال چیمبر" (ایوان سفید) میں ہوتا تھا۔ گویا پارلیمنٹ کے اب دو حصے ہو گئے تھے دارالامرا اور دارالعوام۔ دونوں کے باہمی تعلقات پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ امرا عوام سے مشورہ لے لیا کرتے تھے اور عوام اپنی رائے کا آزادی کے ساتھ اظہار کرتے تھے۔ پارلیمنٹ حکومت کے نظم ونسق میں اب درحقیقت ایک حد تک دخیل تھی اور سلطنت کا انتظام خوبی و خوش اسلوبی سے چلنے لگا تھا میدان جنگ میں انگلستان کو جیت پر جیت ہو رہی تھی۔ کریسی کے معرکہ میں فرانسیسیوں کو شکست ہوئی نیول کراس (متصل ڈرہم) کی لڑائی میں اسکاٹلینڈ والوں کو زک ملی اور ان کا بادشاہ ڈیوڈ ۱۳۴۶ء میں پکڑ لیا گیا۔ کیلے پر بھی انگلستان کا قبضہ ہو چکا تھا اور اس بندرگاہ کی تسخیر نے آبنائے انگلستان کو ہر بحری غنیم کی دستبرد سے محفوظ کر دیا تھا۔ یہ تمام فتوحات ایسی نہ تھیں جن سے اہل انگلستان کے دل میں جوش مسرت پیدا نہ ہو۔ وہ خوش تھے کہ ہر میدان میں پالا انھیں کے ہاتھ رہا ہے۔

لیکن ایک بہت بڑی مصیبت کا پہاڑ سر پر ٹوٹنے کو تھا ۱۳۴۸ء میں ایک خوفناک وبا جو "کالی موت" (طاعون) کے نام سے مشہور ہے یورپ میں نمودار ہوئی۔ اور اس برّ اعظم

طاعون

کے ملکوں کا صفایا کرتی ہوئی انگلستان پہنچی۔ انگلستان میں اُس کا ایسا زور ہوا کہ شہروں کے بھرے محلے اور گاؤں کے اِکّا دُکّا جھونپڑے سب ایک ساتھ فنا کے گھاٹ اترنے لگے۔ موت کی گرم بازاری کا یہ عالم تھا کہ لاشوں کا دفن کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ جب تباہی کا یہ بادل چھٹا تو انگلستان کی ایک تہائی آبادی پیوند زمین ہو چکی تھی اور جو لوگ لڑائیوں میں حوالۂ خاک وخون ہوئے اُن کا کوئی حساب ہی نہ تھا۔ اب زمینداروں کو بڑی مشکل پیش آئی کہ ان کا کام کون کرے۔ طاعون کے ہنگامے میں لوگوں نے سراسیمہ ہو کر زراعت کا کاروبار بالکل ترک کر دیا تھا۔ کھیت ویران پڑے تھے۔ مزدور نام کو نہ ملتے تھے اور جو تھے وہ مزدوری اتنی مانگتے تھے کہ زمینداروں میں اُس کے ادا کرنے کی توفیق نہ تھی۔ اب اس جماعت کے درمیان جو مال واملاک والی تھی یا صاحب سرمایہ تھی اور اُس جماعت کے درمیان جو محنت مزدوری کرکے پیٹ پالتی

سرمایہ اور محنت کی کشمکش

تھی پہلی مرتبہ وہ کشمکش شروع ہوئی جس کا سلسلہ ابھی تک کسی نہ کسی شکل میں قائم ہے۔ طاعون کے زمانے میں ایک گروہ ایسے

مسٹنڈوں کا پیدا ہوگیا جو بھیک مانگ کر گزارہ کرتے تھے اور محنت سے جی چراتے تھے
پارلیمنٹ نے یہ حالت دیکھ کر ایک قانون نافذ کیا جس کے واجبی ہونے میں کلام نہیں کہ
ہر شخص کے لئے جس کی عمر سات سال سے کم ہو کسی نہ کسی طرح کی محنت کرنی لازمی ہوگی۔
لیکن اسی کے ساتھ پارلیمنٹ نے جو "قانون مزدوران" وضع کیا وہ بڑا سخت تھا۔ اس
قانون کی رو سے مزدوروں کی اُجرت کی شرح وہی قرار دی گئی جو انھیں طاعون سے پہلے
ملا کرتی تھی۔ مزدور اس پر رضامند نہ ہوئے اور ان لوگوں کی محنت کر کے جو زیادہ مزدوری
دینے کی توفیق رکھتے تھے، قانون سے بچنے لگے۔ زمینداروں کے لئے اب بڑی مشکل پیش
آئی۔ مزدوری تو انھیں پہلے کی بہ نسبت زیادہ دینی پڑتی تھی۔ آلات زراعت اور تمام مصنوعات
کے دام بھی بہت مہنگے ہوگئے تھے لیکن اناج اور گوشت جو اُن کی اراضی کی پیداوار تھا اتنی
زیادہ قیمت نہ پاتا تھا اس لئے کہ ملک کی گھٹتی ہوئی آبادی میں خوراک کی مانگ کم تھی اس
پر پارلیمنٹ نے جس کے اراکین میں زمینداروں کا عنصر بڑا زبردست تھا پرانے قوانین از سر نو
رائج کر دئے جن کی رو سے ہر شخص اپنے آقا کی جاگیر میں رہ کر کام کرنے کا پابند بنا دیا گیا مزدور
کے لئے اپنے حلقے سے باہر جانا ممنوع قرار پایا اور ایک قاعدہ اس مضمون کا وضع کیا گیا کہ
جو شخص فرار ہو جائے اُس کی پیشانی پر جلتے لوہے سے حرف "ایف" کا داغ دے دیا جائے
یہ حرف "فیوجی ٹو" کا مخفف ہے جس کے معنی "مفرور" کے ہیں۔ اس طور پر بہت سے فرار شدہ غلام
شہروں سے واپس لائے گئے اور بعض ایسے غلاموں کو جو اپنی آزادی خرید چکے تھے اپنے پرانے
مالکوں کے ناواجبی مطالبے کی بنا پر از سر نو حلقہ بگوش ہونا پڑا۔ مزدور اب
اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے تھے کہ بحالت آزادی وہ زیادہ روپیہ کما سکتے
ہیں۔ اسی لئے وہ اس ظالمانہ قانون کی گرفت میں رہ رہ کر پیچ و تاب کھاتے تھے اور اس گرفت
سے چھوٹنے کیلئے طرح طرح کے حیلے کرتے رہتے تھے۔

قانون مزدوران

اسی زمانے میں انگلستان کے قادر الکلام شاعر چاسر نے اپنی مشہور تصنیف
"کنٹربری ٹیلیس" (قصص کنٹربری) سپرد قلم کی اور لینگلینڈ نے جس کی شاعری عوام میں بہت
مقبول تھی ایک عجیب و غریب نظم لکھی جو "دی وژن آف پیرس پلاؤمین" (رویائے دہقان پیرس)
کے نام سے موسوم ہے۔ ان دونوں نظموں کے مطالعے سے اس زمانے کے
حالات کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے کہ ایک طرف تو جاگیردار اور امرائے دربار اور

چاسر اور لینگلینڈ کی تصانیف

مالدار قسیس و راہب رنگ رلیاں منارہے ہیں اور گلچھرے اڑا رہے ہیں اور دوسری طرف ادنی طبقے کی پریشاں حال جماعتیں روز بروز زیادہ بے چین ہوتی ہیں۔ انھیں دنوں بیلیل کالج آکسفورڈ کے صدر معلم جان وکلف نے جو انگلستان کا سب سے پہلا مصلح مذہب ہے پادریوں اور خصوصاً راہبوں کی بداعمالیوں کا کچا چٹھا اور اس گروہ کی منافقانہ

جان وکلف

روش اور حرص و آز کا راز کھولنا شروع کیا۔ وکلف آکسفرڈ کا ایک مخلص اور نیک نیت واعظ تھا۔ اُس کا یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ ملک میں بے چینی پھیلے بلکہ وہ دین کی بھولی بسری روایتوں کو تازہ کرنا اور ارباب اقتدار کو ان کے ظلم و ستم پر پیچھے دل سے ملامت کرنی چاہتا تھا۔ چند سال بعد اس نے انجیل کا زبان انگریزی میں ترجمہ کیا اور بے سروسامان پادریوں کی برہنہ پا جماعت کو جو موٹے جھوٹے کپڑے کے فرغل پہنے تھی لوگوں میں اس بات کی منادی کرنے کے لئے بھیجا کہ ہر شخص خدا کے حضور میں اپنے افعال کا جواب دہ خود ہے۔ خدا کی نظروں میں تمام انسان ایک درجہ رکھتے ہیں اور امرا اور پادریوں کا فرض ہے کہ حکومت عدل و انصاف سے کریں تاکہ خدا کی ساری مخلوق کا اس میں بھلا ہو۔ آزادی کے اُن ولولہ انگیز خیالات نے کسانوں میں جو پہلے ہی بددل ہو رہے تھے ایک آگ سی لگا دی اور آیندہ عہد حکومت میں اس آگ کے شعلے آسمان تک لپکتے ہوئے نظر آئے۔

پھر بھی بظاہر امن و سکون قائم رہا اور آیندہ بیس سال کے عرصے میں پارلیمنٹ نے بہت سی مفید اصلاحات کو رواج دیا۔ ۱۳۵۱ء میں چونکہ فرانس اور انگلستان ایک دوسرے

اصلاحات پارلیمنٹ

کے دشمن تھے اور پاپائے روما ایک فرانسوی الاصل شخص تھا جو فرانس کے ایک شہر اونیان میں رہتا تھا لہذا پارلیمنٹ نے اس مضمون کا ایک قانون وضع کیا کہ پاپا کو آیندہ سے یہ حق نہ ہوگا کہ انگلستان کی قسیسی خدمتوں پر کسی بدیسی کا تقرر کرے یا اہل انگلستان سے گرانبار خراج وصول کرے۔ یاد ہوگا کہ پاپا کو شاہ جان کے زمانے سے یہ حقوق حاصل تھے۔ اب اس قانون سے یہ حقوق یکلخت زائل ہو گئے۔ ۱۳۵۳ء میں لوگوں کو قانون امتناع مداخلت پاپا کے ذریعہ سے غیر ممالک کی عدالتوں میں انگریزی مقدمات

قانون امتناع مداخلت پاپا

کے رجوع کرنے کی ممانعت کر دی گئی اور اس قانون کی اہمیت آگے چلکر بہت کچھ بڑھ گئی۔ ۱۳۶۲ء میں فرانسیسی کی جگہ جو اس وقت تک عدالتی زبان تھی انگریزی نے لے لی اور عدالتوں میں اب انگریزی زبان استعمال

کی جانے لگی۔ ساتھ ہی یہ قاعدہ بھی جاری کردیا گیا کہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر بادشاہ آئندہ سے اُن پر محصول وصول کرنے نہ پائیگا حکومت نے آئرلینڈ کیلیئے بھی ایک ضابطۂ قوانین مرتب کرنا چاہا لیکن یہ قوانین ابتدا ہی سے غلط تھے اور ظالمانہ بھی تھے۔ اس وقت آئرلینڈ میں تین قسم کی رعایا آباد تھی اولاً قدیم اہل آئرلینڈ جن کا جنم بھوم یہی ملک تھا۔ ثانیاً وہ انگریز جو مدت ہوئی نقل وطن کرکے یہاں آبسے تھے اور قدیم باشندوں کے ساتھ شادی بیاہ کرکے یہیں کے ہو رہے تھے۔ ثالثاً وہ انگریز جو آئرلینڈ پر حکومت کرنے آئے تھے اس میں شک نہیں کہ پہلے اور دوسرے طبقے کی جماعتیں غیر مہذب اور نیم وحشی تھیں لیکن جو برتاؤ ان کے حاکموں نے اُن کے ساتھ روا رکھا وہ بڑا ہی شرم انگیز تھا۔ آئین کلکنی کی رو سے اہل آئرلینڈ کے ساتھ انگریزوں کے ازدواجی تعلقات ممنوع قرار پائے

آئین کلکنی
سنہ ۱۳۶۷ء

آئرلینڈ والوں کے تمام قومی کھیل تماشے بند کردیے گئے اور انھیں حکم دیا گیا کہ اپنی بول چال چھوڑ کر انگریزی زبان بولیں اور انگریزی رسمیں اختیار کریں۔ بادشاہ کے بیٹے لایونل امیر کلیرنس نے جو آئرلینڈ میں نائب السلطنۃ ہوگیا تھا حکم دے رکھا تھا کہ کوئی شخص جو آئرلینڈ میں پیدا ہوا ہو میری خیمہ گاہ کے قریب بھی نہ پھٹکنے پائے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی حکومت کے ماتحت اہل آئرلینڈ کبھی اطمینان و قناعت کی زندگی نہ بسر کرسکتے تھے۔

اسی طرح اور دس سال گزر گئے۔ فرانس میں تیسرا معرکہ شکستوں پر ختم ہوا۔ بادشاہ کا ضعیفی کا عالم تھا نیک نہاد ملکہ فلپا گزر چکی تھی اور بادشاہ کے مزاج میں ایک سفلہ منش عورت ایلس پیررس دخیل ہوگئی تھی۔ بادشاہ کا سب سے بڑا بیٹا شہزادۂ سیاہ پوش بستر نزع پر پڑا دم توڑ رہا تھا۔ چھوٹے بیٹے کی عمر جو ولیعہد سلطنت تھا صرف دس سال تھی حکومت دراصل بادشاہ کے تیسرے بیٹے جان رئیس گانٹ وامیر لنکسٹر کے ہاتھ میں تھی جس نے اپنی مرضی کے وزرا منتخب کر رکھے تھے اور اس کے تیور کہے دیتے تھے کہ وہ تخت سلطنت پر غاصبانہ قبضہ جمانے کی فکر میں ہے۔ آخر سنہ ۱۳۷۶ء میں ایک نئی پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا جو "نیک پارلیمنٹ" کے عرف سے مشہور ہے۔ اس پارلیمنٹ کے اراکین دارالعوام

نیک پارلیمنٹ
سنہ ۱۳۷۶ء

نے پہلی مرتبہ یہ جرات دکھائی کہ وزرائے سلطنت پر اُن کی بے عنوانیوں کی پاداش میں فرد قرارداد جرم لگا کر دارالامرا میں اُن پر مقدمہ چلایا۔ وزرا پر الزام یہ تھا کہ انھوں نے سرکاری رقم میں تغلب کیا ہے۔ بلا اجازت

رعایا پر ٹیکس لگائے ہیں اور بیچا ہے کہن سال بادشاہ کو روپیہ قرض دے کر اصل سے سو گنا زیادہ وصول کیا ہے۔ امیر لنکیسٹر نے ان حملوں کے روکنے کیلئے ہر طرح کے جتن کئے لیکن شہزادۂ سیاہ پوش نے بستر مرگ پر پڑے پڑے بھی دار العوام کے فیصلہ کو برقرار رکھا۔ غرض وزرا اپنے عہدوں سے ہٹادئے گئے اور ایلس پیررس ایوان شاہی سے نکال باہر کی گئی اگرچہ اُس نے جلد ہی واپس آکر پھر اپنا رنگ جمالیا۔ ان واقعات کے دو مہینے بعد جب ۸ جون ۱۳۷۶ء کو شہزادۂ سیاہ پوش نے وفات پائی تو صدر اسقف کمسن شہزادۂ رچرڈ کو پارلیمنٹ میں لے آیا اور شہزادہ ولی عہد سلطنت تسلیم کرلیا گیا۔ بایں ہمہ جان رئیس گانٹ نے ازسرنو اقتدار حاصل کرلیا اور ۱۳۷۷ء کی پارلیمنٹ نے سب کئے کرائے پر پانی پھیر کر ایک نیا محصول اہل ملک پر لگادیا کہ ہر شخص سے اس قدر رقم بطور ٹیکس وصول کرلی جایا کرے۔ اس پارلیمنٹ میں دار العوام کا صدر نشین پہلی مرتبہ "اسپیکر" (رئیس التقریر) کے لقب سے ملقب ہوا۔ اسی سال ۲۱ جون ۱۳۷۷ء کو ایڈورڈ سوم نے انتقال کیا اور تخت انگلستان جس پر گوناگوں مشکلات کا بادل چھایا ہوا تھا عرف گیارہ سال کے سن میں شہزادۂ رچرڈ کو نصیب ہوا؛

شہزادۂ سیاہ پوش کی وفات ۱۳۷۶ء

پہلا انفرادی محصول۔ ۱۳۷۷ء

رچرڈ دوم

۱۳۷۷ء لغایت ۱۳۹۹ء

رچرڈ کے سر پر تاج حکومت ۱۶ جولائی ۱۳۷۷ء کو رکھا گیا اور ایک مجلس انتظامی نظم و نسق کے لئے مقرر کی گئی بادشاہ کے چچا اس مجلس میں شریک نہ تھے لیکن جان رئیس گانٹ کو ابھی تک بہت بڑا رسوخ حاصل تھا۔ جنگ فرانس برابر جاری تھی اور انگلستان بہت بری طرح سے اس کا خمیازہ کھینچ رہا تھا۔ مصارف جنگ کا بوجھ محصولات کی شکل میں تمام ملک کی گردن پر تھا۔ انفرادی محصول لوگوں پر پھر عائد کردیا گیا۔ امیر لنکیسٹر کو چھ پاؤنڈ تیرہ شلنگ چار پنس کی رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ اس سے کم درجے کے امیر چار پاؤنڈ فی کس دیتے تھے تاآنکہ رعایا کے تمام طبقوں پر بحصۂ رسدی بٹتا ہوا یہ محصول سولہ سال سے زیادہ عمر کے غریب سے غریب شخص تک

جا پہنچتا تھا جس سے فی کس چار پنس وصول کئے جاتے تھے۔ لیکن اس پر بھی جنگ کے اخراجات پورے نہ ہوتے تھے۔ اس لئے سال آیندہ اس محصول کی شرح بڑھادی گئی۔ غریبوں پر اس بوجھ کا دُہرا دباؤ پڑا تیس سال پہلے جب قانون مزدوراں نافذ ہوا تھا تو جاگیرداروں اور زمینداروں کی رعایا اور مزدوری پیشہ جماعتوں پر بھاری محصول لگادئے گئے تھے جس کی وجہ سے ان میں بے چینی پیدا ہوگئی تھی جو برابر بڑھتی جاتی تھی۔ اب اس انفرادی محصول نے اُن کے صبر و تحمل کا خاتمہ ہی کر دیا جا بجا خفیہ انجمنیں قائم ہونے لگیں اور وکلف کے قسیسی گماشتے جو اب "لالرڈ" (خوش نوا) کہلاتے تھے اطراف واکناف ملک میں پھر کر بگڑے ہوئے لوگوں کے مابین نامہ و پیام کی خدمت انجام دینے لگے بلکہ ان میں سے ایک پادری جان بال نامی کو لندن کے اسقف نے فتنہ انگیزی کے جرم میں قید بھی کر دیا۔

انفرادی محصول سے نفرت

ابھی ملک میں کوئی فساد بھی نہ ہونے پایا لیکن بارود تو بچھ چکی تھی اور چنگاری پڑنے کی کسر تھی۔ شہر ڈارٹفرڈ میں ایک شخص مسمی جان کھپریل بنانے کا پیشہ کرتا تھا۔ ایک محصل نے اُس کی لڑکی کو چھیڑا تو اُس نے محصل کو چٹکی بجاتے میں مار ڈالا۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ تمام ملک میں ایک آگ سی لگ گئی۔ اور صاف ظاہر ہوگیا کہ لوگوں کے درمیان کوئی خفیہ سمجھوتا پہلے سے قائم ہے۔ اس لئے کہ یارک شائر۔ لنکاشایر۔ ڈیون۔ سفاک۔ ایسکس اور کینٹ تمام مقامات کی آبادی ایک ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی اہل کینٹ نے واٹ ٹایلر کی سرکردگی میں کہ وہ اور جان ساکن ڈارٹفرڈ ہم پیشہ تھے علم انقلاب بلند کیا اور جان بال میڈسٹن کے جیل خانہ سے چھڑا کر کوچ کرتے ہوئے سیدھے بلیک ہاتھ پہنچے جہاں واٹ ٹایلر نے ایک پر جوش تقریر میں اُن کو تمام انسانوں کی مساوات کا سبق پڑھایا اور بآواز بلند یہ شعر[1] دہرائے ؎

کسانوں کا مفسدہ
سنہ ۱۳۸۱ع

ہل چلاتے تھے ہمارے جدامجد جن دنوں		اور چرخہ کاتتا تھا شغل دادی جان کا
تھی کہاں اُسوقت یہ شائستگی اے منعمو!		آدمی پر جس سے ہوتا ہے گماں حیوان کا

---

[1] اصل شعر کا لفظی ترجمہ اس قدر ہے:۔ "جب آدمؑ کدال سے زمین کھودتے تھے اور حواؑ چرخہ کاتتی تھیں تو اس وقت شریف کون تھا" میں نے خوبیِ کلام کے لحاظ سے اس مطلب کو ذرا پھیلا کر بیان کر دیا ہے۔ مترجم۔

عالم اس تہذیب سے ناآشنا تھا اُن دنوں ۔ جس نے انسان کو بنایا ہے غلام انسان کا ایک چھپر چھانے والے نے جس کا نام جیک اسٹرا تھا ایسکس میں سر اٹھایا۔ سب لوگ اُس کے پیچھے ہو لیئے اور لٹھوں زنگ آلودہ تلواروں اور کمانوں سے مسلح ہو کر ہجوم میں آملے ۔ ہر ٹفرڈشائر کے باشندوں نے بھی یہی کیا اس طور پر ایک لاکھ آدمی اکھٹے ہو گئے اور یہ جم غفیر منزلیں مارتا ہوا لندن پہنچا۔ خود لندن میں بھی کھلبلی پڑی ہوئی تھی اندر کے بلوائیوں نے شہر کے پھاٹک کھول دئے اور باہر والے اندر آ گھسے۔ ۱۳ر جون کو انھوں نے پایہ تخت کے تمام قید خانے توڑ پھوڑ ڈالے۔ جان رئیس گانٹ کی طرف سے اُن کے دل میں خاص نفرت بیٹھی ہوئی تھی۔ قصر سیوائے کو جو اُس کا گھر تھا جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ ٹمپل کی نئی سرائے میں بھی آگ لگا دی اور اُن تمام مکانات کو جن میں فلینڈرس والے آباد تھے برباد کر ڈالا۔ پھر بھی اُنہوں نے نہ تو کسی کا مال لوٹا نہ کہیں چوری کی بلکہ رات ہوتے ہی سکون اور خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے ٹھکانوں کو چلے گئے۔ اہل کینٹ نے ٹاور ہل پر جا بسیرا کیا۔ اہل ایسکس نے مایل اینڈ میں مقام کیا اور ہر ٹفرڈشایر والے ہائی بری میں شب باش ہوے۔

یہ افتاد ایسی ناگہانی تھی کہ امرا اور مجلس انتظامی کے ارکین مارے خوف کے بدحواس ہو گئے اور اس سراسیگی کے عالم میں اُن سے کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑا اُس موقع پر صرف ایک شخص ایسا تھا جس کے اوسان خطا نہ ہونے پائے اور وہ نوعمر بادشاہ تھا! گو وہ ابھی پورے سولہ سال کا بھی نہ ہونے پایا تھا لیکن اُس نے حیرت انگیز جرات اور استقامت کا ثبوت دیا۔ علی الصباح گھوڑے پر سوار ہو کر وہ مایل اینڈ پہنچا اور بلوائیوں سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ لوگو میں تمہارا بادشاہ ہوں اور تم میری رعایا ہو۔ بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم آزادی چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ جابرانہ محصول اور جنگی کے مطالبات موقوف کر دے جائیں اور بیگار کی بجائے ہم سے لگان لیا جایا کرے۔ رچرڈ نے اُن کے تمام مطالبات کی منظوری کا وعدہ کیا اور ہر حلقے کے باشندوں کے لیئے فرمان آزادی سپرد قلم کرنے پر تیس اہلکاروں کو مامور کیا۔ یہ فرامین لے کر مایل اینڈ کا ہجوم تو منتشر ہو گیا لیکن بلوا فتنہ ابھی فرو نہ ہوا تھا۔ رچرڈ جس وقت ایسکس والوں کو دم دلاسا دینے میں مصروف تھا کینٹ والے ایک نیا ہنگامہ بپا کر رہے تھے قصر ٹاور میں گھس کر اُنھوں نے صدر اسقف کو جو وزیر خزانہ تھا قتل کر دیا۔ اور خزانے دار کو بھی جس سے اُنھیں نفرت تھی مار ڈالا اُدھر واٹ ٹائیلر

رچرڈ اپنی رعایا سے دوچار ہوتا ہے۔

تیس ہزار آدمی لئے ابھی تک لندن میں موجود تھا۔ رچرڈ اُن سے دوسرے دن اسمتھ فیلڈ میں ملا اور جب واٹ ٹائیلر نے آگے بڑھ کر بادشاہ کے گھوڑے کی باگ پر ہاتھ ڈالا تو لندن کے رئیس بلد نے ایک ہی وار میں اُس کا کام تمام کر دیا یہ دیکھ کر لوگوں کے غصّے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ ہمارا سردار مار ڈالا گیا۔ اُس کا بدلہ لو اور جو سامنے آئے اُسے مار ڈالو۔ اُس کے جواب میں رچرڈ پکارا کہ لوگو میں تمہارا سردار ہوں میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اُس آواز میں کچھ ایسا بلا کا اثر تھا کہ سننے والے اُس کے پیچھے ہو لئے اور امن وسکون کے ساتھ اسلنگٹن تک اُس کے ساتھ ساتھ آئے۔ اب اتنی خرابی کے بعد فوج کو بھی ہوش آیا تھا اور وہ اسلنگٹن میں صف بستہ موجود تھی۔ لیکن رچرڈ اس بات کا روادار نہ تھا کہ اُس کی سپاہ بلوائیوں سے کچھ بھی تعرض کرے بلکہ اُس نے آزادی کے تحریری فرمان لکھ لکھ کر اُنکے حوالے کئے اور وہ مطمئن ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس طرح لندن میں فساد کا خاتمہ ہو گیا لیکن دور دست مقامات میں آیندہ پندرہ دن کے اندر بہت سی جانیں ضائع ہوئیں اور مال کا نقصان بھی بہت کچھ ہوا۔ بادشاہ ایک لشکر جرار لے کر مفسدوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا اور کینٹ اور ایسکس کے علاقوں میں ہیبت بٹھاتا ہوا گزرا جان بال اسٹرا اور صدہا دیگر اشخاص گرفتار کر کے مار ڈالے گئے اور جب پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو تمام وہ فرامین آزادی جو بادشاہ نے جاری کئے تھے اس بنا پر کالعدم قرار دیئے گئے کہ بادشاہ امرا کے حقوق، عوام کو بخش دینے کا مجاز نہیں ہو سکتا غرض اس تمام ہنگامہ آرائی کے باوجود

غلامی بتدریج مٹ جاتی ہے

قوم بظاہر گھاٹے ہی میں رہی لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ظاہری نقصان ایک بہت بڑے حقیقی نفع کی تمہید تھا۔ یعنی اگرچہ اول اول ارباب اقتدار کا تشدد اور زیادہ بڑھ گیا اور غریبوں پر پہلے سے بھی بڑھ کر ظلم ہونے لگا تاہم امرا کو جلد اس حقیقت کا احساس ہو گیا کہ لوگوں کو غلامی پر مجبور کرنے میں بہت بڑا خطرہ ہے چنانچہ آیندہ ڈیڑھ سو سال کے دوران میں جبری محنت کی غلامانہ رسم رفتہ رفتہ بالکل ہی موقوف ہو گئی اور اس کی جگہ آزاد رضامندانہ محنت نے لے لی۔ بہت سی امیدیں اس دنیا میں رائیگاں جایا کرتی ہیں۔ رچرڈ کے عہد حکومت کا آغاز بہت شاندار ہوا تھا لیکن اُس کا دور فرمانروائی اُس کے حق میں سراسر ناکام اور حسرت ناک ثابت ہوا۔ اُن ناکامیوں کا

پارلیمینٹ کا اقتدار

اندازہ کرنے کے لئے اس بات کا جان لینا ضروری ہے کہ اراکین دارالعوام کی قوت اب اسقدر بڑھ گئی تھی کہ بادشاہ کو روپے کی منظوری دینے سے پہلے وہ اُسے اپنے مشورہ پر کاربند ہونے کے لئے مجبور کر سکتے تھے۔ پھر بھی انھیں ابھی تک اپنی اس قوت سے کام لینے کا ڈھنگ نہ آیا تھا بلکہ سلطنت کے بڑے امرا نے جو ملک کے اصلی حکمران تھے انھیں اپنی مرضی کا تابع بنا رکھا تھا۔ رچرڈ کے چچا چاہتے تھے کہ حکومت تو خود کریں اور نوجوان بادشاہ ان کا دبیل ہو کر رہے لیکن ہم دیکھ ہی چکے ہیں کہ وہ خود مقتدر اور صاحب عزم تھا اور کسی سے دب کر نہ رہنا چاہتا تھا۔ ایڈورڈ کے سات بیٹے تھے جن میں سے صرف پانچ بڑے ہو کر صاحب اقتدار ہوئے۔ اُن کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) ایڈورڈ موسوم بہ شہزادہ سیاہ پوش (۲) لائینل امیر کلارنس (۳) جان رُمیس گانٹ امیر لنکیسٹر (۴) اڈمنڈ امیر یارک (۵) ٹامس امیر گلاسٹر

رچرڈ دوم

فلپا جس نے امیر مارچ سے عقد کیا۔

راجر امیر مارچ

ایڈمنڈ امیر مارچ (ولیعہد سلطنت)

ہنری امیر ڈاربی جو آگے چل کر ہنری چہارم کے لقب سے فرمانروائے انگلستان ہوا
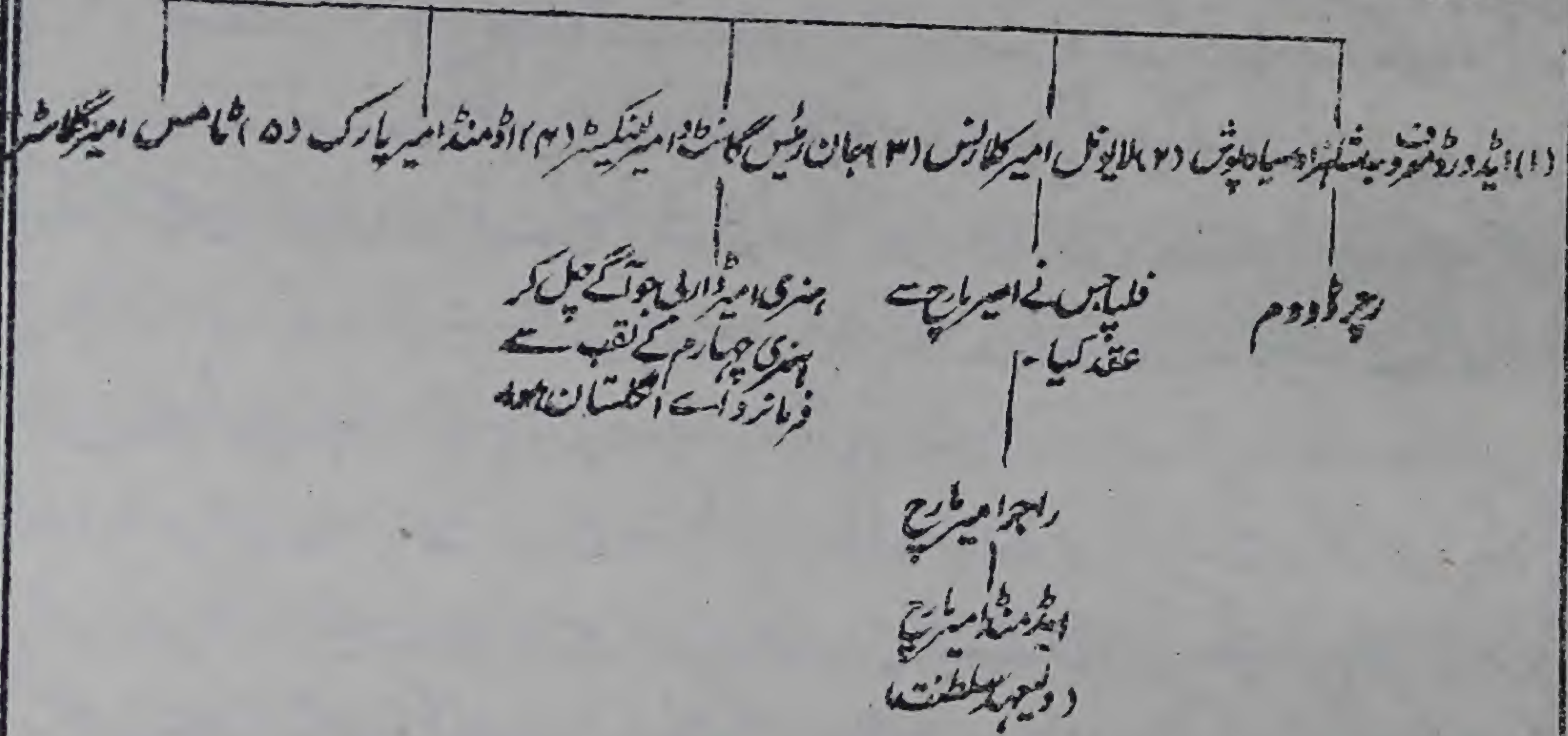
دونوں پہلے شہزادوں کا انتقال بادشاہ کے حین حیات ہی میں ہو گیا اور شہزادہ سیاہ پوش کا بیٹا رچرڈ دوم کا لقب اختیار کر کے تخت پر بیٹھا۔ اُس کے وزرا اور اُس کی مجلس انتظامی کے اراکین کسی وقت میں بھی ایسے لوگ نہ ہونے پائے جن کی قابلیت مسلمہ ہو اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ بادشاہ کی ماں اور دوسرے ہواخواہوں کو اُس کے چچاؤں کے رفقا کا انتخاب گوارا نہ تھا۔ بایں ہمہ حکومت چچا ہی کرتے تھے۔ اول اول عنان اقتدار جان رُمیس گانٹ کے ہاتھ میں تھی لیکن جب کسانوں کے مفسدہ میں اُس تنفر و بیزاری کا علانیہ اظہار ہوا جس کی گرہ عوام کے دلوں میں اُس کی طرف سے پڑی ہوئی تھی تو وہ تین سال کے لئے ہسپانیہ چلا گیا اور اپنے بیٹے ہنری بالنگبروک امیر ڈاربی کو جسے لوگ بہت عزیز رکھتے تھے انگلستان چھوڑ

جان رئیس گانٹ کے جاتے ہی ٹامس امیر گلاسٹر برسر اختیار ہوگیا اور ۱۳۸۶ء میں جبکہ رچرڈ نابالغ تھا اُس نے امیر ارنڈل کے ساتھ مل کر پارلیمنٹ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ سرکاری رقم کے صرف بیجا کی پاداش میں رچرڈ کے وزیر امیر سفاک پر مقدمہ چلایا جائے اور بادشاہ کے معاملات کی نگرانی کے لیئے گیارہ اشخاص کی ایک مجلس مقرر کی جائے۔ رچرڈ کو اس پر سخت طیش آیا اُس نے پارلیمنٹ کو دھتا بتائی اور لوگوں کو بھڑکا کر اپنے ساتھ ملا لینے کی کوشش شروع کردی۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہ فعل احمقانہ اور خودسرانہ تھا اس لیئے کہ ابھی تک حکومت کا اختیار اُس کے ہاتھ میں نہ آنے پایا تھا دوسرے

گیارہ اراکین کی مجلس ۱۳۸۶ء

سال ایک پارلیمنٹ کے اجلاس میں جو بیرحم پارلیمنٹ کے نام سے مشہور ہے دارالامرا کے اراکین گلاسٹر، آرنڈل، وارک، ناٹنگھم، اور ڈاربی نے جو "امرائے مرافعین" کہلاتے ہیں بادشاہ کے مقربین کے خلاف بعلت بغاوت مرافعہ دائر کیا۔ اور ان میں سے سات کو پھانسی پر چڑھا دیا۔ ایک دیرینہ سال بہادر سردار سر سایمن برلی بھی اس لپیٹ میں آگیا اور سولی پر لٹکایا گیا۔ بادشاہ اسکو بہت چاہتا تھا۔ اور اسکی بڑی قدر کرتا تھا ملکہ نے یہاں تک کہ خود ہنری امیر ڈاربی نے بڑی منت وسماجت کی کہ اس کی جان نہ لی جائے لیکن گلاسٹر کے پتھر دل پر اُن التجاؤں کا اثر نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ رچرڈ نے دیکھ لیا کہ کیسے بیرحم اور سفاک شخص سے اُس کا پالا پڑا ہے اور ایسے شخص سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے کس قدر حزم

بیرحم پارلیمنٹ ۱۳۸۸ء

واحتیاط کی ضرورت ہے۔ سال آیندہ ۱۳۸۹ء میں اُس نے اس ناگہانی اعلان سے مجلس کے تمام اراکین کو مبہوت وششدر کردیا کہ چونکہ میری عمر تیئیس ۲۳ سال کی ہوگئی ہے اس لئے آیندہ سے میں خود حکومت کا انتظام کیا کرونگا۔ خاتم شاہی امیر ارنڈل کے قبضے میں تھی رچرڈ نے اسے حکم دیا کہ لاؤ میری مُہر میرے حوالے کرو۔ ایک تو اُس کے بگڑے تیور دیکھکر سب کے ماتھے ٹھنک گئے دوسرے اس کی بات بھی واجبی تھی۔ خواہی نخواہی سب نے سر تسلیم خم کردیا اور رچرڈ نے تمام اختیارات خود سنبھال لیئے۔

رچرڈ عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لیتا ہے ۱۳۸۹ء

آٹھ سال تک رچرڈ نے دانشمندی اور سلیقے سے حکومت کی اور

اچھے اچھے قوانین بنا کر ملک میں نافذ کئے۔ اُسی زمانے میں دوسرے قانون امتناع مداخلت پاپا کا نفاذ ہوا۔ اس قانون کا مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی شخص انگلستان میں پاپائے روما کا کوئی ایسا فرمان لے کر آئے گا جس کی رو سے کسی شخص کو مسیحی برادری سے اخراج کی سزا دی گئی ہو، تو وہ مستوجب سزائے قید ہوگا اور اس کی جائداد بھی ضبط کرلی جائے گی جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا اس قانون سے ہنری ہشتم کے عہد حکومت میں بڑے بڑے اہم نتایج مرتب ہوئے۔ رچرڈ

دوسرا قانون امتناع مداخلت پاپا۔ ۱۳۸۹ء

نے آئرلینڈ کا سفر بھی کیا اور وہاں کے باشندوں سے شفقت اور ملاطفت کے ساتھ پیش آیا۔ اس اثنا میں ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے اُس کے رفیقوں اور ہواخواہوں کو قتل کیا تھا اُس کی طرف سے بظاہر کوئی برا برتاؤ نہ ہونے پایا۔ لیکن وہ ان واقعات کو بھولا نہ تھا۔ یہ کانٹے اُس کے دل میں برابر کھٹک رہے تھے۔ ۱۳۹۴ء میں اُس کی بی بی این نے جو بوہیمیا کی شہزادی تھی انتقال کیا اور اُس نے ۱۳۹۶ء میں شاہ فرانس کی بیٹی سے جس کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی اس مصلحت سے عقد کیا کہ فرانس کے ساتھ پچیس سال کے لئے صلح کی جاسکے۔

اب رچرڈ ہر طرف سے فارغ ہوگیا اور وقت آپہنچا کہ وہ اپنے دشمنوں سے گن گن کر انتقام لے۔ فرانس کے ساتھ ہنگامی صلح ہو جانے کے باعث چونکہ سلسلہ جنگ منقطع ہوگیا اس لئے امرا ناراض ہوگئے اور اس کے خلاف جوڑ توڑ کرنے لگے۔

رچرڈ کا انتقام ۱۳۹۷ء

اس سے بہتر انتقام کا موقع اور کیا ہاتھ آسکتا تھا۔ گلاسٹر آرنڈل اور وارک کی گرفتاری کا فرمان جاری ہوا اور وہ چند ہی گھنٹے میں قید کرلئے گئے۔ گلاسٹر تو کیلے بھیج دیا گیا جہاں سے دو ہفتے بعد اس کی وفات کی خبر آگئی۔ آرنڈل پر بعلت غلاف ورزی باسرکار پارلیمنٹ کے اجلاس میں مقدمہ چلایا گیا اور ثبوت جرم پر اُس کی گردن ماری گئی۔ رہا وارک سو اُسے حبس دوام کی سزا دی گئی۔ پارلیمنٹ اب کمزور ہوگئی اور اُسے طوعاً و کرہاً رچرڈ کے آگے سر تسلیم خم کرکے بادشاہ کے تمام مطالبات کی منظوری دیتے ہی بنی۔ بادشاہ کے لئے تاحین حیات سالانہ معاش مقرر ہوگئی اور اُسے اپنے مقربین و مصاحبین کی ایک خاص مجلس کے قیام کی اجازت بھی مل گئی جسے یہ اختیار حاصل تھا کہ جو عرضیاں پارلیمنٹ میں پیش ہوں

ان پر نظرِ ثانی کرکے پارلیمنٹ کے فیصلے کو توڑ دے۔ قصہ مختصر یہ کہ رچرڈ ایک بالکل خود مختار اور مطلق العنان بادشاہ بن گیا لیکن یہی خود سری اُس کے زوال کا باعث ہوئی۔ اُس کی بے عنوانی اور خیرہ سری حد سے بڑھ گئی۔ وہ کسی کی نہ سنتا تھا اور اختلاف رائے کی ذرا تاب نہ لا سکتا تھا۔ رفتہ رفتہ اُس نے نئے محصول لگا کر لوگوں پر تشدد شروع کیا اور عدالتیں بھی اُس کی مداخلت سے محفوظ نہ رہیں۔ ان تمام باتوں نے رعایا کا دل اُس کی طرف سے پھیر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس کی اچھی بات بھی لوگوں کو بری لگتی تھی۔ مثلاً زمینداروں کے مقابلے میں مزدوروں کے حقوق کی حفاظت یا لالرڈ طبقے کے منادی کرنے والوں کی حمایت ایسی باتیں تھیں جن کیلئے عامۂ خلایق کو رچرڈ کا ممنون ہونا چاہئے تھا لیکن وہ پھر بھی اُس کو نفرت ہی کی نظر سے دیکھتے تھے اس لئے کہ اُس کی رعایا پروری بھی شانِ استبداد لئے ہوئے تھی اور وہ لوگوں کو جتانا چاہتا تھا کہ میں اپنی مرضی کا مالک و مختار ہوں اور جو چاہوں کر سکتا ہوں۔

رچرڈ کی خود مختاری

ہنری امیر ہیرفرڈ کی جلاوطنی ۱۳۹۸ء

امرائے مرافعہ میں سے ابھی دو امیر انگلستان میں موجود تھے۔ ایک تو ٹامس ناٹنگھم تھا جو اب نارفاک کی امیر الامرائی کے منصب پر فائز تھا اور دوسرا ہنری بالنگبروک امیر ہیرفرڈ تھا جو جان رئیس گانٹ کا بیٹا اور رچرڈ کا ابن عم ہوتا تھا۔ اگرچہ یہ دونوں امیر بادشاہ کے ہوا خواہ تھے لیکن وہ اُن کے وجود کو اپنے حق میں خطرہ سے خالی نہ پاتا تھا۔ اسی لئے جب اُن میں ۱۳۹۸ء میں باہم نزاع ہوئی تو رچرڈ نے اُس نزاع سے فائدہ اٹھا کر دونوں کو جلاوطن کر دیا نارفاک کو عمر بھر کے لئے اور ہنری کو چھ سال کے لئے۔ یہ دونوں باتیں نہایت ہی خلاف انصاف تھیں اور چونکہ ہنری ہر دلعزیز تھا اس لئے اس کا دیس نکالا لوگوں کی کمال برہمی کا باعث ہوا۔ لیکن رچرڈ کو رعایا کی ناراضی کی خس برابر بھی پروا نہ تھی اُسے اپنی قوت کا زعم اور اپنے اقتدار کا گھمنڈ تھا۔ سال آیندہ جب جان رئیس گانٹ کا انتقال ہوا تو اُس نے متوفی کی تمام جاگیرات جو استحقاقاً ہنری کو ترکے میں پہنچتی تھیں ضبط کر لیں اور اب اس اطمینان کو دل میں جگہ دیئے ہوئے کہ انگلستان میں اُس کا کوئی دشمن نہیں رہا وہ مئی ۱۳۹۹ء میں دوبارہ روانۂ آئرلینڈ ہو گیا۔ لیکن عین اُس وقت جب کہ اُسے اپنی سلامتی کا پورا یقین تھا تقدیر نے پلٹا کھایا اور اُس کے قصر اقتدار کا ستون دھم سے زمین پر آ رہا۔

رچرڈ کا زوال ۱۳۹۹ء

ہنری جو باپ کی وفات پر لینکسٹر کی امیر الامرائی پر سرافراز ہوا تھا اپنی جاگیرات کا دعویٰ پیش کرنے کے لیئے یارک شایر میں لنگرانداز ہوا اُس کی آمد کی خبر سنتے ہی نارتھمبرلینڈ کے خاندان پرسی کے لوگ، ویسٹ مور کا امیر نیول یہاں تک کہ خود رچرڈ کا چچا امیر یارک جسے رچرڈ نایب السلطنہ بنا کر چھوڑتا گیا تھا اُس سے آملے۔ رچرڈ کا کیا اب اُس کے آگے آیا۔ اُس نے اہل انگلستان کو جبر واستبداد سے دبانا چاہا تھا۔ پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ سارا انگلستان اس کے خلاف نہ اُٹھ کھڑا ہو۔ جب وہ دو ہفتے بعد ویلز میں لنگرانداز ہوا تو سلطنت اُس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ رچرڈ کی طرح ہنری ایڈورڈ سوم کا پوتا تھا اور ماں کی طرف سے بھی اُس کا سلسلۂ نسب ہنری سوم سے ملتا تھا (دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۱۷۶) اور اگرچہ امیر کلارنس کا پرپوتا امیر مارچ تخت انگلستان کا سب سے زیادہ قریبی حقدار تھا لیکن اس وقت اُس کی عمر صرف چھ سال کی تھی۔ غرض قوم رچرڈ کے ظلم وستم سے تنگ آئی ہوئی تھی ہنری کا آنا تھا کہ سارے ملک نے اُس کا خیر مقدم کیا اور بطیب خاطر اُس کو اپنا حکمراں بنالیا۔

ویلز پہنچ کر رچرڈ فلنٹ کیسل میں قلعہ بند ہوا۔ لیکن امیر نارتھمبرلینڈ کی غداری نے مقابلے کی نوبت بھی نہ آنے دی اور اُسے ہنری کے حوالے کر دیا۔ ہنری نے اُسے قید کر کے قلعہ لندن میں بھیج دیا جہاں ۲۹ ستمبر ۱۳۹۹ء کو اُس نے سلطنت سے دست برداری کے اقرار نامے پر دستخط ثبت کر دیئے۔ دوسرے دن پارلیمنٹ نے ہنری کی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ سال بھر بعد

رچرڈ کی مفقود الخبری

جب رچرڈ کو دوبارہ تخت پر بٹھانے کے لیئے ملک میں ایک جماعت نے بغاوت برپا کی تو بیان کیا گیا کہ رچرڈ کا انتقال ہو چکا ہے اور اُس کے ثبوت میں اُس کی لاش بھی لوگوں کو دکھائی گئی لیکن اُس بات کو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اُس کا خاتمہ کیونکر ہوا۔ البتہ قیاس یہی چاہتا ہے کہ خفیہ طور پر اُس کا کام تمام کر دیا گیا ہوگا۔ غرض سلطنت اس طور پر خاندان لینکسٹر میں منتقل ہو گئی۔ لیکن یہ بات التزاماً یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سلطنت کا قریب ترین حقدار خاندان کلارنس سے تھا اور ہنری اور اُس کا جانشین مالک تاج وتخت محض اس لیئے ہوئے کہ پارلیمنٹ کی طرف سے اُن کا انتخاب عمل

میں آیا تھا۔ اس لیئے کہ یہی واقعہ اُس فساد کا محرک ہوا جس کا خاتمہ "گلابوں والی لڑائی" پر ہوا۔ اب ہم اُس زمانے سے لے کر جب قبالۂ اعظم نے انگریزی آزادی کی بنیادیں استوار کیں تقریباً دو سو سال کے واقعات پر نظر ڈال چکے ہیں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اس مدت میں پارلیمنٹ نے نشو ونما پاکر ملک کے طبقۂ عوام کے منتخب کیئے ہوئے وکلا کو رکنیت کا حق دیا۔ محصولات پر اپنی نگرانی قائم کی اور بادشاہ سے یہ حق حاصل کیا کہ اپنی ضروریات کے لیئے روپیہ کی منظوری حاصل کرنے سے پہلے اُسے رعایا کی شکایات رفع کرنی ہونگی اور اُس کے وزرا کو اپنے افعال کے لیئے پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ پارلیمنٹ میں امرا اور عوام کے اجلاس الگ الگ منعقد ہونے لگے لیکن تمام معاملات اُن کے باہمی مشورے سے طے ہونے لگے اور دو بادشاہ محض اس لیئے تخت سے اُتار دیئے گئے کہ انھوں نے اپنی رعایا کی پروانہ کی تھی اور من مانی کارروائیاں کرنی چاہی تھیں۔ لیکن ان دونوں بادشاہوں کی علیحدگی کے بانی مبانی سلطنت کے امرائے کبار تھے عوام نے یہ بیڑا نہ اٹھایا تھا اس لئے کہ شاہ جان کی زمانے کی طرح ابھی تک ایسی حالتوں میں جبکہ بادشاہ کمزور یا سرکش ہوتا تھا ملک کی حکومت کی باگ امرا ہی کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اسی زمانے میں ویلز کا انگلستان کے ساتھ الحاق ہوگیا۔ اور اسکاٹلینڈ نے آزادی حاصل کر کے اپنے قومی بادشاہوں کا ایک سلسلہ قایم کرلیا۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ انگلستان نے رفتہ رفتہ خود کو اُس بھاری خراج کے بوجھ سے سبکدوش کرلیا جو پاپایان روما اُس زمانے سے وصول کر رہے تھے جب کہ شاہ جان نے پاپا کی اطاعت کا حلف اٹھا کر تاج انگلستان اپنے سر پر روما کے باجگذار ہونے کی حیثیت سے رکھا تھا۔ ساتھ ہی فلینڈرس کے ساتھ ایک وسیع پیمانے پر اُن کے بیوپار کے باعث تجارت میں ترقی ہوتی گئی اور شہروں نے جو تجارتی حقوق بتدریج حاصل کر لیئے تھے اُن کی بدولت سوداگروں کو بہت بڑا منافع حاصل ہونے لگا اس کے علاوہ قدیم زمانے میں جو تکلیف دہ محصول بادشاہ رعایا سے وصول کیا کرتے وہ بھی موقوف ہوگیئے ہم نے اُس تحریک کو بارور ہوتے بھی دیکھ لیا ہے جس نے قوم کے طبقۂ عوام میں ہیجان پیدا کر کے ملک میں جمہوریت کی روح پھونک دی کہ پہلے تو امرا اور جاگیرداروں سے

۱۲۱۶ء سے لیکر ۱۳۹۹ء تک کے واقعات کا خلاصہ

علاقوں نے رفتہ رفتہ آزادی حاصل کرلی۔ پھر کاشتکاروں نے مالکوں کی محنت کرنے کی بجائے انھیں لگان دینا شروع کیا۔ پھر وکلف نے عوام کو آزادی ضمیر کی تعلیم دی اور بائیبل کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر ڈالا جس سے لوگ اس قابل ہو گئے کہ کتاب مقدس کو خود پڑھ کر اس پر غور کر سکیں اور اس طور سے گویا اصلاح کلیسا کی پہلی داغ بیل ڈال دی۔ خود وکلف اسقف لندن کے ساتھ ایک طوالانی مباحثے کے بعد اپنے حلقۂ لٹر ورتھ میں جا کر گوشہ نشین ہو گیا جہاں اس نے ۱۳۸۴ء میں وفات پائی۔ لیکن اس کے پیروؤں کا گروہ یعنی طبقہ لالرڈ بدستور قائم رہا اور آیندہ عہد میں ہمیں ان سے ابھی بہت کچھ سابقہ پڑے گا۔

ان دو صدیوں کے خاتمے پر ہم انگلستان کو فرانس سے برسر جنگ چھوڑتے ہیں اس لئے کہ جو ہنگامی صلح رچرڈ نے کی تھی وہ اُسی کے ساتھ ختم ہو گئی۔ بیرونی جنگ کے علاوہ انگلستان ایک اندرونی کشمکش میں بھی مبتلا ہوا ہی چاہتا ہے اور اس خانہ جنگی کا باعث یہ ہے کہ تخت انگلستان کے سب سے زیادہ قریبی حقدار کے موجود ہوتے ہوئے ہنری تخت نشین ہو گیا تھا آگے چل کر ہمیں معلوم ہوگا کہ اُس جنگ میں جو فرانس سے چھڑی ہوئی تھی اور اُن معرکوں میں جو خود ملک کے اندر پیش آئے اتنے زیادہ خاندان تباہ ہو گئے کہ جب یہ معرکے ختم ہوئے تو امرائے کبار کا وہ طبقہ جو بادشاہ اور اس کی رعایا کے درمیان حائل تھا پہلی حالت میں باقی نہ رہا تھا۔

گیارھواں باب

خاندانِ لینکسٹر

ہنری چہارم ۱۳۹۹ء لغایت ۱۴۱۳ء
ہنری پنجم ۱۴۱۳ء لغایت ۱۴۲۲ء
ہنری ششم ۱۴۲۲ء لغایت ۱۴۶۱ء
(تخت سے اتار دیا گیا)

سنہ ۱۴۰۰ء جس کے حالات اب ہمارے پیش نظر ہیں تاریخ انگلستان کے ایک ایسے دور کی تمہید ہے جس میں بہت سخت افرا تفری پڑی رہی۔ آئندہ اسی سال کے زمانے میں کسی بادشاہ کو بھی بلا غل و غش حکومت کرنی نصیب نہ ہوئی۔ سلطنت کا ایک نہ ایک دعوے دار ہر وقت موجود ہوتا تھا اور اس کی وجہ سے فسادوں اور خانہ جنگیوں کا ایک تانتا بندھا ہوا تھا۔ قدیم خاندانوں کا ایک بڑا حصہ اسی آپس کے کشت و خون میں تباہ ہو گیا۔ اور امرا کے اکثر گھرانے بے چراغ ہو گئے۔

ہشتاد سالہ نزاعی دور

ہنری چہارم کے پہلے ہی دو حریف موجود تھے۔ یعنی رچرڈ دوم جو یارک شایر کے قلعہ پانٹی فریکیٹ میں قید تھا اور بادشاہ کا کمسن بھتیجا ایڈمنڈ مارٹیمر امیر مارچ جو اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ قلعہ ونڈسر میں پرورش پا رہا تھا۔

ہنری کے خلاف بغاوتیں ۱۴۰۰۔۔۔۱۴۰۹ء

ہنری کو تخت پر بیٹھے پورے تین مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ بتاریخ ۳ جنوری سنہ ۱۴۰۰ء کینٹ ہنٹنگڈن اور سالسبری کے امرا نے لارڈ ڈسپنسر کے ساتھ مل کر رچرڈ کو از سر نو تخت پر بٹھانے کے لیے آپس میں سازش کی لیکن یہ راز طشت از بام ہو گیا اور سب شرکائے سازش قتل کر دیئے گئے۔ غالباً اس بات کا علم ہمیں کبھی بھی نہ ہو سکے گا کہ رچرڈ اپنی موت سے مرا یا یہ سازش اس کی موت

حصۂ چہارم

خاندان ہائے لینکسٹر و یارک

جنگ گلاب

فرمانروایان سلسلۂ لینکسٹر و یارک

ایڈورڈ سوم

- ایڈورڈ المعروف شہزادۂ سیاہ پوش
  - رچرڈ دوم — زمانۂ حکومت ۱۳۷۷ء لغایت ۱۳۹۹ء
- لایونل امیر الامرائے کلارنس
  - فلپا منکوحۂ ایڈمنڈ مارٹیمر امیر مارچ
    - راجر مارٹیمر امیر مارچ
      - این مارٹیمر .... منکوحۂ .... رچرڈ امیر کیمبرج
      - ایڈمنڈ مارٹیمر امیر مارچ — تاریخ وفات ۱۴۲۴ء
- جان رئیس گانٹ امیر الامرائے لینکسٹر
  اس کی حسب ذیل تین بیبیاں تھیں۔
  - (۱) بلانچ رئیسۂ لینکسٹر
    - ہنری چہارم — تاریخ ولادت ۱۳۶۶ء تاریخ وفات ۱۴۱۳ء، زمانۂ حکومت ۱۳۹۹ء لغایت ۱۴۱۳ء
      اس کی دو بیبیاں تھیں۔ میری رئیسۂ بوہن، جون رئیسۂ نوار
      - ہنری پنجم — تاریخ ولادت ۱۳۸۸ء تاریخ وفات ۱۴۲۲ء، زمانۂ حکومت ۱۴۱۳ء لغایت ۱۴۲۲ء، کیتھرائن رئیسۂ فرانس سے عقد کیا۔
        - ہنری ششم — تاریخ ولادت ۱۴۲۲ء تاریخ وفات ۱۴۷۱ء، زمانۂ حکومت ۱۴۲۲ء لغایت ۱۴۶۱ء، مارگرٹ رئیسۂ انجو سے عقد کیا (تخت سے اتار دیا گیا)
  - (۲) کانسٹنس رئیسۂ کیسٹیل
  - (۳) کیتھرائن سوین فرڈ
    - ہنری کرڈنیال بوفرٹ
    - جان بوفرٹ امیر سامرسٹ
      - جان امیر الامرائے سامرسٹ
        - مارگرٹ بوفرٹ مادر ہنری ہفتم اولین تاجدار خاندان ٹیوڈر
    - ٹامس امیر الامرائے ایکسٹر
- ایڈمنڈ امیر الامرائے یارک
  - رچرڈ امیر کیمبرج .... منکوحۂ .... این مارٹیمر
    - رچرڈ امیر الامرائے یارک
      - ایڈورڈ چہارم — تاریخ ولادت ۱۴۴۲ء تاریخ وفات ۱۴۸۳ء، زمانۂ حکومت ۱۴۶۱ء لغایت ۱۴۸۳ء۔ الزبتھ وڈول سے عقد کیا۔
        - الزبتھ منکوحۂ ہنری ہفتم
        - ایڈورڈ پنجم — تاریخ ولادت ۱۴۷۰ء تاریخ وفات ۱۴۸۳ء، زمانۂ حکومت ماہ اپریل لغایت ماہ جون سنہ ۱۴۸۳ء
        - رچرڈ امیر الامرائے یارک
      - جارج امیر الامرائے کلارنس
        - ایڈورڈ امیر وارک
      - رچرڈ سوم — تاریخ ولادت ۱۴۵۲ء تاریخ وفات ۱۴۸۵ء، زمانۂ حکومت ۱۴۸۳ء لغایت ۱۴۸۵ء، این نیول سے عقد کیا
- ٹامس امیر الامرائے گلاسٹر
  - این
    - ہمفرے امیر الامرائے بکنگھم
      - ہمفری امیر اسٹیفرڈ
        - ہنری امیر الامرائے بکنگھم سنہ ۱۴۸۳ء میں قتل ہوا

کا باعث ہوئی۔ لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ چند ہی ہفتہ بعد رچرڈ کی وفات کا اعلان کیا گیا اور اس کی لاش لوگوں کو دکھائی گئی اگرچہ بہت سے لوگوں کو شک تھا کہ لاش واقع میں رچرڈ کی ہے بھی یا نہیں۔ اس کے کچھ ہی روز بعد ویلز کے ایک رئیس اوون گلنڈوور نے جو لیولن کی شاہی نسل سے تھا اور رچرڈ دوم کی جان نثارانہ رفاقت کا حق ادا کرتا چلا آیا تھا ویلز میں بغاوت کی اور تمام باشندگان ویلز اس کی مدد کو اٹھ کھڑے ہوئے ہنری نے کئی دفعہ اس پر چڑھائی کی اور اپنے نوعمر بیٹے شہزادہ ویلز کو ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا لیکن گلینڈوور ہر مرتبہ کوہستانی کمین گاہوں میں جا چھپتا تھا اور انگریزی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے برف و باد کو اپنا قائم مقام چھوڑ جاتا تھا اور جب یہ فوج رخصت ہو جاتی تھی تو پھر آ کر ملک پر تسلط جما لیتا تھا۔

جنگ ہومِل ڈن ہل ۱۴۰۲ء

اسکاٹلینڈ کے ساتھ بھی لڑائی چھڑی ہوئی تھی اور خاندان پرسی یعنی امیر نارتھمبرلینڈ اور اس کا جنگ آزما بیٹا ہیری ہاٹسپر جنھوں نے ہنری کو تخت پر بٹھانے میں مدد دی تھی انگلستان کے شمالی علاقہ کو اسکاٹلینڈ والوں کے حملوں سے بچانے میں مصروف تھے۔ دریائے ٹاین کے کنارے ہومِلڈن ہل پر ایک جنگ ہوئی جس میں اسکاٹلینڈ کی فوج نے شکست کھائی اور بہت سے سربرآوردہ قیدی باپ بیٹوں کے ہاتھ آئے۔ کہ اُن قیدیوں کے فدیہ سے انھیں بہت بڑی رقم وصول ہونے کی امید تھی لیکن ہنری نے قیدیوں پر اپنا حق ثابت کر کے انھیں ناراض کر دیا۔ ایک اور بات بھی ان دونوں امرا کی برہمی کا باعث ہوئی تھی اور وہ یہ کہ ایڈمنڈ مارٹیمر کو جو ہیری ہاٹسپر کا برادر نسبتی تھا ہنری ویلز میں بحالت قید چھوڑ تا آیا تھا۔ یہ سمجھ کر کہ بادشاہ احسان فراموش ہے دونوں باپ بیٹے اس سے بگڑ گئے اور گلینڈوور سے جا ملے۔ ادھر ملک میں یہ غلغلہ بلند ہوا کہ رچرڈ اسکاٹلینڈ میں ابھی تک جیتا جاگتا موجود ہے۔

امرائے خاندان پرسی اور گلینڈوور کی بغاوت ۱۴۰۳ء

ساتھ ہی فرانسیسیوں نے باغیوں کی امداد کے لیئے کچھ فوج ویلز میں لااتاری۔ اور ہنری کو اپنے تخت وتاج کی حفاظت کے لیئے پھر ایک بار تیغ بکف ہونا پڑا۔ اپنے دو نوعمر بیٹوں ہنری شہزادہ ویلز اور جان امیر بیڈفرڈ کو ساتھ لیئے ہوئے بادشاہ باغیوں کے مقابلے کے لیئے بڑھا۔ شروس بری کی مشہور لڑائی میں باغیوں کو شکست ہوئی ہیری ہاٹسپر میدان جنگ میں کام آیا۔ اور بہت سے امرا گرفتار ہوکر قتل کردیئے گئے؛

لیکن نارتھمبرلینڈ کا کہن سال امیر پرسی ابھی باقی تھا۔ ۱۴۰۵ء میں لیڈی ڈس پنسر کمسن امیر مارچ کو ونڈسر سے بھگا لے گئی۔ شوریدہ بخت ہنری نے اس لڑکے کو دوبارہ گرفتار کیا ہی تھا کہ شمال کی طرف سے ایک نئی

موبرے اور اسکروپ کی بغاوت۔ ۱۴۰۵ء

بغاوت کے پھوٹنے کی خبر آئی شاہی فوجیں اس کے فروکرنے کے لیئے فوراً روانہ ہوگئیں اور باغی منتشر کردیئے گئے۔ اس مرتبہ امیر موبرے اور رچرڈ اسکروپ صدر اسقف یارک بعلت بغاوت قتل کردیئے گئے۔

اس کے بعد ہنری کو امن نصیب ہوا اور کوئی مزید شورش اس کے اطمینان میں مخل نہ ہوئی۔ ۱۴۰۵ء میں شہزادہ جیمز ولیعہد اسکاٹلینڈ فرانس کو جارہا تھا کہ رستے میں انگریزی جہازوں نے اسے گرفتار کرلیا۔ ہنری اس شہزادہ کو اپنے پاس رکھ کر اس کی تربیت اپنی نگرانی میں کرنے لگا۔ اور اس حکمت عملی کا اثر یہ ہوا کہ اسکاٹلینڈ والوں نے اس کے خلاف پھر سر نہ اٹھایا۔ فرانس کی طرف سے بھی اب کوئی کھٹکا نہ رہا اس لیئے کہ چارلس ششم شاہ فرانس تو دیوانہ ہوگیا تھا اور آرلینس اور برگنڈی کے دونوں امیر نائب السلطنت کے منصب پر فائز ہونے کے لیئے آپس میں لڑ رہے تھے انھیں اتنی فرصت کہاں تھی کہ گلینڈوور کو امداد بھیجیں چنانچہ ہنری شہزادہ ویلز نے جو اس نوعمری ہی میں سپہگری کے جوہر دکھانے لگا تھا گلینڈوور کو رفتہ رفتہ ویلز کے

امن کا زمانہ ۱۴۰۵-۱۴۱۳ء

جنوبی علاقے سے بے دخل کردیا اور وہ پہاڑوں اور درّوں میں مارا مارا پھرنے لگا۔ بالآخر ۱۴۱۵ء میں

امیر نارتھمبرلینڈ میدان جنگ میں مارا گیا اور پھر کسی کو ہنری کی مخالفت کا حوصلہ نہ ہوا۔

لیکن مسلسل بے اطمینانی اور تذبذب کا یہ ہفت سالہ دور بادشاہ کے لئے سخت پریشان کن تھا۔ اپنے امرا پر وہ بھروسا کر نہ سکتا تھا اس لئے مجبوراً پارلیمنٹ اور کلیسا کو اُسے اپنا بنانا پڑا۔ فرانس کی طویل جنگ کے مصارف کے لئے اراکین دارالعوام زیادہ روپیہ کی منظوری دیتے ہوئے بہت کچھ ہچکچاتے تھے اور بادشاہ کا ہاتھ اکثر خالی رہتا تھا۔ یہ دیکھکر کہ بادشاہ اُنکا دست نگر ہے اراکین دارالعوام نے اُس پر دباؤ ڈالنا شروع کیا

دارالعوام کو روپیہ کی منظوری دینے کا حق حاصل ہوجاتا ہے ۔ ۱۴۰۷ء

اور نہ صرف یہ کہ شاہی کونسل کے اراکین اور شاہی محل کے افسروں کا تقرر اپنی مرضی کے موافق کرلیا بلکہ دارالامرا کو بھی مجبور کر کے یہ حق خاص اپنے لئے محفوظ کرالیا کہ بادشاہ کو جب روپیہ کی ضرورت پیش آئے تو اُنکی شکایات پر لحاظ مناسب کرنے کے بعد انھیں سے منظوری لیا کرے ؛

قومی آزادی کی شاہراہ کے لئے یہ کارروائی گویا ایک نئی منزل کا طے کرنا تھی لیکن اسی زمانے میں ایک قانون ایسا بھی نافذ کیا گیا جس کے ظالمانہ تشدد کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس ظلم و ستم کا سلسلہ سو سال سے بھی زیادہ عرصے تک قائم رہا۔ ہنری کے جلوس کے بعد دوسری مجلس کا انعقاد صدر اسقف ارنڈل کی تحریک پر ۲۰ جنوری ۱۴۰۱ء کو ہوا۔ اس مجلس نے بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کی ایک درخواست پیش کی کہ لالرڈ طبقہ کے بدعقیدہ

قانون انسداد الحاد ۱۴۰۱ء

پادریوں کا قلع و قمع کر دیا جائے۔ چنانچہ پارلیمنٹ کے آئندہ اجلاس میں یہ قانون جاری کیا گیا کہ جو شخص بدعتی عقائد رکھتا ہو اگر ایک دفعہ کی تنبیہ کے بعد بھی اپنے عقیدے پر قائم رہے گا تو افسران عدالت کے حوالے کر دیا جائیگا اور زندہ جلا دیا جائے گا۔ اس خوفناک قانون کے وضع و نفاد کے غالباً تین سبب تھے۔ اول تو پادریوں کو اس بات کا کھٹکا لگا ہوا تھا کہ

طبقہ لالرڈ لوگوں کو گمراہ کردے گا اور کلیسا کی جائداد پر قابض ہوجائے گا۔ ثانیاً پارلیمنٹ بھی اس گروہ سے خائف تھی اس لیئے کہ وہ قانون اراضی اور قانون محصولات میں ترمیم کا خواہاں تھا اور جو غلام جاگیرداروں کے پاس باقی رہ گئے تھے اُن کو آزاد کرانا چاہتا تھا۔ ثالثاً خود ہنری بھی اس جماعت سے ڈرتا تھا اس لیئے کہ رچرڈ نے اُن کی حمایت کی تھی غرض ماہ فروری ۱۴۰۱ء میں انسان نے پہلی مرتبہ وہ آگ روشن کی جس کے شعلوں نے اُس کے ہم جنسوں کو محض اختلاف عقائد کی پاداش میں جلا کر خاکستر کردیا۔ نارفاک کا ایک پادری ولیم ساٹر نامی لالرڈ عقاید کی تلقین کے لیئے لندن آیا تھا۔ اس بیچارے کو دہکتی چتا میں زندہ جلا دیا گیا۔

لیکن اگر اس واقعہ سے قطع نظر کی جائے کہ صدر اسقف ارنڈل طبقہ لالرڈ کے درپئے آزار و ایذا تھا تو باقی ہر ایک لحاظ سے اُس کی فراست اور قابلیت کی ہمیں داد دینی پڑتی ہے اور یہی قول ہنری کے سوتیلے بھائیوں پر صادق آتا ہے جو بوفرٹ کے خاندانی نام سے موسوم تھے اور ہنری کے عہد میں وزارت خزانہ کے منصب پر مامور ہوے۔

تامس بوفرٹ وزیر خزانہ ۱۴۰۹ء

یہ دونوں بھائی جان رئیس گانٹ کے بیٹے تھے اُن کی ماں جان کی تیسری بی بی کیتھرائن سوین فرڈ تھی (دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۲۳۱/۲) اور رچرڈ دوم نے ان کا اولاد جایز ہونا تسلیم کرلیا تھا۔ ہنری کی صحت اب بگڑ گئی اور اُسے آئے دن دورے اٹھنے لگے۔ باپ کی علالت کے باعث ولیعہد سلطنت برسر اقتدار تھا اور برادران بوفرٹ اُس کے مشیر و ندیم ہونے کی حیثیت سے اپنی خدمات قابلیت اور وفاداری کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اُنھوں نے بادشاہ سے خواہش بھی ظاہر کی کہ تخت و تاج سے بحق ولیعہد دست بردار ہوجائے لیکن وہ اس بات پر رضامند نہ ہوا۔ کچھ عرصے کے لیئے بادشاہ کی صحت عود بھی کر آئی اور اس پر ولیعہد جس نے مجلس انتظامی میں نمایاں حصہ لیا تھا خانہ نشین ہوگیا اور وزارت خزانہ کا

قلمدان پھر آرنڈل کے تفویض ہوا - یہ صورت حالات ایک مدت تک اسی طرح قائم رہی تاآنکہ ایک دن جبکہ بادشاہ خانقاہ ویسٹ منسٹر میں عبادت کر رہا تھا اُسے یکایک دورہ اٹھا اور ۲۰ مارچ ۱۴۱۳ء کو اُس کا انتقال ہوگیا - ہنری نے چار بیٹے یادگار چھوڑے :- (۱) ہنری جو اُس کا جانشین ہوا (۲) ٹامس امیر کلارنس (۳) جان امیر بیڈفرڈ جس کی دانشمندی اور شرافت کا ہر چھوٹا بڑا معترف تھا اور (۴) ہمفری امیر گلاسٹر جو ننگ خاندان تھا ؂

ہنری پنجم

۱۴۱۳ء لغایت ۱۴۲۲ء

اب نو سال تک انگلستان کو غیر ممالک میں پھر شاندار فتوحات نصیب ہوتی رہیں۔ باپ کی وفات پر ہنری پنجم کی عمر پچیس سال کی تھی اور ایک فتحمند سپہ سالار اور تجربہ کار مدبر ہونے کی حیثیت سے اُس کا نام پہلے ہی نکل چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ جوانی میں وہ بہت کچھ وارستہ مزاج تھا اور قانون کی خلاف ورزی کرنے کی پاداش میں جج گیسکاین نے اُسے ایک دفعہ قید بھی کر دیا تھا۔ لیکن اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو اس کی تلافی کے لیئے اس کی دوسری خوبیاں کچھ کم نہ تھیں۔ اُس نے گلنڈوور کو شکست دیکر ایک بڑے زبردست دشمن کو نیچا دکھایا تھا۔ جب اراکین دارالعوام نے کلیسا کی جائداد ضبط کر لینی چاہی تھی تو اُس نے بڑی جرأت سے اُن کی مخالفت کی تھی اور مجلس انتظامی کے رکن رکین ہونے کی حیثیت سے نظم و نسق سلطنت کا کام بڑی خوش اسلوبی سے چلایا تھا جو سلطنت اُسے میراث میں ملی تھی اُس کی بنیادیں اُس کے باپ کے زبردست و عدل گستر عہد حکومت میں استوار ہو چکی تھیں اور مبدء فیاض سے اُس کو اس بات کی توفیق عطا ہوئی تھی کہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلے۔

مسودات قانون کی بلاترمیم منظوری۔ ۱۴۱۴ء

اپنی تخت نشینی کے پہلے ہی سال میں اُس نے اراکین دارالعوام کو ایک ایسا حق بخش دیا جس کی انھیں مدت سے تمنا تھی یعنی یہ کہ اُن کی عرضداشتیں جواب مسودات قانون کے نام سے موسوم ہونے لگی تھیں اُن کے اجلاس سے مرتب ہونے کے بعد کسی ترمیم و تغییر کے بغیر بہ شکل قانون نافذ ہو جایا کریں اور جس شکل میں وہ بادشاہ کے سامنے پیش ہوں اُسی شکل میں منظور یا نامنظور ہوا کریں۔ اسی سال پارلیمنٹ نے اس امر کی نسبت بھی اپنی رضامندی کا

باشندگان ممالک غیر کی موقوفہ املاک پر بادشاہ کا قبضہ سنہ ۱۴۱۳ء

اظہار کیا کہ ممالک غیر کی مذہبی جماعتوں کا انگلستان میں جن اوقاف پر اس وقت تک مالکانہ تصرف تھا وہ سب بادشاہ کے قبضے میں دیدیئے جائیں۔

غرض ہنری کا عہد حکومت نیک ساعت میں شروع ہوا۔ اُس کا بھائی ایڈورڈ اُس کا حقیقی بہی خواہ اور فرزانہ مشیر تھا۔ اس کے لائق وزیر خزانہ ہنری بوفرٹ اسقف ونچسٹر کی وفاداری سونے پر سہاگا تھی وہ خود راست گفتاری راست کرداری شجاعت اور ایثار کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔ ان تمام باتوں نے مل ملاکر اُسکے مختصر عہد حکومت میں اسے انگریزی قوم کی آنکھوں کا تارا بنا دیا۔ جو صاحب قوت وسطوت والے ہوتے ہیں وہ اپنے حریفوں کے ساتھ بھی احسان

ہنری پنجم کی طاقت اور ہر دلعزیزی

کر سکتے ہیں۔ ہنری نے خاندان مارٹیمر کی جاگیرات نوجوان امیر مارچ کو پھر بخش دیں اور نارتھمبرلینڈ کی امارت ہیری ہاٹسپر کے بیٹے کو بحال کردی۔ شاہ رچرڈ کی لاش ایبٹس لینگلی میں دفن تھی ہنری نے اس لاش کو شاہی اعزاز واکرام کے ساتھ خانقاہ ویسٹ منسٹر کے قبرستان میں منتقل کر دیا۔ اُس نے اسکاٹلینڈ کے نوعمر بادشاہ کو بھی معاودت کی اجازت دیدی لیکن امیر البنی جو نائب السلطنت تھا سنگ راہ ہوا اور جیمز نے انگلستان کے قیام ہی کو اپنے حق میں بہتر سمجھا سنہ ۱۴۱۵ء میں مارٹیمر کے برادر نسبتی رچرڈ امیر کیمبرج نے ایک کمزور سی سازش البتہ ہنری کے خلاف کی لیکن اس سازش کا بھانڈا جلد پھوٹ گیا۔ اور رچرڈ اور اس کے شریک کار لارڈ اسکروپ اور سر ٹامس گرے کی گردن ماردی گئی۔ باوجودیکہ ملک میں کئی بار قحط پڑے اور سنہ ۱۴۱۰ء میں وبائے طاعون بھی نمودار ہوئی لیکن پھر بھی کئی سال سے قوم کی خوش حالی روبہ ترقی تھی۔ محنت آزاد ہو چلی تھی۔ دہقان اور کسان اپنے کھیت دوسرے کاشتکاروں کو پٹے پر دینے کے مجاز ہو گئے تھے۔ اور جو قوانین اس زمانے میں ملبوسات کے متعلق لوگوں کے اسراف کو روکنے کے لیئے نافذ کیئے گئے اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک میں روپے کی کمی نہ تھی۔ مثلاً اُن قوانین کی رو سے

کسی مزدور کی بی بی مجاز نہ تھی کہ زرتار پٹکا باندھے یا دو شلنگ (موجودہ زمانے کے بیس شلنگ کے مساوی) فی گز سے زیادہ قیمت کے کپڑے کا لباس پہنے۔ ہالینڈ، ساحل بالٹک، فلینڈرس، وینس اور دیگر ممالک کے ساتھ تجارت کو فروغ دینے کے لئے جو نئے معاہدات سپرد قلم ہوئے ان سے جہاز سازی کی ترقی اور تجارت کی گرم بازاری کا ثبوت ملتا ہے۔ نیوکیسل کے کوئلے کا بیوپار بہت

قوم کی حالت

بامنفعت ہو رہا تھا اور اگرچہ فرمانروایان انگلستان از راہ حماقت سکۂ رائج الوقت کو مغشوش کرنے یعنی چاندی کی تعداد گھٹانے اور کھوٹ کی مقدار بڑھانے میں لگے تھے پھر بھی سکہ کا چلن خوب تھا۔ سوداگروں کا طبقہ دولتمند اور طاقتور تھا۔ ڈک وٹنگٹن جو تین مرتبہ لندن کا رئیس بلد منتخب ہوا اسی طبقے کا ایک مشہور رکن ہے۔ پیشہ وروں نے انجمنیں قائم کر رکھی تھیں جو مزدوروں کے حقوق کی حفاظت کرتی تھیں اور اچھے کام کرنے والوں کے حوصلے بڑھاتی تھیں۔

لوگوں میں اگر کوئی بے چینی پائی جاتی تھی تو اُس کا باعث لالرڈ تھے جن کے خیالات و عقائد ملک میں دور دور پھیل گئے تھے۔ سر جان اولڈ کیسل ایک دبنگ جاگیردار تھا جو کابہم کی رئیسہ کے ساتھ عقد کر کے اور اپنی بی بی کی آبائی امارت سے حصہ پا کر لارڈ کابہم کے لقب سے ملقب ہوا تھا۔ جماعت لالرڈ کئی سال سے اُس کے زیر حمایت تھی۔ فنون سپہگری میں طاق ہونے کے علاوہ وہ پارلیمنٹ کا ممبر بھی تھا اور دارالعوام میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ فرقۂ لالرڈ کے پیرووں نے اُس کے قلعے کو جو علاقہ کینٹ میں بمقام کولنگ واقع تھا اپنا صدر مقام بنا رکھا تھا پھر بھی کسی کو اُس سے

فرقۂ لالرڈ کی بغاوت ۱۴۱۳ء

تعرض کرنے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ ہنری پنجم نے بارہا کوشش کی کہ کسی طرح وہ اپنے عقائد سے رجوع کرے لیکن اُس دھن کے پکے نے ایک نہ مانی اور برابر اپنے عقیدے پر جما رہا۔ آخر بادشاہ کے حکم سے وہ گرفتار کر لیا گیا

اور اُس کے حق میں سزائے موت تجویز کی گئی لیکن سزایاب ہونے سے پہلے ہی وہ قلعۂ لندن سے فرار ہو گیا۔ اُس کا فرار ہونا تھا کہ فرقۂ لالرڈ کے پیرو ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اُن لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت مضافات لندن کے میدانوں میں بہ مقام سینٹ جائلز آ جمع ہوئی لیکن ہنری اس فتنے کا سر کچلنے کے لیئے پہلے سے تیار تھا۔ اُس نے شہر کے تمام پھاٹک بند کرا دیئے کہ باغی اندر گھسنے نہ پائیں اور شاہی فوجوں نے آگے بڑھ کر ساری جماعت کو ایک ہی حملے میں منتشر کر دیا فرقۂ لالرڈ کے انتالیس اکابر قتل کیئے گئے اور لارڈ کابہم ویلز بھاگ گیا۔ لیکن ۱۴۱۷ء میں گرفتار ہو کر طوق وسلاسل میں جکڑا گیا۔ اسی حالت میں اُسے سولی پر لٹکا دیا گیا اور اس کی لاش جلا دی گئی۔

اس کے بعد لالرڈ بتدریج معدوم ہو گئے۔ لیکن ملک میں عام طور پر بے چینی کے آثار باقی رہے اور یہی وجہ تھی کہ فرانسیسیوں نے بساط جنگ از سر نو بچھا دی اسا قف چاہتے تھے کہ لوگوں کی توجہ فرقۂ لالرڈ اور اُس کی تعلیم کی طرف سے ہٹ جائے اور ساتھ ہی وہ اس بات کے بھی خواہشمند تھے کہ کسی طرح پارلیمنٹ کلیسا کے اوقاف کی ضبطی کے خیال سے باز آ جائے۔ دوسری طرف سوداگروں کی آرزو تھی کہ اُن کے لیئے تجارت کی نئی راہیں کھل جائیں۔ رہے امرا سو وہ امن و امان کی حالت سے پہلے ہی تنگ آئے ہوئے تھے۔ ان ایام میں جنگی فتوحات اور تسخیر ممالک کو بادشاہوں اور قوموں کی عزت کا ذریعہ سمجھتے تھے ہنری کی اولوالعزمی بھی جاہ طلبی کا یہی پہلو لیئے ہوئے تھی اور اس کے علاوہ اُسے یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ فرانس میں جو خانہ جنگی چھڑی ہوئی ہے وہ اگر کسی طرح ختم کر دی جائے تو یہ بات ہر پہلو سے قرین مصلحت ہوگی پس اگرچہ تاج فرانس پر اُس کا حق ایڈورڈ سوم کے برابر بھی نہ تھا تاہم اس نے ماہ اپریل ۱۴۱۵ء میں باضابطہ طور پر اعلان کر دیا کہ تخت فرانس کا جائز حقدار میں ہوں اور جنگ پھر شروع ہو گئی۔

جنگ فرانس کی تجدید کے اسباب

محاصرۂ ہارفلیور
اگست ۱۴۱۵ء

۱۴ اگست ۱۴۱۵ء کو ہنری نارمنڈی کی بندرگاہ ہارفلیور کے قریب لنگر انداز ہوا اور ایک ہولناک محاصرے کے بعد اس کو سر کرلیا۔ اس محاصرے کے دوران میں انگریزی فوج میں بیماری پھیل گئی اور کئی ہزار آدمیوں کا نقصان ہوا۔ تسخیر ہارفلیور کے بعد ہنری کیلے کی طرف بڑھا۔ ایجنکورٹ کے میدان پر جو پکرڈی میں واقع ہے اس کے مقابلے کے لئے ساٹھ ہزار فرانسیسی موجود تھے جنھوں نے اب آپس میں ایکا کرلیا تھا۔ ہنری کی فوج کی تعداد زیادہ سے زیادہ نو ہزار ہوگی لیکن انگریزی قادر اندازی پھر اپنا کام کر گئی۔ انگریزی تیروں کی بوچھار نے فرانسیسی رسالے کو منتشر کردیا۔ گیارہ ہزار فرانسیسی میدان جنگ میں کام آئے جن میں ایک سو سے اوپر امرا اور شہزادے تھے اس فتح عظیم کے باوجود ہنری کو مراجعت انگلستان پر مجبور ہونا پڑا اس لئے کہ اس کی فوج بہت ہی خستہ و ماندہ ہوگئی تھی۔ کہیں دو سال بعد ۱۴۱۷ء میں وہ تینتیس ہزار فوج کے ساتھ پھر پلٹا اور علاقۂ نارمنڈی کے تمام قلعوں اور شہروں اور بندرگاہوں کو فتح کرلیا۔ یہ معرکہ بڑا شدید اور طویل تھا۔ ۱۴۱۸ء میں ایک شہر روین ہی کے محاصرے پر چھ مہینے کی مدت صرف ہوئی۔ شہر والوں نے آخر وقت تک مقابلہ کرتے رہنے کا عزم کرلیا تھا۔ مارے فاقوں کے وہ جاں بلب تھے مگر ہتھیار ڈالنا گوارا نہ تھا کمان دار نے بارہ ہزار فاقہ کش مردوں عورتوں اور بچوں کو شہر کے پھاٹکوں سے باہر نکال دیا تھا اور یہ بیچارے فصیل شہر اور انگریزی فوج کے درمیان بھوک کے عذاب سے پڑے دم توڑ رہے تھے ؎

جنگ ایجنکورٹ
اکتوبر ۱۴۱۵ء

محاصرۂ روین
۱۴۱۸ء

آخر جب بہادر محصورین نے شہر کو آگ لگا کر خاک سیاہ کر ڈالنے کی دھمکی دی تو ہنری نے اُن کے ساتھ صلح کرلی لیکن اُن کے جوانمرد سردار ایلن بلانشرڈ کو قتل کردیا۔ سال آیندہ ہنری نے پانٹائز کو مسخر کیا اور پیرس کے محاصرے کی تیاریاں

کر ہی رہا تھا کہ تقدیر نے یاوری کی اور غیب سے ایسی کامیابی کے سامان پیدا ہو گئے جس کا ٹسے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ جان امیر برگنڈی چارلس ولیعہد فرانس سے کسی امر خاص میں مشورہ کرنے گیا تھا۔ امیر آرلینئنس کے رفقا نے اُسے دھوکا دے کر ولیعہد کے مواجہ ہی میں قتل کر دیا۔ اہل برگنڈی آرلینئنس والوں کی اس غداری پر آپے سے باہر ہو گئے اور ہنری سے جا ملے۔ اور تو اور مسلوب الحواس شاہ فرانس کی ملکہ اسابل بھی اپنے بیٹے کی مخالف ہو گئی اور اپنی بیٹی کیتھرائن کا حق قرابتہ ہنری کو دے دیا۔ غرض ۲۱ر مئی سنہ ۱۴۲۰ء کو ٹرائز میں ایک عہد نامہ مرتب ہوا جس کی رو سے

ہنری نائب السلطنت فرانس مقرر ہوا سنہ ۱۴۲۰ء

ہنری فرانس کا نائب السلطنت مقرر ہوا اور ساتھ ہی جانشینی تخت و تاج کے لئے بھی نامزد کیا گیا۔ ہنری جب اپنی نوخیز ملکہ کو لئے ہوئے فرانس کے نائب السلطنت ہونے کی حیثیت سے مظفر و منصور انگلستان کی طرف پلٹا تو سارا انگلستان اپنے بادشاہ کی ذات پر فخر کرتا نظر آیا۔ اس وقت کون جانتا تھا کہ آیندہ

شاہان انگلستان و فرانس کی وفات۔ سنہ ۱۴۲۲ء

عہد میں انگلستان والوں کو اُن شاندار فتوحات اور اُن زریں کامیابیوں کا کیا خمیازہ کھینچنا پڑے گا ۶ر دسمبر سنہ ۱۴۲۱ء کو ملکۂ کیتھرائن کے بطن سے ایک شہزادہ پیدا ہوا جس کا نام ہنری رکھا گیا۔ بادشاہ اُس وقت فرانس میں ولیعہد فرانس سے برسر جنگ تھا اُس کی صحت جواب دے چکی تھی اور پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا تھا۔ ۳۱ر اگست سنہ ۱۴۲۲ء کو صرف چونتیس سال کی عمر میں بمقام ونسنی اُس کا انتقال ہو گیا۔ دو مہینے بعد فرانس کے ناشاد تاجدار چارلس ششم نے بھی وفات پائی اور انگلستان کا وہ ماہہ دو دہ پیتا شہزادہ انگلستان اور فرانس کا بادشاہ ہوا۔

ہنری ششم

۱۴۲۲ء لغایت ۱۴۶۱ء

ہنری پنجم کے انتقال کے وقت انگلستان کی شہرت و ناموری کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ اراکین پارلیمنٹ اہل کلیسا اور عائد خلائق نے متفقہ طور پر بادشاہ کا ساتھ دیا تھا اور اُس نے اپنی شاندار فتوحات سے یورپ کی نظروں میں اُن کی قدر و منزلت بہت کچھ بڑھادی تھی لیکن یہ عزت محض دکھاوے کی عزت تھی۔ اور یہ سارا شکوہ و طمطراق نمائشی تھا اس لئے کہ حکومت قرض میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ملک کمزور ہو رہا تھا۔ فوج کے لئے آدمی ملنے مشکل تھے اور خزانہ روپے سے خالی تھا۔ ہنری کی وصیت کے بموجب امیر بیڈفرڈ محافظ سلطنت اور خرد سال شاہزادے کا اتالیق مقرر ہوا لیکن فرانس کے نائب السلطنت کا منصب بھی اُسی کے تفویض ہوا اور اُس کی غیبت میں حکومت انگلستان کا انتظام امیر گلاسٹر اور شاہی کونسل کے سپرد کیا گیا۔ ہنری نے دونوں بھائیوں کو تاکید کردی تھی کہ چارلس ششم کے بیٹے سے کبھی صلح نہ کریں اور برگنڈی کے امیر کے ساتھ کبھی نہ بگاڑیں۔

شاہزادے کے عہد طفولیت میں حکومت کا انتظام

ساتھ ہی اُس نے گلاسٹر کو متنبہ کر دیا تھا کہ ملک کی اغراض پر اپنی اغراض کو کبھی مقدم نہ رکھے۔ یہ انتباہ بے وجہ نہ تھا۔ گلاسٹر کی فطرت میں خود غرضی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ پورا ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ گلاسٹر کی اپنی بی بی کے ترکے کے بارے میں امیر برگنڈی سے نزاع ہوگئی اور اپنے چچا ہنری بوفرٹ سے بھی جو وزیر خزانہ تھا اُس کی چل گئی چنانچہ تین سال بعد بیڈفرڈ کو دونوں میں صلح کرانے کیلئے مجبوراً فرانس سے واپس آنا پڑا۔

محاصرۂ آرلیئنس ۱۴۲۸ء-۱۴۲۹ء

بخلاف اُس کے بیڈفرڈ نے فرانس میں رہ کر اپنے

فرائض مفوضہ بخوبی وخوش اسلوبی انجام دیئے۔ امیر برگنڈی کی بہن سے عقد کرکے اُس نے بصد دقت اُن مشکلات کو رفع کیا جو گلاسٹر کے جھگڑے کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھیں۔ پھر پانچ سال کے اندر پے درپے فتوحات سے اُس نے دریائے لایر کے شمال کی جانب سارا فرانس سر کرلیا اور آرلینئس کو محصور کرکے وہ یہاں بھی فتح ونصرت کا پھریرا اڑانے ہی کے قریب تھا کہ اس شہر کو وہ حیرت انگیز تائید پہنچ گئی جس کا افسانہ رہتی دنیا تک زبان زد خلق رہے گا۔

جین ڈارک کی داستان ۱۴۳۱-۱۴۲۹ء

شمپین اور لورین کے مضافات میں ڈامریمی ایک قصبہ ہے اُس قصبے کے ایک مزدور کی ایک بیٹی تھی جسکا نام جین ڈارک تھا۔ انگریزی زبان میں غلطی سے یہ نام جون ساکون آرک ہوگیا۔ یہ سیدھی سادی دہقان زادی جسکی عمر اٹھارہ سال تھی اپنے ملک کی مصیبت اور تباہی دیکھ دیکھ کر جی ہی جی میں کڑھا کرتی تھی۔ قدیم الایام سے فرانس میں ایک پیشین گوئی چلی آتی تھی کہ جب یہ ملک تباہ ہونے کے بالکل ہی قریب ہوگا تو لورین کی ایک دوشیزہ لڑکی اُٹھ کر اپنی قوت بازو سے اُسے بچالے گی یہ پیشین گوئی جین ڈارک کے دل پر نقش تھی اور وہ خود کو اس کا مصداق سمجھنے لگی تھی۔ عالم رویا میں کئی بار اُس کو محسوس ہوا کہ فرشتہ میکائیل نمودار ہوا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ ولیعہد فرانس کے پاس جا اور اس کو خوش خبری سنا کہ میں تیری مظفر ومنصور فوجوں کو ریمز تک لے جانے پر مامور ہوئی ہوں جہاں کلیسا کا مقدس روغن تیرے سر پر ملا جائے گا۔ اور اس سر پر تاج بادشاہی رکھا جائے گا۔ گاؤں کے پادری اور باقی تمام گاؤں والوں نے جب لڑکی کی اُن بشارتوں کا حال سنا تو سمجھے کہ لڑکی سڑن ہوگئی۔ انھوں نے اُسے بہتیرا روکا مگر وہ نہ مانی اپنے علاقے کی فوج کے کپتان کو سمجھا بجھا کر راضی کرلیا کہ اُسے ولیعہد کے خیمہ گاہ تک لے چلے۔ وہاں پہنچکر اُس نے اپنا مقصد بیان کیا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے۔ ولیعہد نے

جو چاروں طرف سے مایوس ہو چکا تھا جین ڈارک کی پیش کی ہوئی غیبی تائید کو اپنا آخری سہارا سمجھا اور تمام فوجوں کی کمان اُسے دیدی لڑکی نے ڈرے یا جھجکے بغیر یہ بھاری ذمہ داری قبول کر لی اور ہتھیار سج کر سفید زرہ بکتر لگا کر فرانس کا شاہی نشان سر پر اڑاتی اور ستر ہزار سپاہیوں کے ساتھ انگریزی فوج کے قلب میں جا گھسی گھمسان کا رن پڑا کشتوں کے پشتے لگ گئے اور معرکۂ کارزار میں جین ڈارک خود بھی زخمی ہوئی لیکن آرلینٹس کا محاصرہ اُٹھ گیا۔ انگریزی فوج شکست کھا کر بے حواسی اور سراسیمگی کے عالم میں بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور فرانسیسیوں کو یقین ہو گیا کہ اُن کی سپہ سالار خدا کی طرف سے مامور ہو کر آئی ہے۔ معرکۂ آرلینٹس کے بعد فرانسیسی جرنیل خواہشمند تھے کہ غنیم کا مقابلہ دریائے لایر ہی کے کنارے کیا جائے مزید پیش قدمی نہ کی جائے لیکن جین ڈارک نے اُن کے مشورے پر عمل نہ کیا اور دشمن کی تمام مزاحمتوں کو جو سنگ راہ ہوئیں پامال کرتی ہوئی فاتحانہ حیثیت سے ریمز میں جا داخل ہوئی۔ جہاں ۱۷؍ جولائی ۱۴۲۹ء کو چارلس ہفتم کے سر پر تاج فرانس رکھا گیا اب جین نے واپس ہونے کی اجازت چاہی اور کہا کہ میرا مقصد پورا ہو چکا ہے اب وہ آسمانی آوازیں بھی مجھے سنائی نہیں دیتیں جو پہلے کان میں پڑا کرتی تھیں۔ بہتر ہوگا کہ اپنے گھر جا کر دیہاتیوں کی طرح زندگی بسر کروں اور بھیڑوں کی رکھوالی کروں۔ لیکن چارلس کسی طرح اُسے رخصت کرنے پر رضامند نہ ہوا اور جین کو چار ناچار امر شاہی کا امتثال کرنا پڑا۔ میدان جنگ میں وہ بدستور داد شجاعت دیتی رہی لیکن جو بھروسہ اُسے اپنی ذات پر پہلے تھا وہ اب باقی نہ رہا تھا۔ ۱۴۳۰ء میں جب کامپین کا محاصرہ ہوا تو برگنڈی والوں نے اُسے گرفتار کر کے انگریزوں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ لیکن چارلس نے اُسے چھڑانے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اُس کا خاتمہ جس طریق پر

جین ڈارک کی موت ۱۴۳۱ء

ہوا وہ فرانسیسیوں اور انگریزوں دونوں کے لئے موجب شرم و رسوائی ہے۔ فرانسیسیوں کو اس نے تباہ ہونے سے

بچا لیا تھا لیکن وہ ایسے احسان فراموش ثابت ہوئے کہ اپنی محسنہ کو موت کے منہ میں جاتے دیکھکر اُس کے بچانے کے لیئے انگلی تک نہ اٹھائی۔ انگریزوں نے اُس کی شجاعت و دلاوری کے کارنامے اپنی آنکھوں دیکھے تھے لیکن اُن کو ایک بہادر دشمن کی قدر کرنے کی توفیق نہوئی شرم وندامت کے داغ سے اگر کسی کی پیشانی پاک ہے تو وہ خود اس بھولی بھالی لڑکی کی پیشانی ہے۔

۳۰ مئی ۱۴۳۱ء کو جادوگرنی ہونے کے الزام میں یہ غریب بمقام روین زندہ جلادی گئی اور اُس کی پاک روح بدعہد دوستوں اور بے رحم دشمنوں کے پنجے سے نکل کر اُس عالم قدس کی طرف پرواز کرگئی جہاں اشرار کسی کو ایذا نہیں پہنچا سکتے اور رنجیدگی و فرسودگی آسائش و آسودگی سے بدل جاتی ہے۔

جنگ صدسالہ کا خاتمہ ۱۴۵۳ء۔

جنگ ابھی تک ختم نہ ہوئی تھی اس لیئے کہ چارلس پیرس پہنچنے نہ پایا تھا اور جین ڈارک کی وفات والے سال ہی میں بوفرٹ نے اس شہر میں تاج فرانس ہنری ششم کے سر پر رکھ دیا تھا۔ لیکن اسی وقت سے انگریزوں کے پاؤں اکھڑنے شروع ہو گئے دو سال بعد بیڈفرڈ کا انتقال ہو گیا اور جنگ کا اہتمام رچرڈ امیر یارک اور جان ٹالبٹ کے سپرد ہوا۔ لیکن کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی کیونکہ بیڈفرڈ کی آنکھ بند ہوتے ہی برگنڈی والے شاہ فرانس سے جا ملے۔ ۱۴۴۵ء میں جب ہنری ششم نے انجو کی شہزادی مارگرٹ سے شادی کی تو انگریزوں کی طرف سے وعدہ ہوا کہ انجو اور مین کا علاقہ مارگرٹ کے باپ رینی کو دیدیا جائے گا اور ساتھ ہی فرانس کے ساتھ عارضی صلح کا عہد بھی ہو گیا۔ لیکن یہ عہد آئے دن ٹوٹتا رہتا تھا۔ ۱۴۴۹ء میں چارلس ہفتم نے نارمنڈی کو دوبارہ فتح کرلیا اور مزید چار سال کے عرصے میں گوین اور بورڈو پر بھی اُس کا قبضہ ہو گیا۔ غرض ٹالبٹ کے مارے جانے پر جب ۱۴۵۳ء میں جنگ صدسالہ کا خاتمہ ہوا تو فرانسیسی مقبوضات میں سے انگلستان کے پاس صرف کیلے باقی رہ گیا تھا۔

ادھر تو فرانس میں انگریزوں کو پے در پے شکستیں ہو رہی تھیں اور

علاقے پر علاقہ ہاتھ سے نکلا چلا جا رہا تھا ادھر خود گھر کی یہ حالت تھی کہ امیر گلاسٹر اور وزیر خزانہ بوفرٹ آپس میں دست و گریباں ہو رہے تھے۔ گلاسٹر ہر دلعزیز اور جاہ طلب تھا مگر بدبرانہ و باغ نہ رکھتا تھا اور بوفرٹ جب کسی معاملے کو سلجھانا چاہتا تھا تو وہ جھٹ اس میں الجھنیں ڈال دیتا تھا ایک مرتبہ تو گلاسٹر کے ہاتھ سے تنگ آکر بوفرٹ انگلستان ہی سے چلا گیا۔

گلاسٹر اور بوفرٹ کے جھگڑے۔

خود بیڈفرڈ کا گلاسٹر نے ناک میں دم کر رکھا تھا چنانچہ بیچارے خردسال بادشاہ کو ایک دفعہ جبکہ اس کی عمر گیارہ سال کی تھی بمنت اپنے چچاؤں سے التجا کرنی پڑی کہ انجناب خدا لڑیں جھگڑیں نہیں بلکہ صلح اور صفائی کے ساتھ رہیں۔ جب ۱۴۲۹ء میں ہنری کی تخت نشینی کی رسم عمل میں آئی تو گلاسٹر کا اقتدار ختم ہو گیا لیکن بوفرٹ جواب کردینال کے کلیسائی منصب پر فائز تھا معاملات سلطنت میں برابر دخیل رہا اور اس کا رسوخ ۱۴۴۷ء تک جو اس کا سال وفات ہے قائم رہا۔

ان دنوں پارلیمنٹ کی قوت روز بروز گھٹ رہی تھی اور بادشاہ کی پریوی کونسل زیادہ طاقتور ہوتی جاتی تھی۔ اسکا ایک سبب یہ تھا کہ پارلیمنٹ کی رکنیت کے لیئے رائے دینے کا اختیار پہلے تمام اُن لوگوں کو حاصل تھا جو مرکز انتخاب یعنی ضلع کی عدالت میں حاضر ہوتے تھے یہ حق ہنری ششم کی حکومت کے آٹھویں سال میں موقوف ہو گیا۔ اور صرف انھیں لوگوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا جو چالیس شلنگ (اس زمانے کے بیس تیس پاونڈ کے مساوی) کی مالیت کی اراضی یا مکانات کے مالک ہوں۔ اس کے ساتھ شہروں کے انتخاب پر شہریوں کی ایک "منتخب جماعت" نے قابو پالیا اور چونکہ حکام عدالت اس انتخاب میں بہت کچھ دخیل ہوتے تھے اس لیئے بادشاہ اور امرا آسانی سے اپنا اثر ڈال کر اپنی گوں کے رکن منتخب کرا سکتے تھے۔ غرض اس طور پر دار العوام کی وقعت وزراے سلطنت کے آلۂ کار برآری سے کچھ ہی زیادہ رہ گئی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جب وزرا آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے تو پارلیمنٹ کے

پارلیمنٹ کا انحطاط۔

لٹھیئٹ پارلیمنٹ

اراکین بھی اجلاس میں مسلح ہو کر آتے تھے ۔ ۱۴۲۵ء میں ایک انوکھی پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا جو لٹھیئٹ پارلیمنٹ کے نام سے موسوم ہے ۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ دنگے فساد کے ڈر سے ممبروں کو پارلیمنٹ میں ہتھیار باندھکر آنے کی ممانعت کر دی گئی تھی اس لیئے وہ آستینوں میں ڈنڈے چھپا کر لیتے آئے ۔ پارلیمنٹ کی کمزوری کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ ۱۴۳۷ء میں بادشاہ نے اپنی کونسل کے اراکین کا انتخاب پارلیمنٹ کی رائے پر رکھنے کے بجائے بذات خود کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت کا حقیقی اختیار اُس کے ہاتھوں میں چلا گیا ۔

ہنری ششم کی سیرت

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ اختیار فی الحقیقت خود اُس کے اپنے ہاتھوں میں منتقل ہوا ۔ اس لیئے کہ ہنری جو ۱۴۴۲ء میں ذمہ داری کے سن کو پہنچا اپنی کوئی رائے نہ رکھتا تھا ۔ وہ پاکباز و صابر تھا منکسر المزاج رحم دل اور کریم النفس تھا یہ سب کچھ تھا لیکن نہ اسے جسمانی توانائی سے بہرہ ملا تھا نہ اُس کے قوائے دماغی صحیح تھے ۔ اخیر عمر میں اُسے رہ رہ کر جنون کے دورے اُٹھا کرتے تھے اور یہ مرض اُسے ننھیال سے ترکے میں پہنچا تھا اس لئے کہ اُس کا نانا چارلس ششم اور شاہ فرانس مجنون تھا ۔ ایٹن کا مدرسہ اور کیمبرج کا کنگس کالج (شاہی دار العلوم) اسی کے قائم کیئے ہوئے ہیں اور ان دونوں تعلیم گاہوں کے ساتھ اُسے ایک خاص دل بستگی تھی ۔ اپنے سرکاری فرائض کی انجام دہی میں بھی وہ کوتاہی نہ کرتا تھا اور ہمیشہ کوشش کرتا رہتا تھا کہ اُس کے مشیروں اور صلاح کاروں میں باہم صلح اور آشتی رہے لیکن سلطنت کے تمام اہم کاموں میں وہ کوئی پختہ ارادہ نہ رکھتا تھا اور اپنے سے زیادہ مستقل مزاج لوگوں کی پیروی میں کبھی ایک رائے اختیار کرتا کبھی دوسری ۔

۱۴۴۵ء میں ہنری نے مارگرٹ رئیسہ انجو کے ساتھ عقد کیا تھا اس تاریخ سے وہی ہنری پر حاوی ہوگئی اور وہ زیادہ تر اسی کے اشارے پر چلنے لگا وزرا میں سے اول اول امیر سفاک کو ملکہ کے مزاج میں دخل تھا آگے چل کر

امیر سامرسٹ کا رسوخ بڑھ گیا۔ انگلستان کو جب جنگ میں نقصان ہونے لگا تو گلاسسٹر نے تلافی کرنی چاہی کہ جو علاقے ہاتھ سے نکل گئے ہیں کسی طرح پھر ہاتھ آجائیں لیکن مارگرٹ فرانسیسی ہونے کے باعث بالطبع اپنے وطن سے ہمدردی رکھتی تھی اور اُس کی خواہش تھی کہ صلح ہو جائے۔ ۱۴۴۷ء میں گلاسسٹر پر بغاوت کا الزام لگایا گیا اور پانچ دن بعد وہ اپنے بستر پر مردہ پایا گیا۔ قیاس چاہتا ہے کہ اُسکے دشمنوں نے اُسے قتل کر دیا ہوگا۔ عنان اقتدار اب سفاک کے ہاتھ میں آئی اور

گلاسسٹر اور سفاک کا قتل ۱۴۴۷-۱۴۵۰ء

اوس نے اپنے اختیارات مناسب طور پر استعمال کیئے لیکن چھپے دشمن اُس کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اب یہ شور مچانا شروع کیا کہ سفاک فرانس کے ساتھ دب کر صلح کر رہا ہے۔ غرض اُس پر بھی ۱۴۵۰ء میں مقدمہ چلایا گیا اور بعد ثبوت الزام اُسے جلاء وطن کی سزا دیگئی لیکن وہ براعظم یورپ تک جان سلامت لے کر پہنچنے نہ پایا بلکہ ابنائے انگلستان کو عبور کرتے وقت رستے ہی میں مار ڈالا گیا۔

لوگ اب گرانبار محصول ادا کرتے کرتے تنگ آگئے تھے لیکن ساتھ ہی اس بات پر بھی ناراض تھے کہ کیوں فرانس کے ساتھ صلح کر لی گئی۔ چونکہ ایسی کوئی زبردست قوت ملک میں موجود نہ تھی جو انھیں قابو میں رکھ سکے اس لیئے انھوں نے بغاوت کر دی۔

جیک کیڈ کی بغاوت ۱۴۵۰ء

آئرلینڈ کے ایک باشندے نے جس کا نام جیک کیڈ تھا اور جو اپنے تئیں خاندان مارٹیمر سے ظاہر کرتا تھا کینٹ سرے اور سسکس کے بیس ہزار جوانوں کے ساتھ بلیک ہیتھ کا رُخ کیا اور وہاں سے لندن کی طرف روانہ ہوا۔ ستر سال قبل واٹ ٹائیلر کی سرکردگی میں جس جماعت نے علم فساد بلند کیا تھا اُس کے مقابلے میں جیک کیڈ کے ہمراہیوں کی حالت بہتر نظر آتی ہے اس لیئے کہ اُن لوگوں نے نہ تو غلامی کی شکایت کی نہ اجرت کی کمی کا شکوہ کیا بلکہ صرف اس قدر مطالبہ کیا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات آزادانہ طور پر عمل میں آئیں حکومت کے بدیسی منہ لگے ملک سے نکال دیئے جائیں۔ اُن لوگوں نے

لندن کے اندر داخل ہوکر افسر خزانہ لارڈ سے کو قتل کردیا لیکن آخر ایک لڑائی میں جو لندن کے پل پر ہوئی شکست کھاکر منتشر ہو گئے اور بادشاہ نے ازراہ مراحم خسروانہ اُن کا جرم معاف کردیا۔ البتہ جیک کیڈ آگے چل کر لیویز کے قریب مارا گیا۔ اسی سال کے ماہ نومبر میں لندن کے لارڈ میئر (رئیس بلد) کے انتخاب کی تقریب پر رئیس بلد کا پہلا جشن نمائش برپا ہوا۔

رچرڈ امیر یارک محافظ سلطنت قرار پایا ۱۴۵۵ء

جیک کیڈ کی بغاوت سے یہ امر روز روشن کی طرح آشکارا ہو گیا تھا کہ حکومت کے انتظام پر اب کسی ایسے شخص کو مامور ہونا چاہیئے جو زبردست انتظامی قابلیت رکھتا ہو چنانچہ کچھ سال بعد رچرڈ امیر یارک جو فرانس اور آئرلینڈ میں برسرکار تھا انگلستان آیا اور ملکہ کے منہ لگے وزیر سامرسٹ کی جگہ لے کر ۱۴۵۵ء میں محافظ سلطنت کے منصب پر مقرر رہا تاکہ بحیثیت نائب السلطنت غریب بادشاہ کیطرف سے جو عارضۂ اختلال حواس میں مبتلا تھا حکومت کے کاروبار کو سرانجام دے یارک کا یہ امیر رچرڈ ہنری کا قریب ترین رشتہ دار تھا اور گلاسٹر کی وفات کے وقت سے لے کر ۱۴۵۳ء تک جب کہ ہنری کا بیٹا ایڈورڈ پیدا ہوا رچرڈ ہی ولیعہد سلطنت رہا۔ ایڈورڈ کی ولادت کے بعد بھی اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو ایک لحاظ سے رچرڈ ہی تخت انگلستان کا سب سے زیادہ حقدار تھا اس لیئے کہ اُس کی ماں امیر کلارنس کے سلسلۂ نسب میں خاندان مارٹیمر کی اُس شاخ کبیر سے تعلق رکھتی تھی (دیکھو نقشۂ مندرجہ) جس کا دعواے تخت وتاج ہمیشہ نظر انداز ہوتا رہا۔ لیکن بات یہ ہے کہ خاندان لینکسٹر تین نسل سے انگلستان میں برسر حکومت تھا اور امیر یارک اُس وقت مہام سلطنت میں صرف بادشاہ کا ہاتھ بٹانے آیا تھا۔ سال آیندہ جب ہنری کا مزاج بحال ہوا تو مارگرٹ نے بادشاہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ یارک کو الگ کرکے سامرسٹ

جنگ سینٹ آلبنس ۲۲ مئی ۱۴۵۵ء

کو پھر واپس بلائے۔ ایک تو جانشینی کا موقع ہاتھ سے نکل جانا دوسرے حکومت کے تمام اختیارات کھو بیٹھنا یہ دونوں سختیاں ایسی نہ تھیں جنھیں امیر یارک آسانی سے

سہہ سکتا۔ اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ علم انقلاب بلند کر دیا۔ امیر سالسبری امیر نیول اور امیر وارک بھی اپنی اپنی جمعیتوں کے ساتھ اُس کے شریک ہو گئے ملکہ کی جماعت بھی بڑے ٹھاٹھ سے نکلی۔ سنیٹ آلبنس کے مقام پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ امیر یارک کو فتح ہوئی اور سامرسٹ مارا گیا۔

اس طور پر وہ خونریز آویزش شروع ہو گئی "جو گلاب کے پھولوں" یا گلابوں والی لڑائی کے نام سے مشہور ہے۔ طرفداران خاندان لینکسٹر یعنی ملکہ کے ہواخواہوں کی علامت سرخ گلاب تھی جو ہمیشہ سے اُن کا امتیازی نشان چلا آیا تھا اور طرفداران خاندان یارک نے اپنے لیئے سفید گلاب کا نشان تجویز کیا۔ جنگ کا پلہ کبھی ایک فریق کی طرف جھک جاتا تھا کبھی دوسرے کی جانب۔ ۱۴۵۵ء میں بادشاہ کو پھر جنون کا دورہ اٹھا اور امیر یارک حسب سابق محافظ سلطنت مقرر ہوا۔ اس مرتبہ جب بادشاہ کو افاقہ ہوا تو اُس نے امیر موصوف اور ملکہ میں صلح کرا دینی چاہی۔ لیکن مارگرٹ اُس کو اپنے بیٹے کا حریف سمجھتی تھی۔ ایسی حالت میں کس طرح ممکن تھا کہ دونوں میں مصالحت ہو سکے۔ ملکہ چپکے چپکے توڑ جوڑ کرتی رہی اور پارلیمنٹ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ ایک مسودۂ قانون خلاف ورزی باسرکار مرتب کیا جائے جسمیں امیر یارک اور اُس کے ہواخواہوں کو بعلت بغاوت مستوجب سزائے موت قرار دیا جائے۔ اس مسودۂ قانون کی زد میں جو شخص آتا تھا اُسے پارلیمنٹ باضابطہ قانونی کارروائی کے بغیر ہی مجرم قرار دے کر اُسکے خاندان کو باغی کر دیتی تھی اور یہ لوگ جائداد سے ہمیشہ کے لیئے محروم ہو جاتے تھے۔

جنگ گلاب ۱۴۵۵ء لغایت ۱۴۸۵ء

مسودۂ قانون خلاف ورزی باسرکار

جنگ گلاب کے معرکوں کے دوران میں ہر ذی اختیار فریق ثانی کے اکابر و عمائد کو اُس قانون کی زد میں لا کر باغی قرار دیتا رہا اور جتنے امرا میدان جنگ میں کام آئے اُن سے کچھ کم اس قانون کا شکار نہ ہوئے ہونگے مسودۂ قانون خلاف ورزی باسرکار کی گرفت سے امیر یارک بچا رہا اس لیئے کہ وہ آئرلینڈ میں تھا جہاں

جنگ نارتھمپٹن جولائی سنہ ۱۴۶۰ء

اُس کے حریف نہ پہنچ سکتے تھے۔ ۱۴۶۱ء میں وہ ایک لشکر جرار لیکر آیا اور نارتھمپٹن کی لڑائی میں اپنے حریفوں کو شکست فاش دی۔ ہنری ششم تو گرفتار کر لیا گیا اور مارگریٹ نے اپنے بیٹے کے ساتھ میدان جنگ سے فرار ہو کر اسکاٹلینڈ میں جا پناہ لی۔

اب امیر یارک نے دعویٰ پیش کیا کہ تخت انگلستان میرا حق ہے اور ایک پارلیمنٹ نے جس کا اجلاس اسی سال کے موسم خزاں میں منعقد ہوا اُس کا دعویٰ تسلیم کر کے اُسے ہنری کا جانشین قرار دیا اور ایڈورڈ شہزادہ ویلز کو الگ کر دیا۔ لیکن میدان ابھی خالی نہونے پایا تھا۔ فریق ثانی برابر تیاریاں کر رہا تھا پانچ مہینے بعد ویکفیلڈ کے میدان میں پھر ایک جنگ ہوئی جس نے سارا نقشہ ہی بدل دیا۔

جنگ ویکفیلڈ
۲۳ر دسمبر ۱۴۶۰ء

فریق لینکسٹر کو فتح ہوئی۔ امیر یارک مارا گیا اور اُس کا بیٹا امیر رٹلینڈ جنگ کے بعد قتل کر دیا گیا۔

رچرڈ کے بعد اُس کے خلف اکبر ایڈورڈ نے امارت یارک کی مسند پر فائز ہو کر اپنے خاندان کے حریفوں کا مقابلہ شروع کیا۔ اور مارٹیمرس کراس کے مقام پر جو ہیرفرڈشائر کے ضلع میں واقع ہے امیر پمبروک کو شکست دیکر سیدھا لندن کی طرف بڑھا۔ اگرچہ انگلستان کے شمال کی آبادی خاندان لینکسٹر کی طرفدار تھی لیکن تمام بڑے بڑے تجارتی شہر خاندان یارک کے دلی ہواخواہ تھے۔ صورت حالات اسوقت یہ ہو رہی تھی کہ اُدھر تو امیر وارک نے ملکہ پر حملہ کیا جس نے اُسے شکست دے کر اپنے خاوند کو چھڑا لیا اور شمالی علاقے کی طرف چلی گئی ادھر ایڈورڈ اپنی فوجیں لیے ہوئے لندن میں داخل ہو گیا اور اہل شہر نے بڑے تپاک سے اُس کا خیر مقدم کرتے وقت زندہ و پائندہ بادشاہ ایڈورڈ کے نعرے لگانے شروع کیے۔ لوگ اصل میں ہنری کی بودی حکومت سے تنگ آ گئے تھے اور کسی قوی بازو بادشاہ کی حکمرانی کی تمنا کرنے لگے تھے کہ اُنھیں اُس کے ظل حمایت میں امن و چین تو نصیب ہو۔

جنگ مارٹیمرس کراس
۱۴۶۱ء

ایڈورڈ کی بادشاہی کا اعلان
۱۴۶۱ء

دو دن بعد امیر وارک بھی لندن آگیا۔ تمام امرا جو خاندان یارک کے حلیف تھے جمع ہوئے اور ۴ ؍ مارچ ۱۴۶۱ء کو ایڈورڈ کی بادشاہی کا اعلان کر دیا گیا۔

لیکن اس کامیابی کی خوشیاں منانے کا ابھی وقت نہ تھا کیونکہ ملکہ ایک بہت بڑی فوج شمال میں جمع کر رہی تھی۔ ایڈورڈ اور وارک اس خطرے کے دفیعے کے لیے بلاد رنگ شمالی علاقے کی طرف بڑھے۔ اُدھر سے ملکہ بھی تیار ہو کر نکلی۔ دونوں فوجوں کا ٹوٹن کے میدان پر مقابلہ ہوا جو یارک شائر میں واقع ہے اس سارے معرکے کی یہ خونریز ترین لڑائی تھی۔ لینکسٹر والوں کی طرف سے بیس ہزار آدمی کھیت رہے۔

جنگ ٹوٹن
۲۹ مارچ ۱۴۶۱ء

یارک والوں کا بھی قریب قریب اسی قدر نقصان ہوا لیکن میدان اُنکے ہاتھ رہا۔ ہنری اور مارگرٹ نے اسکاٹلینڈ میں جا پناہ لی۔ بہت سے امراء یا میدان جنگ میں کام آئے یا قتل کر دیے گئے۔ ایڈورڈ مظفر و منصور ہو کر لندن واپس آیا اور ۲۸ ؍ جون ۱۴۶۱ء کو ویسٹ منسٹر میں تاج سلطنت اُس کے سر پر رکھا گیا۔

بارھواں باب

خاندان یارک

ایڈورڈ چہارم ۱۴۶۱ئہ لغایت ۱۴۸۳ئہ　　رچرڈ سوم ۱۴۸۳ئہ لغایت ۱۴۸۵ئہ

ایڈورڈ پنجم اپریل تاجولائی ۱۴۸۳ئہ

آیندہ دس سال کا زمانہ کشت وخون اور لڑائیوں کا ایک مسلسل فساد انگیز دور ہے۔ مارگرٹ اپنے خاوند اور بیٹے کو دوبارہ تخت سلطنت دلوانے کے لیئے مردانہ وار جدوجہد کرتی رہی ۱۴۶۴ئہ میں ہجلی مور اور رہکیسم کے میدانوں پر دو لڑائیاں ہوئیں اور فرانسیسیوں اور اسکاٹلینڈ والوں کی امداد کے باوجود مارگرٹ کو دونوں میں شکست ہوئی۔ ہر طرف سے عاجز ہو کر وہ اپنے بیٹے کو لیئے ہوئے فلینڈرس چلی گئی اور شاہ ہنری جو لنکاشایر میں روپوش تھا گرفتار کیا گیا اور لندن کے قلعہ میں بھیج دیا گیا جس سے ان دنوں قلعہ کے علاوہ محل شاہی کا کام بھی لیا جاتا تھا۔ یہاں بحالت نظر بندی اُس کے ساتھ اچھا برتاؤ ہوتا تھا۔ لیکن نگرانی سخت تھی کہ فرار نہ ہونے پائے۔

ہنری ششم کی نظر بندی قلعہ لندن میں۔

ایڈورڈ نے اسی زمانے میں سرجان گرے کی بیوہ الزبتھ وڈول کے ساتھ نکاح کر کے امیر وارک کو سخت ناراض کر دیا امیر موصوف کو امید تھی کہ اُس کے مشورہ سے بادشاہ کسی فرانسیسی شہزادی کو اپنے حبالۂ عقد میں لائے گا اور اس طور پر اس کا اقتدار مستحکم ہو جائے گا یا اگر یہ ممکن نہ ہوا تو اپنی بیٹی اسے دے دے گا۔ لیکن ایڈورڈ نے اُس کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا اور یہی نہیں کیا کہ ایک بے حیثیت اور بے اثاثہ خاتون سے شادی کر لی بلکہ بہت جلد اپنے خسر لارڈ ریورس اور اپنے دوسرے سسرال والوں کو بڑے بڑے عہدوں پر مامور کرنا شروع کیا۔ وارک نے اس کے جواب میں اپنی بیٹی اسابیلا نیول کا نکاح ایڈورڈ کے بھائی امیر کلارنس سے کر دیا کہ ایڈورڈ کے بعد وارث تخت وتاج وہی تھا اور یہ بات

شاہی عقد۔

بادشاہ کی ناراضی کا موجب ہوئی۔

انھیں ایام میں فریق لینکسٹر نے شمال انگلستان میں ایک شورش برپا کی جس کا اثر دور دور تک جا پہنچا اور ایڈورڈ کو اپنے حریفوں سے پھر معرکہ آرا ہونا پڑا۔ ایجکوٹ کے مقام پر جو آکسفرڈ شایر میں واقع ہے فریقین کا مقابلہ ہوا۔ ایڈورڈ کی جماعت کو شکست ہوئی۔

جنگ ایجکوٹ ۱۴۶۹ء

کثیر التعداد امرا جن میں ملکہ کے بھی کئی رشتہ دار شامل تھے مارے گئے۔ خود ایڈورڈ جو میدان میں اکیلا رہ گیا تھا گرفتار ہو کر کچھ دیر کے لیئے وارک کے بھائی صدر اسقف نیول کے پاس قید رہا۔ لیکن بعد میں اُسے لندن واپس جانے کی اجازت دے دی گئی جہاں پہنچ کر اُس نے وارک اور اپنے سگے بھائی امیر کلارنس کو باغی قرار دیکر اُس کی گرفتاری کا اشتہار جاری کر دیا۔ اب اُن دونوں کو بجز اس کے چارہ نہ رہا کہ فرانس بھاگ جائیں۔ یہاں معزول شدہ ملکہ مارگرٹ پہلے سے موجود تھی۔ ملکہ سے وارک نے کہا کہ اگر آپ اس بات پر رضامند ہوں

وارک مارگرٹ سے جاملتا ہے

کہ آپ کے فرزند ایڈورڈ شہزادہ ویلز کی نسبت میری بیٹی این کے ساتھ ٹھیر جائے تو پھر میں آپ کا شریک حال ہو کر تخت انگلستان پر دوبارہ قابض ہونے میں آپ کو ہر طرح کی امداد دینے کے لیئے تیار ہوں۔ وارک کی اس میں یہ مصلحت تھی کہ اُس کی دونوں بیٹیوں میں سے ایک نہ ایک کے لیئے سلطنت کا رستہ صاف ہوا جاتا تھا۔ امیر کلارنس کے ساتھ جو خاندان یارک سے تھا اُس کی بیٹی اسابلا کا عقد ہو چکا تھا۔ شہزادہ ویلز کے ساتھ جس کا تعلق خاندان لینکسٹر کے ساتھ تھا اُس کی دوسری بیٹی این کی منگنی ہو جانے والی تھی۔ ایسی حالت میں یارک یا لینکسٹر جس فریق کا بھی پلہ بھاری ہوتا وارک کا فائدہ ہی فائدہ تھا۔

ایڈورڈ کا فرار

ملکہ اس تجویز پر رضامند ہو گئی اور وارک کی بیٹی کا رشتہ قبول کر لیا۔ اب وارک حسب قرارداد فوج لے کر ڈارٹمتھ میں لنگر انداز ہوا اور ایڈورڈ چہارم نے یہ دیکھ کر کہ جو اُس کے دست و بازو تھے وہی اُسے دغا دے گئے بے حواسی کے عالم میں راہ فرار اختیار کر کے فلینڈرس میں جا سر چھپایا۔ اُس کی ملکہ الزبتھ وڈول خانقاہ ویسٹ منسٹر کے دامن میں پناہ گزین ہوئی اور یہیں اُس کا

پہلوٹا بیٹا پیدا ہوا جس کی قسمت میں ایک دن ایڈورڈ پنجم کا لقب اختیار کر کے تخت انگلستان پر بیٹھنا اور پھر بہت جلد دنیا سے نامراد جانا لکھا تھا۔

بیچارہ ہنری اب ۵۔ اکتوبر ۱۴۷۰ء کو نظربندی سے آزاد ہوا اور چھ مہینے کے لئے اُسے پھر حکومت نصیب ہوئی۔ وارک جس کی کوششوں سے وہ دوبارہ تخت پر بیٹھا تھا اسی لئے "بادشاہ گر" کہلاتا ہے۔ لیکن فتح و شکست کے اس اتار چڑھاؤ کا تسلسل اب ختم ہونے کو تھا۔ ایڈورڈ اپنے بہنوئی امیر برگنڈی سے مدد لیکر فرانسیسی فوج کے ایک مختصر دستے کے ساتھ اسی مقام پر لنگر انداز ہوا جہاں بہتر سال قبل ہنری چہارم اترا تھا اور اُس کا بھائی امیر کلارنس بھی اُس سے آملا۔ دونوں بھائی اپنی فوجیں لئے ہوئے سیدھے لندن پہنچے جہاں ایڈورڈ کا خیر مقدم پھر بڑے جوش سے کیا گیا۔ بارنٹ کے میدان میں ایڈورڈ اور وارک کا مقابلہ ہوا اور وارک لڑائی میں مارا گیا۔ اب مارگریٹ نے جنگ کی تیاریاں شروع کیں اور جسقدر سپاہ فراہم کر سکتی تھی ایڈورڈ کے مقابلے پر ٹیوکسبری کے میدان میں لائی جو گلاسٹر شائر میں واقع ہے۔ اس معرکے میں اس نے بھی شکست فاش کھائی اور اُسکا نوخیز بیٹا شہزادہ ویلز شاہ ایڈورڈ کی آنکھوں کے سامنے میدان جنگ میں کاری زخم کھاکر کام آیا۔ دو ہفتہ بعد ہنری ششم بھی قلعہ لندن میں غالباً قاتل کے خنجر سے ہلاک ہوا۔ اور اس طرح یہ طویل کشمکش آخر ختم ہوئی مارگریٹ گرفتار ہو کر قید کر دی گئی تھی لیکن اُس کے باپ ریینی نے ۱۴۷۵ء میں فدیہ دیکر بیٹی کو چھڑا لیا اور وہ فرانس واپس چلی گئی۔

ہنری ششم چھ مہینے پھر بادشاہی کرتا ہے۔

جنگ ٹیوکسبری ۴ مئی ۱۴۷۱ء

آخر خدا خدا کر کے ملک کو امن و امان نصیب ہوا۔ لیکن یہ حقیقت نظر انداز نہیں ہو سکتی کہ اگرچہ اس تمام عرصہ مدت میں امرا اور اُن کے متوسلین ایک دوسرے کا گلا کاٹنے میں مصروف تھے پھر بھی جدید طبقہ متوسط کی آبادی یعنی کسان دہقان سفید پوش بیوپاری اور سوداگر برابر ترقی کر رہے تھے۔ ملک کے طول و عرض میں جو لڑائیاں ہو رہی تھیں اُن سے انھیں کچھ سروکار نہ تھا اس لئے کہ یہ ہنگامے محض خاص خاص جماعتوں کی باہمی آویزشوں کا حکم رکھتے تھے

طبقہ متوسط کی خوش حالی

ملک کی عام آبادی کا اُن میں کوئی حصّہ نہ تھا اگرچہ یہ درست ہے کہ ان ہنگاموں کے دوران میں جب اُن کے گھر بار لٹ جاتے تھے تو اُن کی کہیں شنوائی نہ ہوتی تھی اور اُن کے نقصان کی تلافی کی شکل مشکل سے پیدا ہوتی تھی۔ یہ حالات ہمیں بعض دلچسپ خطوط سے معلوم ہوئے ہیں جو اس زمانے میں نارفاک کی ایک خاتون مارگریٹ پیٹن نے لکھے تھے۔ پھر بھی بحیثیت مجموعی طبقہ متوسط کی خوش حالی روبہ ترقی اور اس کی دولت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ جب ایڈورڈ نے تخت و تاج کی طرف سے مطمئن ہو کر فرانس پر حملہ آور ہونے کا قصد کیا (اگرچہ بالآخر شاہ فرانس سے ایک سالانہ وظیفہ ملنے پر یہ قصد اس نے ترک کر دیا)، تو بہت سے متمول تاجر اور دوسرے اہل دول ملک میں ایسے موجود تھے جنھوں نے ہدایا کے نام سے بڑی بڑی نذرانے کی رقمیں اُس کے آگے لاکر ڈھیر کر دیں جس سے اس بات کا بیّن ثبوت ملتا ہے کہ ملک میں روپیہ کی کمی نہ تھی۔ اوّل اوّل تو یہ ہدایا لوگوں نے بطیب خاطر دیئے اس لیئے کہ لوگ ایسی حکومت کو ایک نعمت خداداد سمجھتے تھے جو امن قائم رکھتی ہو لیکن کچھ عرصے کے بعد اُن نذرانوں کا ادا کرنا شہر والوں کو دوبھر ہو گیا بہر حال مجموعی اعتبار سے ملک بہت آسودہ تھا اور اس آسودگی میں ایک خوفناک وبا سے بھی کوئی فرق نہ آنے پایا جو "مرض عرق ریز" کے نام سے ۱۴۸۵ء میں نمودار ہوئی اور ملک کی آبادی کے ایک بڑے حصے کا صفایا کر گئی۔

ہدایا

ایڈورڈ کو اپنے اوایل عہد ہی میں ایک بندھی سالانہ رقم بطور وظیفہ حین حیات ملنے لگی تھی اس لیئے وہ مداخل کی طرف سے فارغ البال تھا اور یہی وجہ ہے کہ آٹھ سال کی طویل مدت میں پارلیمنٹ کی طلبی صرف ایک دفعہ ہوئی۔ ایسی حالت میں بادشاہ اور اس کی کونسل کا مطلق العنان ہونا ایک بالکل قدرتی بات تھی۔ کوئی قوت ایسی موجود نہ تھی جو اُس کی خودسرانہ کارروائیوں کی روک تھام کر سکے بادشاہ چونکہ بدچلن اور آوارہ تھا اس لیئے رچرڈ دوم کی طرح اُس نے بھی رعایا پر طرح طرح کی سختیاں کرنی شروع کیں اور اُس کی سخت گیریاں حد سے بڑھنے لگیں۔ پھر بھی اُس کی ہر دلعزیزی بدستور برقرار رہی اور تمام اُن لوگوں کی جو کہنی سے

جو اُس کے مزاحم ہوئے وہ امن قایم رکھنے میں کامیاب رہا۔ لیکن یہ کامیابی اُسے بہت ہی مہنگے داموں پڑی اس لیے کہ بغاوت کے ڈر سے اُس نے خود اپنے حقیقی بھائی امیر کلارنس کو بہ الزامِ بغاوت ۱۸ فروری ۱۴۷۸ء کو قلعہ لندن میں مروا ڈالا۔ کلارنس کی موت کا واقعہ نہایت دردناک ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بیچارہ شراب مامسی کے ایک خم میں پھینک دیا گیا اور اسی میں غوطے کھا کھا کر مر گیا۔

امیر کلارنس کا قتل ۱۴۷۸ء

سیاست کے ان شور انگیز حوادث سے پلٹ کر جب ہم معاشرت کی منزل میں قدم رکھتے ہیں تو ہمیں ایک سہانا منظر دکھائی دیتا ہے۔ ویسٹ منسٹر کی خانقاہ کے ایک چھوٹے سے گوشے میں جہاں ایک گرجا اور کچھ خیرات گھر موجود تھے ایک شخص چپکے چپکے ایک ایسا کام کرنے میں مصروف تھا جو بادشاہ اور اُس کے امرا کے باہمی جھگڑوں سے کہیں زیادہ اہم تھا بلکہ شاید شہر کے تاجروں کی کوٹھیاں اور اہل حرفہ کی دستکاریاں بھی قدر و قیمت میں اُس سے بڑھ کر نہ تھیں یہ شخص جس کا نام ولیم کیکسٹن تھا لڑکپن میں کینٹ سے فلینڈرس گیا تھا اور تیس سال وہاں گزار کر اور چھپائی کا فن سیکھ کر ۱۴۷۶ء میں ایک مطبع لئے ہوئے انگلستان واپس آیا تھا۔ ممالک غیر میں چھاپے کے فن کا نشو و نما اور طبع کتب کے لیۓ ابھرے ہوئے حروف کی ایک ڈال چوبی تختیوں کی بجائے رفتہ رفتہ سیسے کے متحرک حروف کا رواج بجائے خود ایک طویل داستان ہے۔ لیکن جب کیکسٹن نے چھپائی کا کام انگلستان میں شروع کیا تو یہ تمام مراحل بتدریج طے ہوتے گئے۔ ۱۴۷۶ء سے پہلے انگلستان میں جس قدر کتابوں کی نئی نقول تیار ہوتی تھیں سب قلمی ہوتی تھیں اور اُس سے اُن کے نایاب اور قیمتی ہونے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اب کتابت طباعت سے بدل گئی اور کیکسٹن نے شاہ ایڈورڈ اور رچرڈ امیر گلاسٹر کی سرپرستی میں بہت سی شعر و سخن کی کتابیں چھاپ ڈالیں۔ اُسکی گزر اوقات کا ذریعہ بھی اُس کا چھاپہ خانہ تھا۔ چنانچہ وہ پادریوں کے لیۓ دعا کی کتابیں واعظوں کے لیۓ خطبے اور سرداروں اور جاگیرداروں کے لیۓ عشق و حسن اور

کیکسٹن اور اس کا مطبع ۱۴۷۶ء۔

شجاعت کی داستانیں چھاپ چھاپ کر بیچا کرتا تھا۔ "ملفوظات و اقوال فلاسفہ" پہلی کتاب تھی جو ۱۴۷۷ء میں انگلستان میں طبع ہوئی۔ اس کے بعد چاسر کا کلام اور سیکسن نسل کے نامور تاجدار کی داستان موسوم بہ "انجام آرتھر" شایع ہوئی۔ اُن کے علاوہ کیکسٹن نے متعدد غیر زبانوں کی تصانیف ترجمہ کر کے چھاپیں۔ مثال کے طور پر "رینارڈ لومڑی کی کہانی" اور "تاریخ ٹرائے" کا نام لیا جاسکتا ہے۔ لیکن اُن کتابوں کی طبع و اشاعت سے بھی کہیں زیادہ اہم یہ واقعہ ہے کہ جب ۱۴۹۱ء کے قریب کیکسٹن کا انتقال ہوا تو چھاپہ کا فن جس نے دنیا میں ایسے ایسے حیرت انگیز انقلابات پیدا کر دیئے ہیں انگلستان میں مستقل طور پر شایع ہو چکا تھا۔

لیکن کیکسٹن ابھی زندہ ہی تھا کہ انگلستان پھر نئی مشکلات و مصایب میں مبتلا ہو گیا۔ ۹ اپریل ۱۴۸۳ء کو ایڈورڈ چہارم نے وفات پائی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے۔ ایڈورڈ شہزادہ ویلز جس کی عمر تیرہ سال تھی اور رچرڈ امیر یارک جس نے دسویں سال میں قدم رکھا تھا۔ اور جو نئی جد و جہد اب ملک میں شروع ہوئی اس کا تختۂ مشق یہی بچے تھے ؎

ایڈورڈ پنجم

اپریل تا غایت جون ۱۴۸۳ء

جب بادشاہ کا انتقال ہوا تو حکومت پر دست تصرف دراز کرنے کے لیئے دو فریق پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ ایک جماعت تو ملکہ اور اس کے اقربا کی تھی۔ دوسری جماعت کا سردار بادشاہ کا بھائی رچرڈ امیر گلاسٹر تھا شہزادہ ویلز اُس وقت اپنے ماموں لارڈ رورس اور اپنے سوتیلے بھائی سر رچرڈ گرے کی نگرانی میں مقیم لڈلو تھا۔ ملکہ کو جو ویسٹ منسٹر میں رہتی تھی اصرار تھا کہ اُس کے بیٹے کی ولایت اور سلطنت کی محافظت کے منصب پر کونسل کی طرف سے اسی کا تقرر ہونا چاہیئے لیکن اراکین کونسل یہ خدمت رچرڈ کے تفویض کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے اسے یارک سے جہاں وہ بحیثیت نائب حکمراں تھا بلا بھیجا۔ رچرڈ نے

لارڈ رورس اور سر رچرڈ گرے کی گرفتاری۔

چھوٹتے ہی ملکہ کی جماعت کے قلع وقمع کرنے کا فیصلہ کرلیا۔
رستے میں اُس کی اور اُس کے رفیق امیر بکنگھم کی لارڈ رورس اور
سر رچرڈ گرے سے مڈ بھیڑ ہوئی جو شہزادہ کو لیے ہوئے
لندن جارہے تھے اس نے اِن دونوں کو گرفتار کرکے یارک شایر کے قلعہ پانٹی فرکٹ
میں بھیج دیا اور شہزادے سے یہ بہانہ کیا کہ تمھارا چچا اور سوتیلا بھائی تمھارے تخت
وتاج کے خلاف سازش کرکے حکومت پر خود قبضہ کرلینے کی فکر میں تھے غریب
لڑکا پھوٹ پھوٹ کر رونے اور اپنے دونوں عزیزوں کی حمایت کرنے لگا
لیکن رچرڈ کا پتھر دل ذرا نہ پسیجا اور شہزادے کو پھر اُن دونوں سے ملنا کبھی
نصیب نہ ہوا۔

ملکہ نے جب اپنے بھائی کی گرفتاری کی خبر سنی تو بے حد پریشان ہوئی اور
اپنے چھوٹے بیٹے اور بیٹیوں کو لیکر خانقاہ ویسٹ منسٹر کے مامن میں جا پر چھپیں
۴ مئی کو رچرڈ اور بکنگھم نو عمر بادشاہ کے ہمرکاب داخل لندن ہوئے اور رچرڈ
رچرڈ کا تقرر بحیثیت نائب السلطنۃ محافظ سلطنت، مقرر ہوا۔ رچرڈ کو اس منصب پر فایز

۱۴ مئی ۱۴۸۳ء۔

ہونے میں لارڈ ہیسٹنگز سے بہت بڑی مدد ملی۔ لارڈ موصوف
کا شمار امرا کے طبقۂ جدید میں تھا جو ملکہ کا مخالف تھا۔ اول
اول ایڈورڈ پنجم کے قیام کے لیے اسقف لندن کا محل واقع سنیٹ پال تجویز
کیا گیا لیکن چند ہی روز بعد رچرڈ نے اُسے قلعہ لندن کے محل میں منتقل کردیا اور
شومیِ قسمت سے ملکہ اس تجویز پر رضامند ہوگئی کہ چھوٹا شہزادہ امیر یارک بھی اپنے
بڑے بھائی کے ساتھ ہی رہے۔

یہاں تک تمام واقعات آئینے کی طرح روشن ہیں۔ لیکن جو طرز عمل رچرڈ نے
اُس کے بعد اختیار کیا اُس کی نسبت صحیح رائے قائم کرنی مشکل ہے یہ نہیں کہا جاسکتا
کہ آیا ابتدا ہی سے سلطنت پر اُس کا دانت تھا یا بعد میں اپنے دشمنوں کی سازشوں

رچرڈ کی سیرت۔

کا توڑ کرتے کرتے یکایک اُس کی نیت بدل گئی۔ اُس کے
مخالفین کا بیان ہے کہ اُس کی شکل وصورت نہایت مکروہ
تھی اور اُس کے عادات و اطوار غیر خوش آیند تھے لیکن یہ بیان بہت کچھ مبالغہ آمیز

ہے۔ وہ نحیف الجثہ ضرور تھا اور اُس کے ایک کندھے کی ساخت بھی کسیقدر ناقص تھی پھر بھی اُس کے بشرے سے آثار غور و فکر ہویدا تھے اگرچہ آنکھوں کی بےقرارانہ جنبش طبیعت کی سیمابیت پر دلالت کرتی تھی۔ اُس کے اطوار پسندیدہ تھے اور علمی مشاغل سے اسے دل بستگی تھی۔ اُس کے مکار اور بے اصول ہونے میں شک نہیں لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ اپنے بھائی ایڈورڈ کے ساتھ جب تک وہ زندہ رہا اُس کے تعلقات مخلصانہ رہے اور ہمیں اُس کی نسبت یہی نیک گمان رکھنا چاہیئے کہ جو جرائم اُس سے بعد میں سرزد ہوئے اُن کے ارتکاب پر وہ شروع ہی سے نہیں تلا بیٹھا تھا۔

ایڈورڈ پنجم کو تخت پر بیٹھے ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ ملکہ کے ہوا خواہ سازشوں کا جال بچھانے میں مصروف تھے اور فریق مخالف کو زک دینے کے لئے کسی مناسب موقع کی تاک میں تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ہیسٹنگز بھی یہ دیکھ کر کہ رچرڈ اپنے اختیار کی باگیں بہت ڈھیلی کرتا جاتا ہے ملکہ کی جماعت کے ساتھ آملا۔

لارڈ ہیسٹنگز کا قتل ۱۳؍ جون ۱۴۸۳ء

رچرڈ کو بھی پل پل کی خبر لگ رہی تھی۔ ۱۳؍ جون کو دفعتہً کونسل کے ایوان میں داخل ہو کر اُس نے ہیسٹنگز پر اپنے خلاف سازش کرنے کا الزام لگایا اور ملزم کو صفائی کا موقع دیئے بغیر ایک مسلح جماعت کے پہرے میں دے دیا جس نے دوپہر ہوتے ہوتے ٹاور گرین میں اُس کا سر لکڑی کے ایک لٹھے پر رکھ کر قلم کر دیا۔ نو دن بعد رچرڈ کی غاصبانہ نیت ایک نیا رنگ لائی۔ ایک پادری نے سینٹ پالس کراس میں اور امیر بکنگھم نے گلڈ ہال میں لوگوں کو یہ جل دینا چاہا کہ قانونی حیثیت سے الزبتھ وڈول ایڈورڈ چہارم کی بیاہتا بی بی نہ تھی اس لئے کہ اُس کو عقد میں لانے سے پہلے ایڈورڈ ایک اور خاتون سے منسوب ہو چکا تھا۔ اور ایسی حالت میں دونوں شہزادے جو اولاد نا جائز تھے تخت و تاج کے حقیقی وارث نہ ہو سکتے تھے۔ یہ داؤں تو چل گیا لیکن اب بھی رچرڈ اور تخت سلطنت کے درمیان ایک اور حجاب حائل تھا یعنی امیر کلارنس کے نوعمر بیٹے امیر وارک کا حق رچرڈ کے حق پر مرجح تھا۔ یہ مشکل جیسی بجا تھی ویسی ہی حل کر لی گئی کیونکہ وارک

شہزادے غیر صحیح النسب قرار دیئے گئے

کا باپ باغی تھا اس لیئے وہ تخت نشین نہیں ہو سکتا۔ غرض ۲۵ جون کو پارلیمنٹ کے امرا اور عوام کی ایک جماعت نے تاج شاہی رچرڈ کو پیش کیا اور اس کے دوسرے دن اُس نے ایوان ویسٹ منسٹر میں داخل ہو کر رچرڈ سوم کے لقب سے اُس سنگ مرمر کے تخت پر جلوس کیا جو رسم تخت نشینی کے لیئے مخصوص ہے۔ اس کے چند دن بعد امیر ریورس اور سر رچرڈ گرے کی پانٹی فریکٹ میں گردن ماری گئی اور ساتھ ہی ایڈورڈ پنجم کے عہد کا خاتمہ ہوگیا۔

رچرڈ سوم

۱۴۸۳ء لغایت ۱۴۸۵ء

لیکن وہ سانحہ ابھی پیش نہ آیا تھا جس کی حسرت خیز یاد ابھی تک لوح روزگار پر نقش ہے۔ رچرڈ کی رسم جلوس اُس تمام تزک واحتشام کے ساتھ عمل میں آئی جس کی تیاریاں اُس کے بھتیجے کے لیئے کی گئی تھیں۔ اُس کے بعد وہ اپنی ملکہ کو ساتھ لیکر انگلستان کے شمالی علاقے کی طرف روانہ ہوا جہاں اُس کی ہردل عزیزی میں کبھی بھی فرق آنے نہ پایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی غیبت میں امیر بکنگھم اپنے کیئے پر بہت پشیمان ہوا کہ کیوں میں نے ایسے شخص کو تاج وتخت کا قبضہ دلانے میں ایسا اہتمام کیا۔ کم سن شہزادوں کی امیری بھی لوگوں کو گراں گزرنے لگی اور اس قید کے گھر گھر چرچے ہونے لگے۔ انھیں ایام میں یہ خبر دور دور پھیل گئی کہ شہزادے لندن کے قلعہ میں قتل کردیئے گئے ہیں۔ لیکن کسی کو باور نہ آتا تھا کہ ایسی بے رحمی کا ارتکاب بھی ہو سکتا ہے۔ ہر شخص کو امید لگی ہوئی تھی کہ رچرڈ اپنے دونوں بھتیجوں کو روز روشن میں لاکر وہ دھبے چھڑا دے گا جو اُن بچوں کے قتل کی افواہ نے اُس کی شہرت کے دامن میں لگا رکھے ہیں۔ لیکن معصوموں کے خون کے یہ داغ کچھ کیچڑ کے دھبے نہ تھے۔ رچرڈ انھیں مرتے دم تک نہ چھڑا سکا۔ کوئی دو سو سال بعد شاہ چارلس دوم کے عہد میں کم سن شہزادوں کی عمر کے دو لڑکوں کی لاشیں قلعہ لندن کے برج سفید کے زینے کے نیچے سے برآمد ہوئیں۔ اور خانقاہ ویسٹ منسٹر میں ہنری ہفتم کے

شہزادوں کے قتل کے چرچے

کینٹسے کے اندر دفن کردی گئیں۔ اگرچہ ہم وثوق کے ساتھ کوئی حکم نہیں لگا سکتے لیکن قلعۂ لنڈن کے قلعدار سر جیمز ٹرل کے اس اقبالی بیان کی صحت میں کلام کی مطلقاً گنجایش نہیں کہ رچرڈ کے حکم سے دونوں شہزادے اپنے بستر پر ہی گلا گھٹوا کر مروا ڈالے گئے اور پھر زینے کے نیچے گاڑ دئے گئے۔ رچرڈ کی زندگی اب اُس کے لیے وبال ہوگئی۔ اس کا مجرم ضمیر اسے دم بھر کو چین نہ لینے دیتا تھا۔ ڈراونے خواب اُسے راتوں کو جگا جگا دیتے تھے اور سوتے میں چیخ چیخ اوٹھتا تھا ادھر ضمیر کی ملامت کی یہ کیفیت تھی اودھر اُس کے دشمنوں کو بھی ناکردہ گناہ شہزادوں کے خون ناحق کے صدقے میں اُس کے خلاف ایک اچھا خاصہ حربہ ہاتھ آگیا تھا۔ بہرحال اپنے مختصر دو سالہ عہد حکومت میں اُس نے

رچرڈ کے عہد کے اصلاحات

سلطنت کا انتظام اچھی طرح کیا تجارت کی حفاظت کے لیے اُس نے عمدہ قوانین جاری کیے اور اوّل اوّل اُسی نے غیر ممالک میں انگریزی آبادی کے حقوق کی حفاظت کے لیے مناسب تدابیر اختیار کیں۔ چنانچہ پایسا میں جو انگریز آباد تھے اُن کے حقوق کی نگہداشت کی خدمت اس نے فلارنس کے ایک سوداگر کے سپرد کی زمانۂ حال کی اصطلاح میں اُس عہدے کو لفظ "قونصل" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ رچرڈ ہی انگلستان کا وہ پہلا تاجدار ہے جس نے شمال انگلستان اور پائے تخت کے درمیان پیام رسانی کے لیے ہرکاروں کا ایک باقاعدہ سلسلہ قایم کرکے گویا ڈاک کے انتظام کی ابتدا کی۔ اُسی کے ساتھ اُس نے ایک قانون نافذ کر کے "ہدایا" کے اُس طریقہ کو موقوف کر دیا جو ایڈورڈ چہارم نے جاری کیا تھا۔ اُس کے علاوہ اُس نے چھاپے کو ترقی دی اور اشاعت کتب نے اُس کی سرپرستی میں بہت کچھ فروغ پایا۔ لیکن بایں ہمہ وہ خوب جانتا تھا کہ لوگوں کو اُس سے عموماً نفرت ہے اور اُس کے تباہ و برباد کرنے کے لیے سازشیں کی جا رہی ہیں۔

امیر بکنگھم نے جو اب رچرڈ کا پورا مخالف ہوگیا تھا شاہی نسل سے ہونے کی بنا پر پہلے تو دعوائے تخت و تاج خود کرنا چاہا لیکن پھر اُس ارادے کو خلاف مصلحت سمجھ کر ترک کر دیا۔ ہوا خواہان خاندان لینکسٹر نے ہنری ٹیوڈر امیر رچمنڈ کو باہر سے بلا بھیجا تھا کہ اگر رچرڈ کو حکومت سے بے دخل کرے اور خود

ہنری ٹیوڈر کو انگلستان آنیکی دعوت

تخت وتاج سنبھال لے۔ ادھر فریق یارک کی جو رچرڈ سے قلبی نفرت رکھتا تھا یہ تجویز تھی کہ ٹیوڈر ایڈورڈ چہارم کی بیٹی الزبتھ سے عقد کرکے یارک اور لینکسٹر دونوں خاندانوں کو ملادے۔ ان حالات میں امیر بکنگھم کو ہنری ٹیوڈر ہی کی تائید زیادہ مناسب معلوم ہوئی۔ ہنری ٹیوڈر اور اُس کے دعاوی کی حقیقت سمجھنے کے لیے ہمیں سو سال پیچھے ہٹکر ایڈورڈ سوم کے شجرے پر نظر ڈالنی پڑے گی (دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۲۳۱) اس نقشہ سے معلوم ہوگا کہ ہنری ٹیوڈر کی ماں مارگریٹ بوفرڈ کیتھرائن سوین فرڈ کے بطن سے جان رئیس گانٹ امیر لینکسٹر کی پوتی تھی لیکن اتنی دور کی تلاش کے بعد بھی حکومت کا یہ استحقاق کچھ بہت زیادہ وزن دار نہیں ثابت ہوتا اس لیے کہ اول تو برادران بوفرٹ کے نسب کی صحت کا اعلان بھی رچرڈ دوم ہی کی عنایت سے ہوا دوسرے ہنری ٹیوڈر کے باپ کی حیثیت بھی اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ ویلز کا ایک شریف زادہ تھا اور اُس کے باپ اوون ٹیوڈر کی شادی ہنری پنجم کی بیوہ کیتھرائن رئیسۂ فرانس سے ہوئی تھی۔ (دیکھو نقشہ مندرجہ ۱۵۱) پھر جو انگریز ہنری امیر رچمنڈ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کے لیے آمادہ ہوگئے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رچرڈ سے وہ کس حد تک بیزار ہوں گے۔

رچرڈ کو ان تمام سازشوں کا علم تھا۔ اسی لیے اُس کے حریفوں کی کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ اور بکنگھم گرفتار ہوکر ۲ نومبر ۱۴۸۳ء کو قتل کر دیا گیا۔ رچرڈ دو سال تک حکمراں رہا لیکن ۱۴۸۴ء میں اُس کے بیٹے کا جو ولیعہد سلطنت تھا انتقال ہوگیا۔ ایک سال بعد بتاریخ ۷ اگست ۱۴۸۵ء ہنری امیر رچمنڈ نے ملفرڈ ہیون کی بندرگاہ میں جو پمبروک شایر میں واقع ہے لنگر ڈالا لنگر اندازی کے وقت اُس کے ساتھ صرف دو ہزار

ہنری امیر رچمنڈ کی لنگر اندازی ۷ اگست ۱۴۸۵ء

آدمیوں کی جمعیت موجود تھی۔ اسی مختصر سی جمعیت کے ساتھ اُس نے کوچ کیا لیکن رستے میں لوگ اطراف و جوانب سے آآکر اُس کے ساتھ شامل ہوتے گئے اور اس جمعیت نے بہت جلد ایک لشکر جرّار کی صورت اختیار کرلی۔ رچرڈ اگرچہ اس خطرے کو مطلق خاطر میں نہ لایا لیکن پھر بھی بمقتضائے احتیاط فوجیں لیے ہوئے نکلا اور لیسٹر تک بڑھا چلا گیا۔ مارکٹ باسورتھ کے میدان پر شہر سے باہر

میدان باسورتھ کی لڑائی
۲۲ اگست ۱۴۸۵ء

دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ لڑائی ابھی شروع بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لارڈ اسٹینلی رچرڈ کا ساتھ چھوڑ کر اپنے تمام ہمراہیوں سمیت دشمن سے جا ملا پرسی امیر نارتھمبرلینڈ نے بھی نفت کے وقت دغا دی اور اپنا دستۂ فوج لئے ہوئے دشمن کی فوج میں جا شریک ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر رچرڈ کی تمام امیدیں منقطع ہوگئیں اور اُسے یقین ہوگیا کہ اب بنائے سے کچھ نہ بنے گا اس لئے اب میدان جنگ میں صرف عزت کی موت باقی رہ گئی تھی اور چونکہ دل کا بودا نہ تھا اس نعرے کے ساتھ کہ "میرے ساتھی مجھے دغا دے گئے"، تلوار سونت کر غنیم کی صفوں میں جا گھسا اور داد مردانگی دیتا ہوا مارا گیا۔ اُس کا تاج کٹیلی کی ایک جھاڑی کے نیچے پڑا ہوا ملا اور ہنری کے سر پر رکھا گیا۔ اس طور پر گلاب کے پھولوں کا معرکہ جس نے قتل و نہب اور خونریزی و غداری کا بازار ملک بھر میں گرم کر رکھا تھا خدا خدا کر کے ختم ہوا اور ملک کو پھر چین نصیب ہوا۔ اس کے کچھ ہی دن بعد ہنری ٹیوڈر نے خاندان یارک کی شہزادی الزبتھ کے ساتھ جو ایڈورڈ چہارم کی بیٹی تھی عقد کر کے نہ صرف تخت نشینی کے لئے قوی استحقاق پیدا کر لیا بلکہ لینکسٹر اور یارک کے دونوں رقیب گھرانوں کو متحد کر دیا۔

جنگ گلاب کا خاتمہ

جنگ گلاب کے خاتمے کے ساتھ انگلستان میں قرون وسطیٰ کی تاریخ کا دور تمام ہوتا ہے۔ ان قرون میں امرا کی طاقت کا پلہ نہایت زبردست تھا اور بادشاہ گویا اُن کا سردار ہوتا تھا جسے اساقف یعنی سرداران کلیسا اور جاگیردار یعنی امرائے سلطنت لبا اوقات اپنے قابو میں رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ انگلستان کی حیثیت اس زمانے میں براعظم یورپ کے ایک حصے سے بڑھ کر نہ تھی۔ گویا یورپ ایک بہت بڑا خاندان تھا اور انگلستان اس خاندان کے ایک کنبے کا حکم رکھتا تھا۔

قرون وسطیٰ میں انگلستان اور براعظم یورپ کے گہرے تعلقات۔

امرائے انگلستان و فرانس اکثر صورتوں میں باہم دگر قریب کے رشتہ دار ہوتے تھے اور جنگ و امن دونوں حالتوں میں گویا فوجی سرداروں کی اس برادری سے تعلق رکھتے تھے جس کا شیرازہ اصول شجاعت و مروت

نے باندھ رکھا تھا۔ انگلستان کے علماء و فضلا اور قسیس اکثر صورتوں میں یا تو بدیسی ہوتے تھے یا باہر سے تعلیم پاکر آتے تھے۔ لنڈن کے تاجروں کی سب سے زیادہ بااقتدار جماعت ساحل بحیرہ بالٹک کے جرمن سوداگروں کی انجمن تھی اور انگریزوں کو ہمیشہ اس بات کی شکایت رہتی تھی کہ شاہان انگلستان کے درباروں میں تمام بڑی بڑی خدمتوں پر غیر ممالک کے باشندوں کا قبضہ ہے۔

لیکن کچھ دنوں سے یہ پرانی بندشیں رفتہ رفتہ ڈھیلی پڑنے لگی تھیں۔ گذشتہ پچاس سال سے امرا کا طبقۂ قدیم تباہ ہو رہا تھا۔ کچھ تو جنگ صد سالہ میں مرکھپ گئے تھے اور ایک بہت بڑی تعداد جنگ گلاب کے معرکوں میں کام آچکی تھی۔ ان خانہ جنگیوں کے دوران میں شاہی نسل کے جو افراد کام آئے اُن کا شمار کسی طرح اسی سے کم نہ تھا اور جب کوئی امیر باغی قرار دیا جاتا تھا اور یہ صورت اکثر پیش آتی رہتی تھی تو باغی کی تمام جائداد بادشاہ کے قبضے میں چلی جاتی تھی۔ جب ہنری ہفتم سریر آرائے سلطنت ہوا تو اُسکی پہلی پارلیمنٹ کے اجلاس میں صرف ستائیس امیر الامرا اور کمتر درجہ کے رؤسا اور جاگیردار شریک ہونے کے لئے موجود تھے۔ بلاشبہ اس موقع پر کچھ امیر ایسے بھی تھے جو ہنری ہفتم کی سیادت تسلیم نہ کرنے کے باعث پارلیمنٹ میں نہ آئے لیکن بایں ہمہ اُن ستائیس میں بھی کئی امرا ایسے تھے جنھیں منصب نیا نیا عطا ہوا تھا۔

قدیم طبقۂ امرا کی بربادی

یہ سچ ہے کہ اِن میں سے بعض امرا نہایت طاقتور تھے اور اُن کی اس بڑھی ہوئی طاقت کا باعث ایک خاص دستور تھا جو سربراہی کے نام سے موسوم تھا۔ اس دستور کی رو سے امرا اپنے علاقے کے تمام سفید پوشوں اور شریفوں کو جو اُن کی طرف سے بمعاوضہ حمایت و حفاظت جنگی خدمات انجام دیتے تھے وردیاں اور نشان دیا کرتے تھے۔ لیکن ان طاقتور امیروں کے زور ٹوٹنے کا وقت قریب تھا۔ بارود نے جس کا استعمال عام ہوگیا تھا بادشاہ کے ہاتھ میں ایک نئی طاقت دے دی تھی جس کے آگے تیر و کمان اور نیزہ و شمشیر بالکل بیکار تھے توپخانہ اور گولی

سربراہی کا دستور

بارود کا ذخیرہ بادشاہ اور اُس کے وزرا کی نگرانی میں رہتا تھا۔ اور توپوں کی ایک ہی باڑہ امرا کے تیر اندازوں اور نیزہ برداروں کو منتشر اور اُن کے قلعوں کو مسمار کر سکتی تھی۔

امرا کا زور تو ٹوٹ گیا تھا۔ لیکن شرفا اور متوسطین دولت و رسوخ میں ترقی کر رہے تھے۔ ان دونوں طبقوں کے جو افراد اپنے تمول یا خدمت سرکار کے باعث اعلیٰ مدارج پر فایز تھے عہد قدیم کے مغرور امرا کے مقابلے میں بادشاہ کے زیادہ فرمانبردار تھے اور قیام امن و ترقی تجارت کے ساتھ غیر ملکی لڑائیوں کی بہ نسبت اُنھیں زیادہ شغف تھا۔ غرض پرانے اور نئے امیروں میں ایک بڑا فرق ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ قدیم امرا تو غیر ممالک میں جا کر جنگ کرنے اور داد تہور و مردانگی دینے کو زندگی کا بہترین مشغلہ سمجھتے تھے۔ بخلاف اُس کے امرائے طبقہ جدید گھر میں رہ کر حریت شخصی کی نعمت سے بہرہ اندوز ہونے اور علوم و فنون اور تجارت و صنعت سے متمتع ہونے ہی کو اپنا نصب العین خیال کرتے تھے ہنری ہفتم کی تخت نشینی کے ساتھ ہم ایک دور سے نکل کر دوسرے دور میں داخل ہوتے ہیں اور اس میں ذرا شک نہیں کہ نئے انقلاب کا رستہ صاف کرنے کے لیے کئی ایک اعتبار سے وہ موزوں ترین شخص تھا۔

قرون وسطیٰ کی تحویل از منہ جدیدہ میں

باب پنجم

سلسلۂ ٹیوڈر کے تاجداروں کی زبردست حکومت

خاندان ٹیوڈر کے فرمانروا

یارک — لینکسٹر — ویلز

ایڈورڈ چہارم — جان، بوفرٹ، امیر سامرسٹ — اودن ٹیوڈر شوہر کتھرائن رئیسۂ فرانس بیوہ ہنری پنجم

مارگرٹ بوفرٹ .... منکوحہ .... ایڈمنڈ ٹیوڈر

الزبتھ رئیسۂ یارک .... منکوحہ .... ہنری ہفتم

سال ولادت 1457ء سال وفات 1509ء زمانہ حکومت 1485ء تا 1509ء

آرتھر — سولہ سال کی عمر میں فوت ہوا

مارگرٹ — زوجہ جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ

جیمز پنجم شاہ اسکاٹلینڈ

میری ملکہ اسکاٹلینڈ

ہنری اسٹوارٹ (لارڈ ڈارنلی) سے عقد کیا

جیمز اول شاہ انگلستان جس کا لقب شاہ اسکاٹلینڈ ہونے کی حیثیت سے جیمز ششم تھا اور یہی نسل اسٹوارٹ کے فرمانرواؤں میں انگلستان کا پہلا فرمانروا تھا۔

ہنری ہشتم — سال ولادت 1491ء سال وفات 1547ء زمانہ حکومت 1509ء تا 1547ء

اس کی حسب ذیل بیویاں تھیں

(۱) کیتھرائن رئیسۂ ایراگان
(۲) این بولین
(۳) جین سیمور
(۴) این رئیسۂ کلیوز
(۵) کیتھرائن ہوورڈ
(۶) کیتھرائن پار

میری — سال ولادت 1516ء سال وفات 1558ء منکوحہ فلپ ثانی شاہ ہسپانیہ عہد حکومت 1553ء تا 1558ء (کیتھرائن رئیسہ ایراگان کے بطن سے)

الزبتھ — سال ولادت 1533ء سال وفات 1603ء عہد حکومت 1558ء تا 1603ء (این بولین کے بطن سے)

ایڈورڈ — سال ولادت 1537ء سال وفات 1553ء عہد حکومت 1547ء تا 1553ء (جین سیمور کے بطن سے)

میری — منکوحہ (۱) لوئی دوازدہم شاہ فرانس (۲) امیر سفاک

فرانسیز برینڈن منکوحہ ہنری گرے

لیڈی جین گرے

تیرھواں باب

فرمانروایان نسل ٹیوڈر دور اصلاح کنیسہ

ہنری ہفتم ۱۴۸۵ء لغایت ۱۵۰۹ء

ہنری ہشتم ۱۵۰۹ء لغایت ۱۵۴۷ء

ہنری ہفتم کے عہد سے تاریخ انگلستان کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ ۳۰ اکتوبر ۱۴۸۵ء کو ویسٹ منسٹر میں اُس کے جلوس کی رسم عمل میں آئی اور سال آیندہ وہ خاندان یارک کی چشم وچراغ الزبتھ کو اپنے حبالۂ عقد میں لے آیا اور اس طور پر دونوں رقیب گھرانے جنگی ایک مدّت سے لڑائی چلی آتی تھی آپس میں مل گئے

ہنری ہفتم کی صورت اور سیرت

ہنری چھریرے بدن کا ایک دبلا پتلا شخص تھا چہرے سے ذکاوت برستی تھی آنکھیں نیلگوں تھیں اور بشرے سے روشنی اور بشاشت مترشح ہوتی تھی۔ ننھیال کی طرف سے اُس کا سلسلہ خاندانِ بوفرٹ سے جا ملتا تھا جس کے اراکین فرزانگی میں شہرۂ آفاق اور فن تدبیر مملکت میں یگانۂ روزگار تھے اور انکی یہ دماغی قابلیت ہنری کو ترکے میں پہنچی تھی۔ اپنی فرانسیسی دادی سے اُسے حکومت کا سلیقہ اور سیاسی شعور میراث میں ملا تھا اور بحالت جلاوطنی اُس نے فرانس میں رہ کر سیاست خارجہ میں درخور حاصل کرلیا تھا اب اس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ داخلی اور خارجی امن قائم رکھے تاکہ خزانے میں روپیہ بافراط جمع ہوسکے اور ملک میں ایک زبردست حکومت قایم ہو جائے۔

پارلیمنٹ نے تخت انگلستان پر اُس کا اور اُس کے جانشینوں کا دوامی حق تسلیم کرلیا اور اس طور پر ویلز والے بھی خوش ہو گئے اس لیے کہ بادشاہ کے باپ کا وطن ویلز تھا۔ لیکن یارک والے ابھی تک بہت بے چین تھے۔ انھیں یہ شکایت تھی کہ بادشاہ کی بی بی اگرچہ نسل یارک سے ہے لیکن سلطنت میں اُن کا جیسا چاہیے دخل نہیں۔ بادشاہ خود خاندان یارک سے ہونا چاہیے تھا۔ چنانچہ ایڈورڈ چہارم کی بہن مارگرٹ رئیسۂ برگنڈی اور جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ کی مدد سے انھوں نے

یکے بعد دیگرے تخت و تاج کے دو جھوٹے دعوےدار کھڑے بھی کر دیئے خاندان یارک کا ایک حقیقی وارث تخت و تاج جوان سال ایڈورڈ امیروارک ابھی تک زندہ موجود تھا۔ اور ہنری نے پیش بندی کی راہ سے اُسے قلعۂ لندن میں نظر بند کر رکھا تھا۔ یہ ایڈورڈ ڈائس امیر کلارنس کا بیٹا تھا جو شراب مامسی کے خم میں ڈبو دیا گیا تھا لیکن ۱۴۸۶ء میں ایک جعلی امیروارک آئرلینڈ میں نمودار ہوا اور امیر کلڈیر کی مدد سے

فریق وارک کی بغاوتیں۔

یہ جعل یہاں تک کامیاب ہوا کہ ڈبلن کے گرجا میں نقلی امیروارک کے جلوس کی رسم بھی منائی گئی۔ ملمع کی بھبڑک دو دن میں اتر جایا کرتی ہے ہنری نے اصلی امیروارک کو باشندگان لندن کے سامنے پیش کر کے نقلی امیر کا پول کھول دیا اور اسٹوک کے مقام پر جو نیوآرک کے قریب واقع ہے ماہ جون ۱۴۸۷ء میں اُس کی فوج کو بھی شکست فاش دی۔ ہنری کا یہ حریف جب گرفتار ہوا تو لیمبرٹ سمنل نامی ایک لڑکا نکلا جس کا باپ آکسفرڈ

لیمبرٹ سمنل ۱۴۸۷ء

میں بڑھئی کا پیشہ کرتا تھا۔ ہنری نے اُسے فقط اتنی سزا دی کہ شاہی باورچی خانے میں برتن مانجھنے کے کام پر لگا دیا۔

اس بغاوت نے ہنری کی توجہ آئرلینڈ کی طرف پھیر دی جہاں انگریز کئی سال سے ساحل کے کنارے ایک قطعۂ زمین پر جو "احاطہ" کہلاتا تھا آباد تھے۔ "اُحاطہ" کے یہ انگریز ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے اور اندرون ملک کے مقامی سرداروں سے بھی اُن کا آئے دن فساد ہوتا رہتا تھا۔ اُنھوں نے

آئرلینڈ کی حالت۔

اپنی ایک جداگانہ پارلیمنٹ بھی بنا رکھی تھی جو من مانے قوانین وضع کیا کرتی تھی ۱۴۹۴ء میں ہنری نے سر ہنری پائننگس کو جس کی عمدہ سپہ سالاری مشہور تھی فوج دیکر آئرلینڈ روانہ کیا کہ اس ملک کا از سر نو انتظام کرے۔ پائننگس نے آتے ہی حسن تدبیر سے فتنہ و فساد مٹا دیا۔ عدالتوں اور

پائننگس کا قانون۔

دوسرے سررشتوں میں انگریزی افسر مقرر کیئے۔ باغی امیر کلڈیر کو گرفتار کر کے انگلستان بھیج دیا۔ اور اس مضمون کا ایک قانون جاری کیا کہ آیندہ سے آئرلینڈ قوانین انگلستان ہی کا تابع ہوگا اور "احاطہ" کی پارلیمنٹ کوئی نیا قانون شاہی کونسل کی منظوری کے بغیر وضع نہ کر سکے گی۔ اسکے بعد

کلڈیر جس نے وفادار رہنے کا عہد کیا تھا نائب السلطنت بنا کر آئرلینڈ واپس بھیج دیا گیا۔

سمنل کی بغاوت سے ایک اور نتیجہ یہ مترتب ہوا کہ ہنری نے جلد ہی الزبتھ کے سر پر ملکۂ انگلستان ہونے کی حیثیت سے تاج سلطنت رکھ دیا تاکہ فرقۂ یارک اسی حیلے سے رام ہو جائے اس کے بعد اس نے اراکین پریوی کونسل میں سے ایک مجلس انتظامی منتخب کی جسے اُن طاقتور مجرموں کو سزا دینے کے اختیارات دیئے گئے جن پر عدالتیں ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتی تھیں یہ مجلس آگے

اسٹار چیمبر کی عدالت۔

چل کر اسٹار چیمبر (ایوان کواکب) کی عدالت میں ضم ہو گئی بس عدالت کو اُس پرانی کونسل کا قائم مقام سمجھنا چاہیئے جس کی وساطت سے بادشاہ آزادانہ طور پر دادگستری کے اختیارات خود استعمال میں لاتا تھا۔ آیندہ بادشاہوں کے عہد میں اس عدالت کی سرگرمیاں بہت کچھ ایذارساں ثابت ہوئیں لیکن ہنری کے زمانے میں اقدام بغاوت کا سختی کے ساتھ انسداد کرنے فتنوں اور شورشوں کے بجبر روکنے اور اس طور پر ملک میں امن وامان قائم رکھنے کے لحاظ سے اُس کا وجود نہایت مفید تھا اسی عدالت کی مدد سے ہنری نے "سرپراہی" کا دستور (دیکھو صفحہ ۱۸۹) موقوف کر دیا جو امرا کے ہاتھ میں رعایا پر ظلم کرنے عدالتوں کو دھمکانے اور اضلاع کے حاکمانِ عدالت کے انتخاب کو ذاتی اغراض و مقاصد کے پابند بنانے کا آلہ بنا ہوا تھا۔ ہنری عزم بالجزم کر چکا تھا۔ کہ سلطنت کے بڑے بڑے امرا کو اپنا مطیع و منقاد کر کے رہے گا اور چونکہ اُن کی تعداد اب پہلے سے بہ نسبت بہت کچھ گھٹ گئی تھی اس لیئے اُن پر قابو پانا اُس کے لیئے آسان تھا۔

اسی اثنا میں ایک اور بغاوت کا مواد پک رہا تھا۔ پرکن واربک نامی ایک نوجوان نے جو بعد میں ٹورنے کا رہنے والا ثابت ہوا یہ دعویٰ پیش کیا کہ جو دو خردسال شہزادے قلعہ لندن میں قید کیے گئے تھے میں اُنھیں میں سے ایک ہوں میرا نام رچرڈ امیر یارک ہے۔ اور جب میرا بڑا بھائی ایڈورڈ پنجم قتل ہوا تھا تو میں آنکھ بچا کر قلعے سے نکل بھاگا تھا۔ شاہ فرانس اور

پرکن واربک ۱۴۹۲-۱۴۹۹ء

مارگرٹ رئیسہ برگنڈی کو اُس کی یہ باتیں باور آگئیں ۔ اور اُنھوں نے اُس کی وراثت کو تسلیم کرلیا۔ دول خارجہ کے درباروں میں بھی اُس کی بڑی آؤبھگت ہوئی غرض ایک جمعیت فراہم کر کے اُس نے آئرلینڈ میں جا سر اٹھایا اور جب یہاں ناکامی ہوئی تو اسکاٹلینڈ چلا گیا جہاں جیمز چہارم نے اپنی بھتیجی کیتھرائن گارڈن سے اُس کا عقد کردیا اور ۱۴۹۶ء میں انگلستان پر چڑھائی کرنے کے لئے فوج سے بھی اُس کی مدد کی۔ اُس فوج کو امیر سرے نے شکست دی اور پرکن فرار ہوکر پھر آئرلینڈ چلا گیا۔ یہاں سے اُس نے کارنوال کا رخ کیا جہاں محصولات کی زیادتی سے تنگ آکر لوگوں نے بغاوت برپا کردی تھی۔ کارنوال میں پرکن نے ایک فوج تیار کی

پرکن کا قلعہ لندن میں قید ہونا ۱۴۹۷ء۔

جسے لے کر وہ اکیسٹر کی طرف بڑھا لیکن ٹانٹن کے مقام پر شاہی افواج سے مڈبھیڑ ہوتے ہی جی چھوڑ بیٹھا اور بھاگ کر بولیو کی خانقاہ میں جا چھپا۔ جہاں وہ گرفتار کرلیا گیا اور ۱۴۹۷ء میں قلعہ لندن میں بھیج دیا گیا۔

ان بغاوتوں نے اگرچہ بادشاہ کو کسی قدر پریشان ضرور کیا لیکن ملک پر جس میں بڑے بڑے اہم انقلابات واقع ہو رہے تھے اُن کا بہت کم اثر ہوا۔ اپنے لائق وزیر صدر اسقف مارٹن کی مدد سے رچرڈ اپنے خزانے کو دولت سے بھر رہا تھا ہر اُس امیر کو جس کے متوسلین کی تعداد بہت زیادہ ہوتی جرمانے کی ایک بھاری رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب بادشاہ امیر اکسفرڈ کے گھر گیا اور اُس تقریب پر اُس نے حشم و حدم کی غیر معمولی نمائش کی تو بادشاہ نے اس علت میں کہ کیوں اُس نے اپنے خدام کو ایسی بھڑکیلی وردیاں دے رکھی ہیں اُس بیچارے پر پندرہ ہزار پاؤنڈ جرمانہ صادر کیا اور جب تک یہ رقم خزانے میں داخل نہ کرائی دم نہ لیا۔ "ہدایا"، جنھیں رچرڈ نے موقوف کردیا تھا پھر وصول کیئے جانے لگے۔ اور خانہ جنگیوں کے دوران میں جو افراتفری پڑ گئی تھی اُس سے فائدہ اٹھا کر ہنری نے بہت سی واجب الوصول رقمیں مطالبہ کر کے خزانے میں داخل کرالیں اور بہت سے زمینداروں کی جائدادوں پر جو سند ملکیت پیش نہ کرسکے

ہنری کا استحصال بالجبر اور خود مختارانہ حکومت۔

قبضہ کرلیا۔ اس سے ہنری کو دو فائدے ہوئے۔ ایک تو وہ امیر جو حد سے زیادہ طاقتور تھے کمزور ہو گئے۔ دوسرے اُس کا خزانہ بھر گیا۔ تاج فرانس پر شاہان انگلستان کے قدیم دعوے کو بھی اُس نے ذریعۂ جلب منفعت بنایا اور بولون سے اپنی فوجیں ہٹا لینے کے معاوضے میں بادشاہ فرانس سے اُس نے ایک بہت بڑی رقم وصول کی۔ ان تدبیروں سے اُس نے ڈھیروں دولت جمع کرلی۔ چنانچہ جب اُس کا انتقال ہوا تو اُس کے بیٹے کو اندازاً بیس لاکھ پاؤنڈ ترکے میں ملے۔ افسوس ہے کہ اس دولت کا بڑا حصہ ناجائز وسائل سے جبراً فراہم ہوا تھا اور لوگوں کی اس میں بڑی بڑی حق تلفیاں ہوئی تھیں۔ ایمپسن اور ڈڈلی نامی دو مقنن جو اس وصولی کے ظالمانہ کام میں عمر بھر بادشاہ کا ہاتھ بٹاتے رہے بڑی نفرت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ لیکن ہنری کو اُس میں ایک اور فائدہ بھی ہوا۔ یعنی اس طور پر دولت سمیٹنے کے باعث وہ پارلیمنٹ کا دست نگر نہ رہا۔ اپنے عہد حکومت کے پچھلے تیرہ سال میں پارلیمنٹ کو اُس نے صرف ایک مرتبہ طلب کیا۔ اور اسی لئے وہ گویا ایک بالکل خود مختار اور مطلق العنان فرمانروا تھا۔

اب ہنری کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح ممالک غیر کے ساتھ صلح و آشتی کے تعلقات قائم ہو جائیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے اُس نے بڑی دانائی سے کام لیا۔ یورپ میں انگلستان کے سب سے بڑے حریف تین تاجدار تھے چارلس ہشتم اور اُس کا جانشین لوئی دوازدہم شاہ فرانس اور فرڈیننڈ شاہ ایراگان

کیتھرائن شہزادی ایراگان کے ساتھ آرتھر کا عقد۔

فرانس کی قوت چونکہ اب بہت بڑھ گئی تھی اور اُس کے علاوہ فرانسیسی ہمیشہ اسکاٹلینڈ والوں کو مدد دینے کے لئے آمادہ رہتے تھے اس لئے ضرور تھا کہ انگلستان کا کوئی ایسا حلیف موجود ہو جو فرانس کے مقابلے میں وقت پڑے پر کام آسکے ادھر خود فرڈیننڈ انگلستان کی امداد کا دل سے متمنی تھا۔ غرض ان باہمی مصالح کو مد نظر رکھ کر دونوں نے آپس میں ایکا کرلیا اور اس سیاسی اتحاد پر ہنری کے سب سے بڑے بیٹے آرتھر شاہزادہ ویلز اور فرڈیننڈ کی بیٹی کیتھرائن شہزادی ایراگان کے عقد نے مہر قرابت لگادی

عقد سے پہلے نوعمر امیر وارک اور پرکین وار بک اس الزام میں قتل کر دیے گئے کہ انھوں نے قلعۂ لندن سے فرار ہو جانے کی کوشش کی لیکن اس دوہرے قتل کی علت غائی غالباً یہ تھی کہ فرڈیننڈ کو اس بات پر اصرار تھا کہ تخت و تاج کے تمام دعویداروں کا قصہ پاک کر دیا جائے اگلے سال ہنری نے اپنی بیٹی مارگرٹ کو بھی جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ سے بیاہ دیا اور اس طور پر یہ ملک بھی انگلستان کا دوست بن گیا

مارگرٹ اور جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ کا عقد۔

اس ہسپانوی شادی کے تین مہینے بعد قضا کار شہزادہ آرتھر کا انتقال ہو گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ کیتھرائن کی قسمت کا کیا فیصلہ کیا جائے۔ فرڈیننڈ اور ہنری دونوں کی تمنا تھی کہ جو رشتہ ان میں قائم ہوا ہے وہ کسی طرح ٹوٹنے نہ پائے۔ اس لئے آپس میں یہ بات طے ہوئی کہ چونکہ کیتھرائن کا نکاح آرتھر کے ساتھ محض رسمی طور پر بندھا تھا اور زن و شوا کٹھے نہ ہوئے تھے لہذا لڑکی انگلستان ہی میں رہے اور اپنے دیور کے ساتھ جو بعد میں ہنری ہشتم کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا عقد کر لے غرض پاپائے روما سے فرمان جواز نکاح حاصل کیا گیا۔ اور شہزادہ ہنری کو جس کی ابھی اچھی طرح مسیں بھی نہ بھیگنے پائی تھیں اپنے بڑے بھائی کی بیوہ کے ساتھ جو عمر میں اُس سے چھ سال بڑی تھی بیاہ دیا گیا۔ ہمیں آگے چل کر معلوم ہو گا کہ اس بے جوڑ شادی سے کیسے کیسے غیر متوقعہ نتائج مترتب ہوئے؛

ہنری شہزادۂ ویلز کی کا نکاح اپنی بیوہ بھاوج کے ساتھ

جن دنوں یورپ کے تاجدار اسطرح طور پر آپس میں رشتے ناتے کر کے اپنی طاقت بڑھا رہے تھے اُسی زمانے میں بعض اولوالعزم شخص جان جوکھوں میں ڈال کر ایسے ایسے نئے اکتشافات کرنے میں مصروف تھے جن سے ساری دنیا کی کایا پلٹ ہو جانے والی تھی ۱۴۹۲ء میں شہر جنوا کے ایک باشندے نے جس کا نام کرسٹوفر کولمبس تھا بجر اوقیانوس کی طرف سے ہندوستان کی راہ نکالنے کا بیڑا اُٹھایا اور اسی کوشش میں ساحل امریکہ کے قریب وہ جزائر دریافت کیے جنھیں اُس نے جزائر غرب الہند کا نام دیا۔ چند سال بعد ۹۸-۱۴۹۷ء میں واسکوڈی گاما نامی ایک پرتگیز نے

کولمبس کے اکتشافات ۱۴۹۲ء۔

راس امید کے گرد پھر کے ہندوستان کا بحری رستہ دریافت کرلیا - اور اسی سال وینس کے ایک باشندے سباسٹین کیبٹ نے شمالی و مغربی سمندروں کی چھان بین کے لیئے جہاں وہ اپنے باپ کے ہمراہ سال بھر قبل ہو آیا تھا ہنری ہفتم کی اجازت لے کر برسٹل سے لنگر اٹھایا - لیبریڈار کے ساحل اور برف کی اُن تیرتی ہوئی چٹانوں میں سے گزرتا ہوا جن پر قطبی ریچھوں کا بسیرا تھا کیبٹ نیوفونڈلینڈ تک جا پہنچا اور کاڈ مچھلیوں کی مشہور شکارگاہ سے دنیا کو روشناس کیا -

واسکوڈی گاما اور کیبٹ ۱۴۹۷-۱۴۹۸ء -

ان جغرافی انکشافات کے ساتھ ساتھ اٹلی سے نئے نئے علوم و فنون اکثر انگلستان میں پھیل رہے تھے ۱۴۵۳ء میں ترکوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کیا اور بہت سے یونانی علما نے جو بھاگ کر اٹلی چلے آئے تھے ارض مغرب کے رہنے والوں میں ادبیات یونان کو رواج دیا - کچھ تو ان جدید معلومات نے اور کچھ کتب مطبوعہ کی اشاعت نے لوگوں کو فلاسفۂ یونان کی تصانیف اور یونانی زبان کی اناجیل کے مطالعہ کا شوق دلایا - اس سے پہلے خود قسیس بھی انجیل بزبان لاطینی پڑھا کرتے تھے - ۱۴۹۶ء میں کالٹ نامی ایک انگلش پادری نے جو اٹلی ہو آیا تھا آکسفرڈ میں کچھ لکچر دیئے جن کا حرف حرف نئے خیالات سے لبریز تھا - ۱۴۹۷ء میں ہالینڈ کے مشہور عالم ارسمس نے جو یونانیات میں مہارت رکھنے کے علاوہ ایک بہت بڑا مصلح بھی تھا پہلی مرتبہ انگلستان کا سفر کیا اور سر ٹامس مور نے جس کی قانون دانی اور علم دوستی انگلستان میں مشہور ہے ۱۵۰ء میں ایڈورڈ پنجم کی سوانح عمری قلمبند کی - یہ پہلی کتاب تھی جو انگریزی نثر کے موجودہ رنگ میں لکھی گئی - یونیورسٹیوں میں نئے خیالات کا دور دورہ تھا اور ایک نئے جوش سے بھرے ہوئے زندگی کے آثار علمی حلقوں میں نمایاں تھے - لوتھر کے خطبے جرمنی میں ہل چل ڈالنے لگے تھے لیکن اس ہل چل کا آغاز ہی ہوا تھا کہ ہنری ہفتم اُس محل میں جو اُس نے رچمنڈ میں تعمیر کیا تھا انتقال کر گیا اور خانقاہ ویسٹ منسٹر کے اس خوشنما کنیسے میں جو اسی کے نام سے موسوم ہے دفن کیا گیا - اُس نے تین اولادیں یادگار چھوڑیں (۱) مارگرٹ

علوم جدیدہ

ملکہ جیمز چہارم شاہ اسکا لینڈ (۲)، میری جس نے بعد میں لوئی دوازدہم شاہ فرانس سے عقد کیا اور (۳)، ہنری ایک حسین وجمیل ہیجدہ سالہ نوجوان جس کے عہدِ بادشاہی میں بڑے بڑے تاریخی واقعات ہوئے۔

ہنری ہشتم

۱۵۰۹ء لغایت ۱۵۴۷ء

ہنری ہشتم کے بادشاہ ہونے کی خوشی سارے انگلستان نے یکساں منائی۔ اُس کی رگوں میں یارک اور لینکسٹر دونوں قبیلوں کا خون دوڑ رہا تھا خدا نے اُسے طبیعت بھی اچھی دی تھی۔ بڑا خوش مزاج اور ملنسار تھا۔ ہر شخص کی دلجوئی ہر ایک کے ساتھ مذاق اور دل لگی اُس کی فطرت میں داخل تھی۔ مزاج میں فیاضانہ ایثار بھی تھا جس سے گمان ہوتا تھا کہ باپ کی خبر رسی اس میں نہ آنے پائے گی۔ تعلیم بھی بہت اچھی ہوئی تھی اس لئے کہ جب اُس کا بڑا بھائی زندہ تھا تو خیال یہ تھا وہ کنٹربری کے صدر اسقف کے منصب پر فائز ہو اور ظاہر ہے کہ اس عہدے کے واسطے بڑی علمی قابلیت کی ضرورت تھی وہ فن موسیقی میں کمال رکھتا تھا اور شہسواری اور کشتی کے فنون میں بھی طاق تھا۔ وہ خود رائے ضرور تھا۔ اور پرلے درجہ کا خود بین بھی واقع ہوا تھا لیکن اُس کے معاملہ فہم ہونے میں کلام نہیں۔ اس کے علاوہ رعایا میں ہر دلعزیز ہونے کی خواہش بھی ہمیشہ اس پر غالب رہتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود اُن لغزشوں کے جو اُس سے رہ رہ کر سرزد ہوتی تھیں لوگوں کے دلوں سے اپنے اکھڑ مگر رنگیلے بادشاہ کی محبت کبھی پوری طرح سے زائل نہ ہونے پائی۔ اس کا سب سے بڑا عیب یہ تھا کہ وہ حد سے زیادہ خود غرض اور نفس پرست تھا۔ اپنے کسی مدعا کے حاصل کرنے یا اپنی ہر دلعزیزی کے برقرار رکھنے کے لئے وہ اپنے وفادار سے وفادار خادموں کو بھی نہایت بیدردانہ طور پر قربان کر دیتا تھا اور چونکہ بڑھتی عمر کے ساتھ نفس پرستی بھی بڑھتی جاتی ہے جس نے مرتے دم تک ہنری کا ساتھ نہ چھوڑا اس لئے اخیر عمر میں

ہنری ہشتم کی سیرت۔

اُس کی حالت ایک وحشی اور بے درد ظالم کی ہوگئی تھی اور اگر اُسے یہ خوف نہ ہوتا کہ اُس کی ہر دلعزیزی جاتی رہے گی تو نہ معلوم وہ کیسا کچھ کھُل کھیلتا۔

باپ کی وفات کے بعد جلد ہی اُس نے اپنی منگیتر کیتھرائن ایراگان کی شہزادی سے شادی کر لی اور ۲۴ جون ۱۵۰۹ء کو دونوں کی تاجپوشی کی رسم عمل میں آئی۔ ہنری نے زمام اختیار اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے پہلا حکم یہ دیا کہ ایمپسن اور ڈڈلی کو گرفتار کر کے اُن پر مقدمہ چلایا جائے چنانچہ اُن دونوں کی گردن ماری گئی اس کے بعد وہ انگلستان کے جنگی بیڑے کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا۔ اُسوقت تک اُس کے پاس صرف ایک جنگی جہاز تھا۔ یہ جہاز جس کا نام "گریٹ ہیری" تھا اُس کے باپ کے عہد حکومت میں بنا تھا۔ لیکن ۱۵۱۱ء میں ایک بڑا جنگی جہاز "دی لائن" اسکاٹلینڈ والوں سے غنیمت میں ملا اور سال آیندہ ایک اور جہاز ایک ہزار ٹن وزن کا "دی ریجنٹ" کے نام سے تیار کرایا گیا۔ اس جہاز کو فرانسیسیوں نے غرق کر دیا۔ اُس پر ایک اُس سے بھی بڑا جہاز "ہنری گریس ڈی ڈیو" بنوایا گیا اور پھر متعدد اور جہاز یکے بعد دیگرے تیار ہوئے جہاز سازی کے اہتمام کے علاوہ بادشاہ نے سررشتۂ امارت بحری کی بھی بنا ڈالی اور ۱۵۱۳ء میں ٹرینیٹی ہاؤس (دار التثلیث) کی مجلس قائم کی جس نے روشنی کے میناروں کی تعمیر جہازوں کی رہنمائی کے لئے آب شناس بدرقوں کے باضابطہ تقرر جہاز رانی کے قوانین کی ترتیب اور خطرناک مقامات میں لنگر نماؤں کی نشاندہی سے بہت کچھ مفید خدمات انجام دی ہیں۔ مزید براں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہنری نے ڈیپٹ فرڈ وولچ اور پورٹسمتھ میں جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ موجودہ برطانوی بیڑے کا بانی قرار دیا جاسکتا ہے۔

موجودہ برطانوی بیڑے کا بانی ہنری ہشتم تھا۔

ہسپانیہ اور جرمنی نے ایکا کر کے ایک "اتحاد مقدس" قائم کیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ پاپائے روما کے مقبوضات کو فرانس کی دستبرد سے بچایا جائے۔ ہنری بھی اس اتحاد میں شریک ہو گیا لیکن اُس کا یہ فعل دانشمندانہ نہ تھا۔ جنگ نہایت نقصان رساں ثابت ہوئی۔ اور جان و مال کی بے دریغ قربانیاں کرنیکے بعد

جنگ مہمیز - ۱۶ اگست ۱۵۱۳ء

انگریزوں کو فلینڈرس میں صرف شہر ٹورنے ہاتھ لگا جس معرکے میں یہ شہر سر ہوا وہ جنگ مہمیز کے نام سے موسوم ہے اور جنگ مہمیز اُسے اس لئے کہتے ہیں کہ جس طرح مہمیز لگانے سے گھوڑا فراٹے بھرنے لگتا ہے اسی طرح فرانسیسی بھی اس معرکے میں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے تھے ۱۵۱۴ء میں فرانس کے ساتھ صلح ہوگئی۔ اور ہنری کی سب سے چھوٹی بہن میری کی لوئی دوازدہم سے شادی کردی گئی۔ تین مہینے بعد لوئی کا انتقال ہوگیا اور اس کے بیٹے فرانسس اول نے تخت فرانس پر جلوس کیا۔

فرانسس اول شاہ فرانس ۱۵۱۵ء

اس اثنا میں اسکاٹلینڈ والوں نے جو ہمیشہ سے فرانس کی دوستی کا دم بھرتے چلے آتے تھے موقع پاکر ۱۵۱۳ء میں انگلستان پر حملہ کردیا۔ ہنری ملک میں موجود نہ تھا اس لیئے اُس کی بجائے امیر سرے نے دشمن کا مقابلہ کیا اور فلاڈن کی مشہور لڑائی میں شکست فاش دی۔ اور جیمز چہارم کھیت رہا۔ ہنری کی بہن مارگریٹ جسکا بیٹا جیمز پنجم دو سال کا دودھ پیتا بچہ تھا اب حکومت اسکاٹلینڈ کی مختار کار بن گئی۔ کئی سال تک امرائے اسکاٹلینڈ کو آپس ہی کی لڑائی جھگڑوں سے اتنی فرصت نہ ملی کہ انگلستان کو پریشان کرسکیں لیکن ستائیس سال بعد جبکہ ہنری کا عہد حکومت ختم ہورہا تھا اسی جیمز پنجم نے اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر انگلستان پر چڑھائی کی اور ۲۵ نومبر ۱۵۴۲ء کو سالوے ماس کی لڑائی میں شکست کھائی۔ نوجوان شاہ اسکاٹلینڈ کو اس شکست کا ایسا رنج ہوا کہ وہ گھل گھل کر اسی غم میں مر گیا۔ بدنصیب میری ملکہ اسکاٹلینڈ اسی کی لڑکی تھی اور باپ کے مرنے کے وقت اُس کا شیرخوارگی کا عالم تھا۔

جنگ فلاڈن ۹ ستمبر ۱۵۱۳ء

جنگ سالوے ماس ۱۵۴۲ء

اب ہمیں چاہیئے کہ اپنی توجہ کسی اور طرف ہٹنے نہ دیں اور ان گوناگوں انقلابات پر نظر جمائے رہیں جو انگلستان میں یکے بعد دیگرے پیش آتے رہے ہیں اسلیئے کہ ہنری ہشتم کا عہد حکومت گویا ناٹک کا ایک کھیل ہے۔ جس طرح ناٹک میں ایک تماشہ گر آتا ہے اور اپنا کھیل دکھا کر چلا جاتا ہے اسی طرح ہنری کے مزاج میں بھی کبھی کوئی عورت اور کبھی کوئی مرد دخیل ہوکر کچھ

دیر کیلئے اپنے اقتدار کے کرشمے دکھا کر رخصت ہو جاتا تھا اور اپنی جگہ کسی نئے رقیب کے لیئے خالی کر جاتا تھا۔ بادشاہ پر سب سے پہلے جس شخص نے اپنا اثر ڈالا اور سب سے زیادہ اقتدار حاصل کیا وہ شہر اپسیچ کے ایک دولتمند باشندے کا نوجوان بیٹا ولزے نامی تھا۔ ولزے ہنری ہفتم کے محل کا پادری رہ چکا تھا اور فرانس میں ہنری ہشتم کے بڑے کام آیا تھا۔ فرانس سے واپس

ولزے کی وزارت ۱۵۱۵ء غایت ۱۵۲۹ء۔

آکر بادشاہ نے اُسے یارک کا صدر اسقف اور وزیر خزانہ مقرر کیا اور بعد میں پاپا نے اُسے کارڈینال کا درجہ عطا کر کے دربار لندن میں اپنا وکیل مطلق بھی بنا دیا اس سے اُس کے اختیارات نہایت وسیع ہو گئے وزیر خزانہ ہونے کی حیثیت سے وہ سلطنت کا صدر اعظم تھا اور پاپا کے وکیل مطلق ہونے کے باعث اُسے کلیسا کے معاملات میں کنٹربری کے صدر اسقف پر بھی تفوق حاصل تھا۔ ولزے کی قابلیت اور روشن ضمیری میں کلام نہیں۔ وہ علوم وفنون کا سرپرست تھا اور آکسفرڈ کا کرائیسٹ چرچ کالج اُسی کا قائم کیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ وہ معاملات خارجہ میں بڑی واقفیت رکھتا تھا۔ ان خوبیوں کے ساتھ ایک عیب بھی اُس میں ضرور تھا۔ مملکت کے نظم ونسق میں غرض ریزی وجاہ طلبی کا کوئی دقیقہ اُس نے اٹھا نہ رکھا تھا لیکن ملک کی اس بہی خواہی میں اُس کی ایک خاص غرض شریک تھی۔ اُس کی بڑی تمنا یہ تھی کہ بادشاہ کی قوت بڑھائے اور خود عزت و دولت پیدا کرے روپیہ کی فراہمی کے لیئے اُس نے انواع واقسام کے طریقے اختیار کر رکھے تھے کبھی "ہدایا" وصول کرتا تھا کبھی جبراً قرض اٹھاتا تھا کبھی عدالتوں سے لوگوں پر جرمانے کرا دیتا تھا۔ اس طور پر اُس نے بادشاہ کے خزانے کو بھی بھر دیا اور خود بھی ہنری سے انعام واکرام لے لے کر مالا مال ہو گیا اُس کی دولت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُس نے قصر ہیمپٹن کورٹ اور قصر یارک ہاوس (جو آگے چل کر وھایٹ ہال کے نام سے موسوم ہوا) جیسے شاندار محل خود اپنے رہنے کے لیئے تعمیر کرائے لیکن ولزے کو یہ تمام دولت انگلستان ہی سے نہیں ہاتھ آئی تھی۔ یورپ کا

سب سے بڑا تاجدار اس وقت شہنشاہ چارلس پنجم تھا جسے ہسپانیہ کی سلطنت اپنے نانا فرڈیننڈ سے ترکے میں ملی تھی جرمنی کا تخت اپنے دادا میکسیملین کی وفات پر اس کے ہاتھ آیا تھا اور نیدرلینڈ کا علاقہ اپنی دادی میری ڈچیس برگنڈی سے میراث میں ملا تھا۔ ذیل کے شجرہ نسب سے شاہان یورپ کے بین الاقوامی تعلقات کی کیفیت اچھی طرح واضح ہوگی۔

سیاسیات یورپ۔

جرمنی ہسپانیہ

شہنشاہ میکسیملین — شوہر میری ڈچیس برگنڈی — فرڈیننڈ شاہ ایراگان — شوہر اسابیلا ڈچیس کیسٹیل

شہزادہ فلپ ...... شوہر ...... جوانا — کیتھرائن منکوحہ ہنری ہشتم شاہ انگلستان

شہنشاہ چارلس پنجم

فلپ دوم .... شوہر .... میری ملکہ انگلستان

چارلس پنجم جس کی سطوت واقتدار میں اتنی بہت سی سلطنتیں تھیں ہنری کی ملکہ کیتھرائن کا خواہر زادہ تھا اور اس کی اور فرانسس اول تاجدار فرانس دونوں کی یہی تمنا تھی کہ انگلستان اُن کا ساتھ دے۔ وُلزے دونوں سے برابر تحایف ہدایا وصول کرتا اور دونوں کی رقیبانہ چشمک میں اپنا اُلو سیدھا کرتا رہتا تھا۔ ۱۵۲۰ء میں چارلس پنجم نے انگلستان آکر ہنری ہشتم سے کنٹربری میں ملاقات کی اس کے چند مہینے بعد فرانسس اوّل نے ہنری کو فرانس آنے کی دعوت دی۔ ہنری نے یہ دعوت قبول کرلی اور دونوں تاجدار اپنے اپنے حشم وخدم کے ساتھ گنینے کے مقام پر جو بولون سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے آپس میں آکر ملے۔

میدان فرش زرتار سنہ ۱۵۲۰ء۔

میزبان اور مہمان دونوں نے اس موقع پر اپنے شاہانہ طمطراق اور کر وفر کی نمائش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ بڑی دھوم دھام سے جشن منائے جنگی کرتبوں کے شاندار دنگلوں سے تفریح طبع کا سامان کیا۔ ناؤ نوش کی صحبتیں دونوں طرف سے گرم ہوئیں۔ جس میدان پر اس ٹھاٹھ کے ساتھ یہ جشن بپا ہوا وہ اپنی غیر معمولی شان وشکوہ کے لحاظ سے "میدان فرش زرتار" کہلاتا ہے۔ لیکن اخلاص والفت کے پینگ اس گرمجوشی سے

بڑھانے کے باوجود ہنری واپسی پر چارلس پنجم سے گریولائینز میں پھر ملا اور دو سال بعد اُسے فرانسس پر حملہ آور ہونے میں مدد دی۔

اس میں نکتہ یہ تھا کہ ہنری تو دونوں بادشاہوں کی قوت میں توازن قائم رکھنا چاہتا تھا اور وُلزے جسے پاپائے روما بننے کی ہوس تھی اُن میں سے اُس تاجدار کا ساتھ دینا چاہتا تھا جو اُس کے زیادہ کام آسکے چارلس پنجم نے امداد کا وعدہ کیا تھا لیکن جب دو موقعے پے درپے ہاتھ سے نکل گئے تو ولزے چارلس سے بدگمان ہو کر دوسری طرف جا ملا۔ ۱۵۲۵ء میں جو اٹلی کے شہر پیویا لی کے میدان پر چارلس پنجم اور فرنسس اوّل میں جنگ ہوئی۔

فرانس کے ساتھ اتحاد۔

فرانسیسوں نے شکست کھائی اور اُن کا بادشاہ گرفتار کر لیا گیا۔ چارلس کی طاقت اب اس قدر بڑھتی جاتی تھی کہ ہنری اور ولزے خائف ہو گئے۔ غرض فریقین کے ساتھ یکے بعد دیگرے نامہ و پیام ہوا اور آخر میں فرانس کے ساتھ اتحاد قائم کر لیا گیا۔ انگریزوں کو یہ معاہدہ ناگوار گزرا اس لئے کہ چارلس پنجم فرمانروائے نِدرلینڈ تھا اور معاہدے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ فلینڈرس کے ساتھ اُن کی تجارت رک گئی ہنری نے اس تمام کارروائی کا الزام وُلزے کے سر تھوپ دیا اور چونکہ لوگوں سے جو محصول وصول کیئے جاتے تھے وہ بھی گرانبار تھے اس لیئے ولزے کی طرف سے عام بددلی پھیلنے لگی۔

اب یہ تجویز قرار پائی کہ ہنری کی اکلوتی لڑکی شہزادی میری کا عقد شاہ فرانس کے ایک بیٹے سے کر دیا جائے لیکن ٹاربز کے اسقف نے اس پر یہ کہہ کر اعتراض کیا کہ ہنری نے اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کی تھی اس لیئے میری اولاد جائز نہیں ہوسکتی۔ ہنری یہ سنکر سوچ میں پڑ گیا اور اسقف ٹاربز کا اعتراض اوسکے لیئے ٹھیلتے کا بہانہ ہو گیا۔ کیتھرائن سے اسکی طبیعت اچاٹ ہو چکی تھی۔ دونوں کی شادی کو اٹھارہ سال گزر چکے تھے اور اس شادی سے صرف ایک ہی اولاد میری موجود تھی حالانکہ ہنری اولاد نرینہ کا خواہشمند تھا۔ اس کے علاوہ وہ کیتھرائن کی ایک خواص این بولین پر عاشق بھی ہو گیا تھا اور اُس کو اپنے حبالۂ عقد

ہنری کیتھرائن کو طلاق دینا چاہتا ہے۔

میں لانا چاہتا تھا غرض ۱۵۲۷ء میں اُس نے پاپائے روما کلیمنٹ سابع کو کہلا بھیجا کہ میرا ضمیر متقاضی ہے کہ کیتھراین مذہباً میری بیاہتا بی بی نہیں ہے ایسی حالت میں بذریعۂ طلاق میری اور اُس کی علٰحدگی عمل میں آنی چاہیئے ہنری کو خیال تھا کہ پاپا اُسکی بات مان لے گا اس لئے کہ ابھی پانچ ہی سال ہوئے ہنری نے لوتھر کے خلاف ایک رسالہ لکھا تھا اور پاپائے لیو دہم نے اس تصنیف کے صلے میں اُسے "حامی دین" خطاب دیا تھا۔ لیکن پاپا کی یہ مجال نہ تھی کہ کیتھراین کے خواہرزادے چارلس پنجم کو ناراض کرے جس کی فوجیں پہلے ہی روما میں لوٹ مار مچا کر خود پاپا کو گرفتار کر چکی تھیں۔ پھر بھی کلیمنٹ سابع نے اپنا ایک خاص وکیل کمپیگیو انگلستان بھیجا اور وکیل موصوف نے کیتھراین کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ تارک الدنیا ہو کر کسی خانقاہ میں جا بیٹھے لیکن اُس نے کسی طرح نہ مانا اور اپنے اور اپنی بیٹی کے حقوق کے لئے سینہ سپر ہو گئی اس پر پاپا نے اس مسئلے کا تصفیہ کرنے کے لئے ہنری کو روما بلا بھیجا۔

ولزے اگرچہ بادشاہ کی خدمت گزاری کا دل سے متمنی تھا لیکن اُس کی رائے میں یہ بات کسی طرح قرین مصلحت نہ تھی کہ ہنری این بولین سے نکاح کرے این بولین کو ولزے کے اس عندیئے کا علم تھا اور چونکہ ان دنوں اُس کی کمان چڑھی ہوئی تھی اس لئے اس نے ہنری کے دل میں اپنے وفادار ندیم کی طرف سے گرہ ڈال دی۔

ولزے کا عزل سنہ ۱۵۲۹-۱۵۳۰ء۔

ولزے نے دیکھا کہ اب میری خیر نہیں۔ اُس نے اپنے خوش نما محل بادشاہ کی نذر کر دیئے اور وزارت سے الگ ہو کر یارک کی صدر اسقفی پر چلا گیا۔ لیکن وہاں جا کر اُس کی ہر دلعزیزی اس قدر بڑھ گئی کہ ہنری اُس سے اور بھی زیادہ کھٹکنے لگا اور سال بھر بعد بعلت بغاوت اُس کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ اگرچہ ولزے کو اس وقت صرف اٹھاونواں سال تھا لیکن کثرت کار و ہجوم افکار نے اُسے بیمار و فرسودہ کر دیا تھا۔ اسی بیماری کی حالت میں لندن آتے ہوئے بچارے کو خانقاہ لیسٹر میں مجبوراً قیام کرنا پڑا۔ اور خانقاہ کے راہب جب سامنے آئے تو درد بھرے لہجہ میں اُن سے کہنے لگا کہ "میں اپنی ہڈیاں اس خانقاہ کے گوشے کو امانت سونپنے آیا ہوں۔ جس تندہی

سے میں نے بادشاہ کی اطاعت کی ہے کاش ویسی ہی جانفشانی میں نے طاعت معبود میں بھی دکھائی ہوتی کہ بڑھاپے میں میری مٹی یوں خراب تو نہوتی۔ ولزے کا مرض مرض الموت ثابت ہوا اور خانقاہ لیسٹر ہی میں ۲۰۔ نومبر ۱۵۳۰ء کو اُس کا انتقال ہو گیا

ولزے کی جگہ وزارت خزانہ پر پہلے ہی سر ٹامس مور کا تقرر ہو چکا تھا۔ جو ایک انصاف پسند اور نیک کردار شخص تھا لیکن ہنری کی رائے کے خلاف وہ کچھ نہ کرسکتا تھا۔ چھ سال سے کوئی پارلیمنٹ منعقد نہ ہوئی تھی اس لیئے کہ گزشتہ پارلیمنٹ نے بادشاہ کی خواہش کے مطابق رقم کی منظوری دینے سے انکار کر دیا تھا

هفت سالہ پارلیمنٹ
۱۵۲۹ء لغایت ۱۵۳۶ء

لیکن اب ۱۵۲۹ء میں جو پارلیمنٹ طلب کی گئی وہ برابر سات سال تک قائم رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پارلیمنٹ کے اراکین بادشاہ کی ہر رائے پر آمنّا و صدّقنا کہنے اور اُس کے اُلٹے سیدھے تمام احکام کا امتثال کرنے کے لیئے آمادہ تھے۔ اس پارلیمنٹ کے اجلاس کے زمانے میں انگلستان میں بعض نہایت ہی اہم تبدیلیاں وقوع میں آئیں۔ ہنری کی بڑی آرزو اب یہ تھی کہ کسی طرح پاپا کی مذہبی سیادت کی قید سے آزاد ہو جائے تاکہ کیتھرائین کو بآسانی طلاق دے سکے۔ اس مشکل کے حل کرنے کے لیئے اُسے ایک نیا وزیر مل گیا جو بہت بڑی قابلیت رکھتا تھا۔ اُس کا نام ٹامس کرامول تھا اور سابق میں وہ ولزے کا ملازم رہ چکا تھا۔ ۱۵۳۰ء میں جب

ٹامس کرامول کی وزارت
۱۵۳۰ء لغایت ۱۵۴۰ء

اُسے قلمدان وزارت سپرد ہوا تو اُس نے ہنری کو ایڈورڈ سوم اور رچرڈ ثانی کے عہد کا وہ قانون امتناع مداخلت پاپا" یاد دلایا (دیکھو صفحات ۱۴۱ و ۱۴۹) جس کی رو سے تمام اُن اشخاص پر سزائے قید و ضبطی جائداد عائد ہوتی تھی جو بادشاہ یا اُس کی سلطنت کے حق میں عدالت روما کی دست اندازی کو جائز سمجھیں۔ ولزے نے پاپا کے وکیل مطلق ہونے کی حیثیت سے اس بھولے بسرے قانون کی خلاف ورزی کی تھی اور ہنری نے اس خلاف ورزی کو جائز سمجھا تھا لیکن اب ہنری نے ولزے کو اسی بنا پر مورد الزام قرار دیا اور اُن تمام پادریوں سے بھی جنھوں نے ولزے کا اتباع کیا تھا ولزے کی وفات کے بعد اسی علت میں مواخذہ کیا۔ اس پر پادری بہت

گھبرا گئے کہ کہیں اُن کے روزینے نہ چھن جائیں اور قید کی مصیبت اس پر مستزاد ہو۔ ہنری بھی انھیں اسی طرح ڈھب پر لانا چاہتا تھا غرض انھوں نے بادشاہ کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیج کر رحم وعفو کی التجا کی اور کرامول کی ہدایت پر اس عرضداشت میں ہنری کو "محافظ و پیشوائے کلیسا بلا شرکت احدے" کے القاب سے مخاطب کیا تھا۔ اب پارلیمنٹ نے جو شاہ جان کے زمانے ہی سے پاپا کی مداخلت کو بنگاہ اکراہ دیکھتی چلی آئی تھی ۱۵۳۲-۳۴ء میں دو جداگانہ قوانین نافذ کیے جن کی رو سے انگلستان میں پاپا کے اختیارات کا بالکل ہی خاتمہ ہو گیا۔ پہلے قانون کا مضمون یہ تھا کہ انگلستان کی عدالتوں کے فیصلوں کا کوئی مرافعہ پاپائے روما سے نہ کیا جائے دوسرے قانون میں پادریوں کو ممانعت تھی کہ اپنی معاش کا پہلا ثمرہ جو وہ اب تک نذرانے کے طور پر پاپا کو دیا کرتے تھے آیندہ سے مطلق نہ دیں ۱۵۳۵ء میں "قانون اعلیٰ" کے نام سے ایک نیا قانون نافذ کیا گیا جس کی رو سے ہنری کو کلیسا کے پیشوائے اعلیٰ کا منصب عطا کیا گیا اور اسی زمانے سے تاجداران انگلستان اپنی پارلیمنٹ کے ساتھ تمام مذہبی امور کا پاپا کی دست اندازی کے بغیر خود فیصلہ کرتے چلے آئے ہیں۔

ہنری کلیسا کا پیشوائے اعلیٰ تسلیم کر لیا جاتا ہے ۱۵۳۵ء

معاملۂ طلاق میں اب ہنری کے لئے آسانی پیدا ہو گئی۔ کیمبرج کا ایک عالم کرینمر جو پہلے بھی بادشاہ کی طرفداری کا حق ادا کر چکا تھا کنٹربری کا صدر اسقف مقرر کیا گیا اور اساقف کی ایک مجلس شوریٰ کی مدد سے اُس نے کیتھرائن کے ساتھ ہنری کے نکاح کو کالعدم قرار دیا ۱۵۳۳ء میں ہنری نے این بولین سے عقد کیا اور اسی سال کے ماہ ستمبر میں شہزادی الزبتھ پیدا ہوئی۔

کیتھرائن کو طلاق اور این بولین سے عقد ۱۵۳۳ء۔

وُلزے کی علحدگی کے بعد دینی اور دنیوی حکومت پر کامل و مطلق اقتدار کے حصول سے ہنری بالکل مطلق العنان ہو گیا اب یا تو وہ اپنی مرضی کا تابع تھا یا کرامول کے مشورے پر عمل کرتا تھا جو طبیعت کا درشت اور سخت گیر واقع ہوا تھا۔ اور ہر وقت اسی دھن میں لگا رہتا تھا کہ بادشاہ کے اقتدار میں یوماً فیوماً اضافہ ہو

ویلز میں قانون انگلستان کا نفاذ ۱۵۳۶ء

کرامول نے ملک بھر میں اپنے جاسوس لگا رکھے تھے اور جو شخص بھی اُس کا مزاحم ہوتا تھا اُس کی خیر نہ ہوتی تھی پھر بھی حق یہ ہے کہ اُس نے ملک کا انتظام پورے شغف و انہماک سے کیا اور ولزے کی طرح اپنے لیئے دولت سمیٹنے کا اُسے کبھی خیال تک نہ آیا۔ اُسی کے عہدِ وزارت میں ویلز کا بالآخر انگلستان کے ساتھ پورا الحاق ہوگیا اور ویلز والے انگریزی قانون اور انگریزی آزادی کے حقوق سے متمتع ہونے لگے۔ لیکن اُسی کے ساتھ اس ظالمانہ قانون کا اجرا بھی اُسی کے ایما سے ہوا کہ جن اشخاص پر بغاوت کا الزام لگایا جائے اُنھیں عذر داری یا صفائی کا موقع نہ دیا جائے

قانون بغاوت۔

عجب عبرت کا مقام ہے کہ جب کرامول اپنے عہدۂ جلیلہ سے الگ ہوا تو خود اُسی کو سب سے اوّل اُس قانون کا خمیازہ کھینچنا پڑا سچ ہے چاہ کن را چاہ درپیش۔

این بولین کے ساتھ ہنری کے عقد کا اعلان ہوتے ہی دو قوانین کا نفاذ عمل میں آیا ایک قانون کی رو سے تو شہزادی میری وراثت سے علیحدہ کر دی گئی اور تخت و تاج کی جانشین این بولین کی اولاد قرار پائی۔ دوسرے قانون کا مفاد یہ تھا کہ جو شخص قانون اعتلا کا منکر ہوگا وہ باغی سمجھا جائے گا۔ چونکہ لوگوں سے وقتاً فوقتاً

سر ٹامس مور۔

اُن قوانین کے جواز کا حلف بھی اُٹھوایا جاتا تھا اس لیئے کئی اشخاص نے جو اُنھیں حق بجانب نہ سمجھتے تھے اپنی حقیقی رائے کا اظہار کر دیا اور اس کا خمیازہ کھینچا۔ پہلا شخص جس نے اپنے معتقدات پر اپنی جان اس طرح نثار کی ہنری کا مخلص ترین رفیق اور مشیر سر ٹامس مور تھا۔ اُس کی صداقت و دیانت اُس کے علم و فضل اور اُس کی سادگی و صفائی کی وجہ سے لوگ اُسے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہنری کے نکاح کے معاملے میں وہ سکوت ہی کو اولیٰ سمجھتا رہا لیکن بادشاہ نے اظہار رائے پر اس قدر اصرار کیا کہ بدرجۂ مجبوری اُسے اپنی رائے ظاہر کر دینی پڑی اور صاف کہہ دینا پڑا کہ ملکہ کیتھرائن کی طلاق کو میں مستحسن نہیں خیال کرتا اور نہ اس طریقہ ہی کو پسندیدہ تصور کرتا ہوں جو طلاق حاصل کرنے کے لیئے عمل میں لایا گیا۔ انھیں خیالات کا اظہار راچسٹر کے اسقف فشر نے

کیا۔ ہنری نے دونوں کے قتل کا حکم دیا چنانچہ وہ گرفتار کر کے قلعہ لندن میں بھیج دیئے گئے اور وہیں اُن کی گردن ماری گئی۔ مور کی طبیعت کی شگفتگی مرتے دم تک بدستور قائم رہی۔ دار کا زینہ جب ذرا لرزا تو مور نے قلعہ دار سے مزاحاً کہا کہ دار پر فقط چڑھنا ذرا مشکل ہے اس کا انتظام تم کردو کہ صحیح وسلامت اس کی چوٹی تک پہنچ جاؤں نیچے میں خود چلا آؤں گا" یہ کہہ کر اُس نے اپنی گردن کندے پر رکھ دی اور جلاد کے تیغے کا وار پڑنے سے پہلے یہ آخری درد آلو ظریفانہ فقرہ آیندہ نسلوں کے لیئے یادگار چھوڑتا گیا کہ "میری یہ ڈاڑھی اگر کٹ گئی تو بڑے ہی افسوس کا مقام ہوگا اس لیئے کہ اس بیچاری نے تو بغاوت کے جرم کا ارتکاب نہیں کیا۔

انگلستان کے لیئے یہ بڑی مصیبت اور پریشانی کا زمانہ تھا کیونکہ سارا نظام تمدن درہم برہم ہو رہا تھا۔ کچھ مدت سے غربا سختیاں جھیل رہے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ نئے امرا جنھیں قدیم امرا کی جاگیرات ہاتھ آئی تھیں اناج کی کاشت کے بجائے بھیڑوں کی چرائی سے زیادہ روپیہ پیدا کر سکتے تھے اور اس لیئے بہت کم زمین زیر کاشت تھی اور اسی نسبت سے مزدور بھی گھٹ گئے تھے بہت سے مزارع اور مزدور اپنے مکانوں سے نکال دیئے گئے تھے اور اس اراضی شاملات کے اکثر حصے پر بھی جہاں اُن لوگوں کے مواشی چرا کرتے تھے امرا کا قبضہ ہو گیا تھا۔ ایک اور بڑی خرابی یہ ہوئی کہ قدیم امرا کے متوسلین نے ملازمت سے برطرف ہو کر بھکاریوں اور بدمعاشوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا اور اکثر آدمیوں کا گزارہ ڈکیتی اور قتل پر ہونے لگا۔

رعایا کی حالت۔

اس کے علاوہ مذہبی شکوک کے باعث لوگوں کے عقیدے بہت کچھ ڈانواں ڈول ہو رہے تھے۔ قدیم رشتے ٹوٹ چکے تھے اور نئے رشتے ابھی استوار ہونے نہیں پائے تھے۔ جرمنی اور سوئٹزرلینڈ میں جو عظیم الشان مذہبی انقلاب واقع ہو رہا تھا۔ اُس کی کیفیت سن سن کر باشندگان انگلستان میں ایک کھلبلی سی پڑ رہی تھی۔ ان دونوں ممالک میں لوتھر اور اُس کے شریک کار زوئنگلی نے اصلاح مذہب کا علم بلند کیا تھا۔ اور پاپا اور قسیسین کے اکثر افعال و اعمال کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اس اصول کی

لوتھر اور زوئنگلی

تلقین کی تھی کہ کلیسا کی تعلیم کے بجائے ہمارے لیئے انجیل کی ہدایت کافی ہے۔ اس نئے مذہب کے پیرو اوّل اوّل ۱۵۲۹ء میں پراٹسٹنٹ "داحتجاجیین" کہلائے اور اُن میں بہت سے جرمن شہزادے بھی شامل تھے۔ مگر ہنری نہ چاہتا تھا کہ یہ نیا اصلاح پذیرفتہ مذہب انگلستان میں رائج ہو اس لیئے کہ خود اپنے قلم سے وہ لوتھر کے رد میں ایک رسالہ لکھ چکا تھا لیکن پاپا کے اختیارات کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکنے میں ہنری ایک ایسی بڑی تحریک کو جنبش میں لے آیا تھا جس کا روکنا اُس کے امکان سے باہر تھا۔ کرامول اور کریمنر کی وزارتوں کے عہد میں مذہب عیسوی کے معتقدات کا ایک خلاصہ مرتب کیا گیا مورتوں اور آثار متبرکہ کی پرستش ممنوع قرار دی گئی اور ٹنڈیل کا ترجمہ انجیل بہ تصحیح مائیلز کاورڈیل چھاپ کر شائع کیا گیا اور تمام گرجاؤں میں اسی کو رواج دیا گیا۔ نئے علوم کے حامی اور نیز وہ لوگ جن کے دلوں میں وکلف اور جماعت لالرڈ کی تعلیم کی یاد زندہ تھی ان تبدیلیوں کو بہ نگاہ استحسان دیکھتے تھے اور کرامول نے خانقاہوں کے بند کر دینے کا جو منصوبہ اپنے ذہن میں قائم کر رکھا تھا اُس کی تکمیل میں اس تبدیلی خیالات سے مزید آسانی پیدا ہو گئی۔

انگلستان میں مذہبی تبدیلیاں

ہم دیکھ چکے ہیں کہ قدیم الایام میں زاویہ نشین راہبوں نے ناشایستہ انگریزوں کو مہذب بنانے میں بڑی بڑی مفید خدمات انجام دی تھیں۔ لیکن اِن راہبوں کی خانقاہیں جیسی جیسی دولت و تموّل میں ترقی کرتی گئیں اور راہبوں کے لیئے حقیقی کارگزاری کے مواقع کم ہوتے گئے ویسی ویسی ان میں کاہلی اور نفس پرستی آتی گئی چنانچہ اکثر چھوٹے درجے کی خانقاہیں بدانتظامی اور بداطواری میں مشہور تھیں۔ ولزے ایک موقع پر پہلے ہی پاپا کی اجازت سے کر چند خانقاہیں اور اُن کے بجائے کالج قائم کر چکا تھا۔ کرامول نے جیسے بادشاہ کے لیئے روپے کی ضرورت تھی ایک قدم اور آگے بڑھ کر کریمنر کی مدد سے ان کا بالکل ہی خاتمہ کر دیا۔ چھوٹی خانقاہیں تو ۱۵۳۶ء میں اٹھا دی گئیں اور جو بڑی تھیں وہ ۱۵۳۹ء میں بے چراغ کر دی گئیں۔ تمام راہب مردوں اور راہبہ عورتوں کو

خانقاہوں کی تباہی ۱۵۳۶ء–۱۵۳۹ء

رہبانیت کے ان عزلت کدوں سے نکال دیا گیا۔ کچھ مرد اور عورتیں تو وظیفہ دے کر گھر بٹھادی گئیں اور کچھ بجال خود چھوڑ دی گئیں۔ جو رقم وظائف دے ولاکر بچی اُس کا کچھ حصہ تو جہازوں کی ساخت گرجاؤں کی قسیسی انجمنوں کی پرداخت اور کیمبرج کے ٹرینیٹی کالج (مدرسۂ تثلیثیہ) کی تعمیر پر صرف کیا گیا لیکن اُس کا جزو غالب بادشاہ کی جیب خاص میں چلا گیا۔ اراضی متعلقہ یا تو امیروں کو دے دی گئی یا پرائے نام داموں پر اُن کے ہاتھ بیچ ڈالی گئی۔ اگرچہ کرامول کی حکومت نہایت جابرانہ تھی اور راہبوں کی طرف سے بھی کوئی مخالفت یا مزاحمت نہوئی تاہم یہ تمام کارروائی شورشوں اور فسادوں کے بغیر تکمیل کو نہ پہنچی۔

این بولین کا قتل اور جین سی مور کے ساتھ عقد ۱۵۳۶ء

اس اثنا میں ہنری نے ایک اور بی بی کے ساتھ عقد کر لیا تھا۔ ملکہ کیتھرائن کا جب گوشہ گیری کے عالم میں انتقال ہو گیا تو اس کے چند مہینے بعد ۱۵۳۶ء میں ہنری نے این بولین پر بے عصمت ہونے اور متعدد آشناؤں کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھنے کا الزام لگایا۔ اس الزام میں اُس پر مقدمہ چلایا گیا اور وہ ۱۹ مئی ۱۵۳۶ء کو قتل کر دی گئی۔ اُس کے دوسرے ہی دن ہنری اپنی مقتول ملکہ کی ایک خواص جین سیمور کو اپنے حبالۂ عقد میں لے آیا اور شہزادی الزبتھ اپنی سوتیلی بہن میری کی طرح اولاد ناجائز قرار دی گئی۔

اس صریح جفاکاری اور بے دردانہ سفاکی سے ساری قوم میں ایک افراتفری سی پڑ گئی۔ شمال انگلستان کی آبادی کچھ تو بیکاری کچھ خانقاہوں کی ناگہانی بربادی اور کچھ نئے مذہب سے متنفر ہونے کے باعث پہلے ہی بھری بیٹھی تھی۔ این بولین کے بے رحمانہ قتل نے جلتی آگ پر اور تیل ڈال دیا۔ اور ایک خطرناک بغاوت پھوٹ پڑی جس میں کیا امرا اور کیا کاشتکار سب کے سب شریک ہو گئے۔

شمال اور مغرب میں بغاوتیں

باغیوں نے مطالبہ کیا کہ شہزادی میری وارث تخت و تاج قرار دی جائے پرانا مذہب از سر نو رواج پائے اور کرامول برطرف کر دیا جائے۔ لیکن کرامول اُن کے بس کا نہ تھا۔ اپنے جاسوسوں کے ذریعے سے اُس نے اُن کے تمام منصوبوں کا حال دریافت کر لیا تھا۔ پہلے

تو اُس نے سبھی طرح کے وعدے کر لیئے اور اُنھیں دم دلاسا دے کر ٹالا لیکن پھر تمام مفسدہ پردازوں کو فوجی قوت سے منتشر کر دیا۔ باغیوں نے اپنی اس انقلابی تحریک کا نام "سفر راہِ خدا" رکھا تھا۔ کرامول نے چند مہینے بعد اس تحریک کے سرغنوں کو گرفتار کر لیا اور شمالی علاقے کے بہت سے امرا قتل کر دیئے گئے اُنھیں ایام میں انگلستان کے مغربی علاقے نے بھی سر اُٹھایا۔ لیکن کرامول نے اس فتنے کا سر بھی کچل دیا ایڈورڈ چہارم کا پوتا امیر اکیسٹر اور کہن سال مارگرٹ پلینٹجنٹ رئیسہ سالسبری دونوں کے دونوں اس مفسدہ کی سرگردگی کی علت میں گرفتار ہوئے اور بعدہ میں قتل کر دیئے گئے۔

آخر ہنری کی مراد بر آئی اور اُسے اولاد نرینہ میسر ہوئی۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۵۳۷ء کو جین سیمور کے بطن سے ایک شہزادہ تولّد ہوا جس کا نام ایڈورڈ رکھا گیا لیکن وضع حمل کے دو گھنٹے بعد زچہ کا انتقال ہو گیا۔ اعضائے سلطنت اب دو مخالف جماعتوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک جماعت پراٹسٹنٹ (احتجاجیین) یا نئے مذہب والوں کی تھی جن کا سردار جین سیمور کا بھائی اور ایڈورڈ کا ماموں امیر ہرٹفرڈ تھا۔ اور کرامول کا میلان بھی اُسی فریق کی جانب تھا۔ دوسری جماعت کیتھولک (عمومیین) یا پرانے مذہب والوں کی تھی۔ اس جماعت کے پیشوا امیر کبیر نارفاک اور اُس کا بیٹا امیر سرے تھے جن کا تعلق امرائے طبقۂ قدیم سے تھا۔ کرامول چونکہ جرمنی کے پراٹسٹنٹ شہزادوں کے ساتھ اتحاد قائم کرنا چاہتا تھا اس لیئے اُس نے ہنری کے لیئے ایک پراٹسٹنٹ شہزادی این رئیسہ کلیوز کا رشتہ تجویز کیا لیکن وہ شکل صورت کی کچھ اچھی نہ تھی اور اطوار بھی اُس کے ناپسندیدہ تھے۔ ہنری کی طبیعت اُس سے ایسی اکھڑی کہ چھ ہی مہینے بعد اُسے الگ کر دیا۔ اب ہنری کے عتاب کا نزلہ کرامول پر گرا کہ یہ سب کیا دھرا اُسی کا تھا۔ ہنری کو اُس پر ایسا طیش آیا کہ ۱۰ر جون ۱۵۴۰ء کو کونسل کے دیوان ہی میں جہاں سب کے سب امرا اُس کے دشمن تھے اُس کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ کرامول نے اپنی ٹوپی زمین پر دے ماری اور چلّا کر کہا کہ کیا یہی میری تمام

شہزادہ ایڈورڈ کی ولادت
۱۲ر اکتوبر ۱۵۳۷ء

این شہزادی کلیوز کے ساتھ نکاح اور پھر علٰحدگی
سنہ ۱۵۴۰ء

دغا داریوں اور جاں نثاریوں کا صلہ ہے از برائے خدا انصاف کرو کیا میں حقیقت میں جرم بغاوت کا مرتکب ہوں جو یوں گرفتار کیا جا رہا ہوں اس سوال کا جب اُسے کوئی جواب نہ ملا تو اُس نے کہا کہ جو کرنا ہے جلد کر چکو تاکہ میرا کام جلد تمام ہو اور میں قید خانے میں پڑا ہوا نہ سسکا کروں۔ چند دن بعد پارلیمنٹ نے بھرے اجلاس میں اُس پر بغاوت کا الزام عائد کیا اور اُسے اپنی صفائی میں لب کشائی کی اجازت نہ دی اور ۲۸ جولائی سنہ ۱۵۴۰ء کو وہ ٹاور ہل پر قتل کر دیا گیا۔

کرامول کا قتل ۲۸ جولائی سنہ ۱۵۴۰ء۔

اپنے وفادار وزیر کے قتل والے دن ہی ہنری نے امیر نارفاک کی بھتیجی کیتھرائن ہاورڈ سے نکاح کر لیا جو اُس کی پانچویں ملکہ تھی کچھ دنوں سے ہنری کو یہ خطرہ دامن گیر ہونے لگا تھا کہ مذہب جدید کی طرف اُس کا میلان حد سے زیادہ متجاوز ہو چکا ہے۔ اور اب وہ پرانے مذہب کے حامیوں کی طرف جھک پڑا پارلیمنٹ نے اس کے اشارے سے پراٹسٹنٹوں کے خلاف ایک قانون جاری کر دیا اور کرامول کی موت کے دو دن بعد یہ عجیب وغریب نظارہ لوگوں کے دیکھنے میں آیا کہ چھ اشخاص ایک گاڑی میں بیٹھے ہوئے مقتل کی طرف جا رہے ہیں۔ اُن میں سے تین تو کیتھولک ہیں جنھوں نے قانون اعتلا کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور تین پراٹسٹنٹ ہیں جن کے لیئے الحاد کے جرم میں الحاد سزائے موت تجویز ہوئی ہے۔ ہنری دوم کے زمانے سے اس وقت تک شاہان انگلستان آئرلینڈ کے ”امیر“ کہلاتے چلے آئے تھے۔ اب ۱۵۴۱ء میں ہنری نے یہ لقب ترک کر کے اوّل اوّل ”بادشاہ آئرلینڈ“ کا لقب اختیار کیا۔ کیتھرائن ہاورڈ کے ساتھ ہنری کا رشتۂ ازدواج زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اس لیئے آگے چل کر یہ بات معلوم ہوئی کہ کیتھرائن کی عصمت پر اوائل عمر میں حرف آ چکا ہے اور اگرچہ اپنی زندگی کے اس افسوسناک واقعے کے لحاظ سے وہ واجب الرحم ضرور تھی لیکن بادشاہ کی بیاہتا بی بی ہونے کے قابل نہ رہی تھی۔ چنانچہ ۱۳ فروری ۱۵۴۲ء کو وہ قتل کر دی گئی اور اگلے سال ہنری نے کیتھرائن پار سے شادی

کیتھرائن ہاورڈ کے ساتھ عقد سنہ ۱۵۴۰ء

کیتھرائن ہاورڈ کا قتل سنہ ۱۵۴۲ء

کرلی جو اُس کی وفات کے بعد زندہ رہی۔

بادشاہ کو اب اپنے کمسن بیٹے ایڈورڈ کی خانہ آبادی کی فکر ہوئی۔ ۱۵۴۲ء میں جب جیمز پنجم کی وفات پر اُس کی شیر خوار بیٹی اسکاٹلینڈ کے تخت و تاج کی وارث ہوئی (دیکھو صفحہ...) تو ہنری نے شہزادہ ایڈورڈ کی نسبت اس بچی سے ٹھہرا دینی چاہی تھی لیکن اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اسکاٹلینڈ اور فرانس دونوں کے ساتھ انگلستان برسر جنگ تھا اور اس جنگ کا سلسلہ طول کھینچتا چلا جا رہا تھا۔ فرانس کے مقابلے میں انگلستان کا پلہ بھاری رہا اور شہر بولون ہنری کے ہاتھ آیا۔ اب ہنری نے پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک دونوں مذاہب کے وکلا یا نمایندوں کی ایک مجلس انتظامی کا انتخاب اس غرض سے کیا کہ اگر وہ اپنے بیٹے کے سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے وفات پا جائے تو ولیعہد کی طفولیت کے دوران میں انتظام مملکت اس مجلس کے سپرد ہو۔ اراکین مجلس میں ایڈورڈ کا ماموں امیر ہرٹفرڈ بھی شامل تھا جس کا رسوخ ان دنوں بہت بڑھا ہوا تھا اور بادشاہ اُس کی بات بہت ماننے لگا تھا۔ ایسی حالت میں پراٹسٹنٹ فریق کا غالب آنا ایک لازمی بات تھی۔

عبادت کے انگریزی دستور العمل کا رواج۔

اس فریق نے کرینمر کی مدد سے کلیساؤں میں انگریزی طریقۂ عبادت کو رائج کر دیا اور بجائے لاطینی طریقۂ عبادت کے گرجاؤں میں ہر صبح و شام نئے طریق پر پرستش ہونے لگی جو آداب عبادت ارکان دین احکام عشرہ اور دعائے مسیح پر مشتمل تھی۔

ہرٹفرڈ امیر نارفاک کے اثر سے بہت خائف تھا۔ چنانچہ اُس نے بادشاہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ امیر موصوف آیندہ اتالیقی پر متصرف ہو جانے کے لیے توڑ جوڑ کر رہا ہے۔ ہرٹفرڈ کا وار کارگر ہو گیا اور ہنری نے وہ ظالمانہ کارروائی کی جو اُس کے عہد حکومت کا آخری داغ ہے۔ یعنی امیر نارفاک کو تو اُس نے قلعۂ لندن میں قید کر دیا اور اُس کے بیٹے امیر سرے کو قتل کر دیا۔ کہتے ہیں کہ خود نارفاک کے قتل کی تاریخ بھی اُس نے مقرر کر رکھی تھی لیکن یکایک اُسے موت نے آگھیرا اور نارفاک کے سر سے آئی ہوئی بلا ٹل گئی۔ ایک عرصے سے ہنری کے جسم کا موٹاپا بڑھ رہا تھا اور ضعف روبہ ترقی تھا۔ آخر اُس کا وقت آپہنچا اور ۲۸ جنوری ۱۵۴۷ء کو وہ اس دنیا سے

کوچ کر گیا۔

انگلستان پر ہنری کے بڑے بڑے احسان ہیں لیکن افسوس ہے کہ انسانیت اُس کی مطلق مرہون منت نہیں اور اسی لیئے ہمارے دل میں اُس کی بہت کم قدر و منزلت باقی رہ جاتی ہے وراثت کے بارے میں اُس نے یہ وصیت کی تھی کہ اُس کا جانشین اُس کا بیٹا ایڈورڈ ہو اور اگر ایڈورڈ کوئی اولاد نہ چھوڑے تو پھر میری تخت نشین ہو اور اُس کے بعد الزبتھ کی باری آئے۔ اگر تینوں لاولد مر جائیں تو پھر اُس کی چھوٹی بہن میری بیوۂ لوئی دوازدہم کی اولاد

قانون جانشینی۔

حقدار سلطنت سمجھی جائے جس نے بیوگی کے بعد امیر سفاک سے شادی کر لی تھی۔ اُس سے واضح ہو گا کہ ہنری نے اپنی سب سے بڑی بہن مارگرٹ کی پوتی میری ملکۂ اسکاٹلینڈ کا نام اپنے جانشینوں کے زمرے میں بالکل ہی شامل نہیں کیا۔ یہ "قانون جانشینی" جسکی رو سے بادشاہ نے تاج و تخت اپنی اولاد و احفاد کے لیئے ترکے کے طور پر چھوڑا ظاہر کر رہا ہے کہ زمانۂ سابق کے مقابلے میں جب قوم اپنے بادشاہ کا انتخاب اپنی مرضی سے کیا کرتی تھی اس وقت تک کتنی بڑی تبدیلی ملک میں واقع ہو چکی تھی۔

چودھواں باب

مسیحی فرقوں کی آویزش

ایڈورڈ ششم ۱۵۴۷ء لغایت ۱۵۵۳ء | میری ۱۵۵۳ء لغایت ۱۵۵۸ء

ہنری ہشتم کے بعد کے دو فرمانرواؤں کا عہد جس کا مجموعی زمانہ صرف گیارہ سال ہوتا ہے پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک مذاہب کی باہمی کشمکش کا ایک دور مسلسل ہے۔ ایڈورڈ ششم جب سریر آرائے سلطنت ہوا تو اُس کی عمر صرف دس سال تھی۔ اُس نے پکے پراٹسٹنٹ عقیدہ رکھنے والے اتالیقوں کی نگرانی میں تربیت پائی تھی اور چونکہ اس کی طبیعت میں مبدء فیاض نے غور و فکر کا مادہ ودیعت کیا تھا اور ذہن بھی اس نے رسا پایا تھا اس لیے وہ اپنی بساط سے کہیں بڑھ کر ان امور میں دلچسپی لیتا تھا

ایڈورڈ ششم ایک پکا پراٹسٹنٹ

اس کا ماموں امیر ہرٹفرڈ جو ہنری ہشتم کی وصیت کی رو سے سامرسٹ کی امارت عالیہ کے درجہ پر فائز ہوا تھا مجلس اتالیقی کا صدر نشین بن بیٹھا اور بہت جلد کم سن بادشاہ پر اپنا اثر ڈال کر محافظ سلطنت کے عہدۂ جلیلہ پر بھی اپنا تقرر کرا لیا اور اس طور پر اُسے قریب قریب شاہی اقتدارات حاصل ہو گئے۔ اُس کے خلوص اور نیک نیتی میں کلام نہیں لیکن اصلاح مذہب کے میدان میں اس کی روش متعصبانہ تھی دولت کا بھی اُسے بڑا لالچ تھا اور فن تدبیر مملکت سے بھی وہ بیگانہ تھا۔

ایک کمبر سامرسٹ کا تقرر محافظ سلطنت کے منصب پر

زمام اختیار اپنے ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلا کام اُس نے یہ کیا کہ اسکاٹلینڈ کی پراٹسٹنٹ جماعت کو اپنا حلیف بنایا اور ایک فوج جمع کر کے اسکاٹلینڈ والوں پر دباؤ ڈالنا چاہا کہ اپنی ملکہ شہزادہ ایڈورڈ سے بیاہ دیں۔ ایڈنبرا کے قریب پنکی کلیو کی مشہور لڑائی میں بماہ ستمبر ۱۵۴۷ء اُس نے انھیں شکست بھی دی لیکن اُس کے بعد اُس کو انگلستان واپس آنے پر مجبور ہونا پڑا اور یہ مہم رائگاں گئی اسکاٹلینڈ والے یہ شکست کھا کر مارے غصے کے اپنے آپے میں نہ رہے۔ اور اپنا جی اس طرح ٹھنڈا کر لیا کہ خردسال شہزادی میری کو جلد ہی فرانس بھیج دیا جہاں دس سال بعد اُس کا عقد ولیعہد فرانس سے ہو گیا۔

اسکاٹلینڈ پر بے سود حملہ ۱۵۴۷ء

انگلستان میں سامرسٹ اور صدر اسقف کرینمر نے بلا درنگ بڑی شد و مد کے

ساتھ پراٹسٹنٹ اصلاحات کی ترویج شروع کردی۔ ایک نئے قانون کے نفاذ سے تمام وہ احکام جو فرقۂ لالرڈ کے خلاف جاری کئے گئے تھے اور نیز پراٹسٹنٹ جماعت کے خلاف ہنری ہشتم کے

پراٹسٹنٹ اصلاحات

احکامِ شششگانہ بیک قلم منسوخ کردیئے گئے۔ قسیسوں کو نکاح کی اجازت دیدی گئی گرجاؤں میں کیتھولک طریقۂ عبادت ممنوع قرار دیا گیا اور تمام مورتیں توڑ دی گئیں۔ ۱۵۴۸ء میں عبادت عمومی کی پہلی انگریزی کتاب کی اشاعت ہوئی۔ اور "قانون وحدت عمل" کے اجرا سے گرجاؤں میں اس کتاب کے علاوہ باقی تمام کتابوں کا استعمال روک دیا گیا اور لوگوں کے لیئے نئے مذہب کی پیروی حکماً لازمی کردی گئی۔ مزید براں کرینمر نے غیر ممالک کے اُن پراٹسٹنٹ عقیدہ رکھنے والے باشندوں کو جنھیں اپنے وطن میں امان نہ ملتی تھی انگلستان چلے آنے کی عام دعوت دے دی۔ ہسپانیہ اور ہالینڈ میں چارلس پنجم کے حکم سے تمام ملحدوں کو ایک خفیہ عدالت کے اجلاس میں جس کا نام محنہ یا محکمۂ احتساب تھا بے دینی کی علت میں طرح طرح کی عقوبت انگیز سزائیں دی جارہی تھیں اور ان ممالک کے پراٹسٹنٹ اپنے وطن سے فرار ہورہے تھے۔ اُن سب کو صلائے عام تھی کہ انگلستان میں آکر بود و باش اختیار کریں ؎

شہروں میں جہاں کے باشندے نئے مذہب کے عطیۂ آزادی کی حقیقت شناسی کی اہلیت رکھتے تھے ان تغیرات کا خیر مقدم خوشی سے کیا گیا لیکن دور دست دیہاتی علاقوں میں لوگ رومن کیتھولک طریقۂ عبادت کے متقاضی تھے جو اُنکی گھٹی میں پڑا تھا۔ چنانچہ

مغربی اضلاع کی بغاوت

۱۵۴۹ء میں وِٹ منڈے کے تیوہار کے روز موضع سیمپفرڈ کورٹنی میں فساد ہوگیا جو پھیلتے پھیلتے ڈیونشائر اور کارنوال کے سارے علاقے پر چھا گیا۔ مفسدہ پردازوں نے اکسیٹر کا محاصرہ کرلیا اور لارڈ گرے نے جرمن اور اطالوی افواج کی مدد سے بڑی مشکلوں میں اُنھیں شکست دی ؎

اسی زمانے میں ایک اور شورش نارفاک کی زراعت پیشہ آبادی میں برپا ہوئی۔ رعایا میں ہر جگہ بڑی بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ اراضی شاملات دیہہ پر امرا کے متصرف ہوجانے اور غریبوں کو مزدوری نہ ملنے کے باعث ملک میں بدمعاشوں مفلسوں اور چوروں کی کثرت

نارفاک میں بغاوت ۱۵۴۹ء

ہوگئی تھی اور رعایا کی اس مصیبت کو اناج کی کمی اور سکّے کے کھوٹ نے اور بھی بڑھا دیا تھا۔ ہنری ہشتم نے اپنے عہد کے اواخر میں

سکۂ رائج الوقت کی چاندی کو بہت کچھ مغشوش کرنے سے پچاس ہزار پاؤنڈ کی رقم فراہم کی تھی

سکۂ رائج الوقت میں کھوٹ کی ملاوٹ

جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا۔ کہ ہر سکے کی حقیقی مالیت اُس کی نام نہاد قیمت سے کم رہ گئی تھی اور اب چونکہ سونے چاندی کی ایک مقدار کثیر امریکہ سے آنے لگی تھی اس لیے سکے کی قیمت اور بھی گھٹ گئی۔ رفتہ رفتہ ایک شلنگ کا ارزِ بازار صرف چھ پنس رہ گیا حالانکہ مزدوری کی شرح یعنی سکوں کی وہ تعداد جو ہر شخص کو اُس کی محنت کے معاوضے میں ملتی تھی وہی رہی جو پہلے تھی۔ باایں ہمہ پارلیمنٹ نے ۱۵۴۸ء ایک سخت قانون آوارہ گردی کے خلاف جاری کیا جس کے گویا یہ معنی تھے کہ کرنے کو محنت بھی نہ ملے اور محنت کے معاوضے میں روپیہ بھی دستیاب نہ ہو لیکن پھر بھی لوگ محنت کرتے اور اپنی ضروریات زندگی کے دام جیب سے نکالتے چلے جائیں۔ آخر یہ سختیاں رنگ لائیں اور ۱۵۴۹ء میں رابرٹ کٹ نامی ایک کھٹیک کی سرکردگی میں بیس ہزار آدمیوں نے نارچ کے قریب جمع ہو کر شاہی افواج کو شکست دی اور مطالبہ کیا کہ غریبوں کی شکایات رفع کی جائیں اراضی شاملات سے امرا بے دخل ہوں اور وزرا برطرف کر دیے جائیں۔

امیر وارک نے جرمن فوجوں کی مدد سے اس بغاوت کو دبا دیا لیکن پے در پے اتنے بہت سے فسادوں کے پھوٹ پڑنے کے باعث سامرسٹ ہر دلعزیز نہ رہا اس کے علاوہ اسی زمانے میں اُس نے خود اپنے حقیقی بھائی امیر البحر سیمور کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

سامرسٹ کا قتل ۱۵۵۲ء

امیر البحر سیمور نے کیتھرائن پار سے نکاح کر لیا تھا اور اُس کی وفات کے بعد شہزادی الزبتھ کو اپنے حبالۂ عقد میں لانا چاہا تھا۔ بھائی کا قتل گو وہ کیسا ہی ضروری کیوں نہ ہو ایک دل دہلا دینے والا واقعہ تھا جس نے تمام قوم میں برہمی پھیلا دی اور کونسل نے محافظ سلطنت کے عہدے سے مستعفی ہونے پر اُسے مجبور کیا۔ کونسل میں وہ اس کے بعد بھی تین سال تک شریک رہا لیکن امیر وارک نے اُس کے اثر سے خائف ہو کر اس پر بغاوت کا الزام قائم کرا دیا۔ چنانچہ ۲۲ جنوری ۱۵۵۲ء کو وہ قتل کرا دیا گیا۔

امیر وارک محافظ سلطنت مقرر ہوتا ہے

جان ڈڈلی امیر وارک جو اب محافظ سلطنت مقرر ہوا اُس ڈڈلی کا بیٹا تھا جو ہنری ہفتم کے لیے ہر جائز ناجائز حیلے سے روپیہ وصول کیا کرتا تھا یہ شخص بڑا ہی خود غرض واقع ہوا تھا اور حکمرانی کا سلیقہ نہ رکھتا تھا

لیکن خواہ اُس میں سلیقہ موجود بھی ہوتا تاہم وہ فساد جو روپے کی گھٹتی ہوئی قیمت اور محنت کے میسر نہ آنے سے پیدا ہو گئے تھے کسی طرح رک نہ سکتے۔ پراٹسٹنٹوں کی اُسے بھی خاطر منظور تھی کہ گارڈنیر اسقف ونچسٹر اور بانر اسقف لندن قدیم عقائد کی حمایت کی پاداش میں قلعۂ لندن میں قید کر دئے گئے۔ اور اُن کی جگہ دو پراٹسٹنٹ اساقف لیٹیمر اور رڈلے نامی مامور ہوئے۔ ۱۵۵۲ء میں ایک اور کتاب عبادت شایع کی گئی اور قانون وحدت عمل کا اجرا بھی کر رہا تو نوعمر شہزادے کا مذہبی جوش اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ہسپانیہ کے ساتھ ایک خفیف سی بات پر جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ معاملہ صرف اس قدر تھا کہ شہزادے کی بہن میری کیتھولک عقائد رکھتی تھی اور شہزادے کو اصرار تھا کہ وہ اپنے گرجا میں اس طریقے پر عبادت نہ کیا کرے۔

دوسرا قانون وحدت عمل ۱۵۵۲ء

ان مذہبی خرخشوں اور نزاعوں کو چھوڑ کر جب ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ارباب علم و فضل کو اسی زمانے میں غریب بچوں کی تعلیم کی فکر ہو چلی تھی تو دل کو ایک گونہ اطمینان ہوتا ہے۔ ہنری ہشتم کے عہد میں پادری کالٹ نے مدرسۂ سینٹ پال کی بنا ڈالی اور بہت سے لوگ خانگی طور پر ابتدائی مدارس قائم کرنے لگے۔ ایڈورڈ ششم نے اس قسم کے پورے اٹھارہ مدارس کی بنیاد رکھی اور مختلف خانقاہوں کو بند کر کے جو روپیہ اس طریق پر حاصل ہوا وہ ان مدارس کے لیے وقف کر دیا۔ اسقف رڈلے نے بادشاہ کے سامنے ایک وعظ کے دوران میں لندن کے غربا کے مصائب کا ذکر کیا تھا۔ بادشاہ کے قلب پر اس وعظ کا ایسا اثر ہوا کہ ۱۵۵۳ء میں یتامیٰ اور لاوارث بچوں کے لیے بلوکوٹ اسکول یا کرائسٹ چرچ ہسپتال قائم کیا گیا۔

ایڈورڈ ششم کے ابتدائی مدارس

لیکن اب نوعمر بادشاہ کا عہد حکومت ختم ہونے والا تھا۔ اُسے سل کا مرض ہو گیا تھا اور اُس کے ندیموں کو صاف نظر آ رہا تھا کہ اس مرض صعب سے اُس کا جانبر ہونا دشوار ہے۔ وارک کو جو امرائے خاندان پرسی کے ہاتھ سے بغاوت کی علت میں امارت نارتھمبر لینڈ کے نکل جانے کے بعد ۱۵۵۱ء میں نارتھمبر لینڈ کا امیر کبیر بنا دیا گیا تھا ایک بہت بڑی مصیبت کا پہاڑ اپنے سر پر معلق نظر آیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر میری تخت نشین ہوئی تو رومن کیتھولک مذہب شاہی مذہب ہو جائیگا اور میں مارا جاؤں گا۔ یہ سوچ کر اُس نے ایڈورڈ سے ایک دستاویز پر دستخط کرائے

جانشینی کے لیے لیڈی جین گرے کی نامزدگی

جس میں بادشاہ نے میری اور الزبتھ اپنی بہنوں کو الگ کر کے اپنا جانشین لیڈی جین گرے کو نامزد کیا جو ہنری ہشتم کی بہن میری کی نواسی تھی ؎

لیڈی جین گرے نے چند ہی ہفتے قبل امیر نارتھمبرلینڈ کے بیٹے لارڈ گلڈفرڈ ڈڈلی سے شادی کی تھی اور امیر موصوف کو امید تھی کہ اس طریقے سے حکومت اُس کے گھر ہی میں رہے گی ایڈورڈ کے مصاحبوں میں جتنے بڑے بڑے لوگ تھے سب نے اس دستاویز پر دستخط کر دیئے اگرچہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر اس کی کوئی حقیقی قدر و قیمت نہ تھی۔ ۶ جولائی ۱۵۵۳ء کو کم سن،بادشاہ کا صرف چھ سال کی حکومت کے بعد سولہ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا ؎

میری

سنہ ۱۵۵۳ء لغایت سنہ ۱۵۵۸ء

بادشاہ کی آنکھیں بند ہوتے ہی نارتھمبرلینڈ نے سپاہیوں کا ایک دستہ ہنڈن کو روانہ کر دیا جو ہرٹفرڈشائر میں واقع ہے تاکہ میری کو گرفتار کرلیں اور دعوائے تخت و تاج کے لیئے اُسے لنڈن نہ آنے دیں۔ اس کے بعد وہ چار دوسرے امرا کے ہمراہ قصر سیاں ہاؤس میں گیا جہاں لیڈی جین گرے فروکش تھی اور اس کے سامنے ادب کے ساتھ جھک کر اُسے مبارکباد دی کہ آج سے حضور انگلستان کی ملکہ ہیں اس شانزدہ سالہ حسین و جمیل لڑکی کو جو زیور علم و دانش سے آراستہ تھی کبھی بھولے سے بھی تخت سلطنت پر بیٹھنے کا خیال پیدا نہ ہوا تھا اور جب امرا نے اُسے مبارکباد دی تو مارے خوف کے اُس کا دل ہاتھوں اُچھلنے لگا۔ پروٹسٹنٹ مذہب کا واسطہ دلا کر اس کے مذہبی جذبات کو بہت ہی برانگیختہ کیا گیا تو جب کہیں بڑی مشکلوں میں جا کر وہ میری کی مخالفت پر آمادہ ہو سکی نارتھمبرلینڈ نے ۱۰ر جولائی کو لنڈن میں اُس کے ملکہ ہونے کا اعلان کیا لیکن لوگوں نے اس اعلان کو بہت ہی بددلی اور کبیدگی سے سنا اس لیئے کہ ایک تو انھیں امیر نارتھمبرلینڈ سے نفرت تھی دوسرے میری کو وہ اپنا جائز اور آئینی فرمانروا تصور کرتے تھے۔

لیڈی جین گرے کی فرمانروائی کا اعلان لنڈن میں ۱۰ر جولائی سنہ ۱۵۵۳ء

میری بھی اس عرصے میں بیکار نہ بیٹھی تھی۔ اُس کے ہواخواہوں نے خفیہ طور پر اُسے تمام واقعات سے آگاہ کر دیا تھا اور نارتھمبرلینڈ کے سپاہیوں کے آنے سے پہلے اُس نے فرار ہو کر امیر کبیر نارفاک کے قبیلے میں جو خاندان ہاورڈ سے تھا جا پناہ لی تھی۔ یہاں بہت جلد ہزارہا آدمی اس کی خاطر مرنے مارنے کے لیئے آجمع ہوئے اور اس جم غفیر کو ہمراہ لیکر وہ سیدھی لنڈن پہنچی جہاں لوگوں نے نعرہ ہائے مسرت و شادمانی کے ساتھ اُس کا خیر مقدم کیا۔ نارتھمبرلینڈ لنڈن چھوڑ کر کیمبرج چلا گیا تھا اور جب کیمبرج میں میری کے ملکہ ہونے کا اعلان کیا گیا تو خود نارتھمبرلینڈ کو بھی بادل ناخواستہ اپنی ٹوپی اچھالنے اور عوام کے ساتھ خوشی کے نعرے مارنے پر مجبور ہونا پڑا۔ لیکن یہ نعرے اُس کی جان نہ بچا سکے۔ اپنے بیٹے اور بہو (لیڈی جین گرے)

میری کی فرمانروائی کا اعلان لنڈن میں ۱۹ر جولائی سنہ ۱۵۵۳ء

سمیت وہ گرفتار ہو کر قلعہ لندن میں قید کر دیا گیا جہاں مہینہ بھر بعد ۲۲ اگست (سنہ ۱۵۵۳ء) کو اُس کی گردن ماردی گئی اور حق یہ ہے کہ اُس کے مرنے کا کسی کو بھی افسوس نہ ہوا۔

امیر کبیر نارفاک اور پادری بانز اور پادری گارڈینر اب قلعہ لندن کے زندان سے رہا کر دیئے گئے اور اُن کے بجائے پراٹسٹنٹ اساقف لٹیمر اور کرینمر اسی زندان میں ڈال دیئے گئے۔ جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو میری کی صحت نسب کا اعلان کر دیا گیا اور ایڈورڈ کے عہد کے تمام مذہبی قوانین یک قلم منسوخ کر دیئے گئے۔ وہ قسیس جنھوں نے شادیاں کر لی تھیں گرجاؤں سے نکال دیئے گئے کتاب عبادت عمومی کا رواج ممنوع قرار پایا اور کلیساؤں میں کیتھولک طریقہ عبادت از سر نو جاری کیا گیا اگرچہ اس آخری تبدیلی پر پارلیمنٹ میں کئی دن تک مباحثہ ہوتا رہا۔ بانز لندن کا اسقف مقرر ہوا۔ گارڈینر کو وزارت خزانہ کا عہدۂ جلیلہ تفویض کیا گیا اور ملکہ اکثر امور میں ہسپانوی سفیر سایمن رینارڈ کے مشورے پر کاربند ہونے لگی۔

کیتھولک مذہب کی تجدید

ابتک بجز لندن اور بعض دوسرے بڑے بڑے شہروں کے پرانے مذہب کے از سر نو رواج پانے سے اہل ملک عموماً مطمئن تھے۔ لیکن میری کی آرزوئیں بہت زیادہ وسیع تھیں۔ اُس کے عہد حکومت میں جو جو ظلم ہوئے اور ملک پر جو جو سختیاں روا رکھی گئیں ان کی ماہیت سمجھنے اور اُن مظالم کو اُس کی نیک نیتی کا نتیجہ قرار دینے کے لئے ہمیں ان واقعات کا تبصرہ اُس کے نقطۂ نظر سے کرنا چاہیئے۔ وہ ایک ایماندار لیکن تنگ خیال عورت تھی جس نے بچپن سے لے کر اس وقت تک کہ اُس کی عمر سینتیس سال کی ہونے کو آئی تھی بجز سختیاں سہنے اور کڑیاں جھیلنے کے دنیا کا اور کچھ نہ دیکھا تھا۔ نسباً وہ نیم ہسپانوی تھی اور اپنی ماں اور اُس کی قوم کے ساتھ طبعاً الفت رکھتی تھی۔ جب اُسے خیال آتا تھا کہ اُس کی ماں کو بے وجہ اور بلا قصور طلاق دے دی گئی اور اُس کی آبرو خاک میں ملا دی گئی اور اُس کے بجائے الزبتھ کی ماں این بولین ملکہ بنا دی گئی تو اُس کے سینے پہ سانپ سا لوٹ جاتا تھا۔ بچپن ہی سے اُس کے دل میں یہ خیال بٹھا دیا گیا تھا کہ ان تمام مصائب و آلام کا اصلی باعث انگلستان کی طرف سے پاپائے روما کی مخالفت کا اعلان اور جدید مذہب کی ترویج ہے۔ باپ کا سلوک اس کے ساتھ ہمیشہ بے دردانہ رہا اور اس کی سوتیلی بہن الزبتھ جسے وہ کبھی شہزادی کہکر

میری کی سیرت

نہ پکارتی تھی انگلستان کی آیندہ ملکہ نامزد کی گئی۔ اس کے بعد شہزادہ ایڈورڈ پیدا ہوا جو دونوں بہنوں کو مالک کر کے خود مالک تخت و تاج ہو گیا اور عمر بھر میری کو اپنے مذہب سے کنارہ کش ہونے پر مجبور کرتا رہا۔ ان حالات میں اگر اُس کا دل تمام اُن اشخاص کی طرف سے جو اس پر سختیاں کرتے رہے خون ہو تو اُس میں تعجب کی کیا بات ہے ؟

اب اُس کے بھائی کی موت سے سارا نقشہ ہی بدل گیا۔ لوگ نارتھمبرلینڈ کے برتاؤ سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ میری کا تخت پر بیٹھنا تھا کہ ہر طرف سے مبارک سلامت کی آوازیں آنے لگیں۔ زندگی بھر میں یہ پہلا موقع تھا کہ اُسے آزادی نصیب ہوئی اور اختیارات بھی حاصل ہوئے۔ میری کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح انگلستان میں پاپا کے اختیارات پھر بحال ہو جائیں۔ چنانچہ جب رینارڈ نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ اس مقصد کی تکمیل کی بہترین شکل یہ ہے کہ وہ اپنے ابن عم فلپ شاہ ہسپانیہ خلف شہنشاہ چارلس پنجم (دیکھو صفحہ ۲۰۹) سے شادی کرے جو کیتھولک مذہب کا سب سے بڑا حامی ہے تو اُس نے اس مشورے کو بڑی توجہ سے سنا۔ غرض میری کی نسبت فلپ سے ٹھیر گئی لیکن پارلیمنٹ کو اور ساری قوم کو یہ رشتہ بہت ہی ناگوار گزرا اس لئے کہ عام خواہش یہی تھی کہ اُس کا عقد ایڈورڈ چہارم کے پڑپوتے ایڈورڈ کورٹنے امیر ڈیون سے ہو۔ شاہ ہسپانیہ کے ساتھ ملکہ کے نکاح ہو جانے سے لوگوں کو خطرہ اس بات کا تھا کہ ممکن ہے کہ اُسے بہت زیادہ اختیارات حاصل ہو جائیں اور ہسپانیہ کی طرح وہ یہاں بھی "تفتیش دان کوی زی شن"، کا ظالمانہ محکمہ قائم کر دے۔

ملکہ کے عقد کی تجویز

ملکہ کے رشتے کی تجویز نے ملک بھر میں ایک کھلبلی سی ڈال دی۔ ڈیون شائر، ویلز اضلاع متوسط اور کینٹ میں ایک سازش ہوئی کہ امیر ڈیون سے شہزادی الزبتھ بیاہ دی جائے اور میری کے بجائے ان دونوں کو تخت پر بٹھایا جائے۔ اس سازش کا جال تو بڑا وسیع تھا لیکن شرکائے سازش کی بد انتظامی کے باعث صرف ضلع کینٹ کی آبادی ہی نے ایک بہادر مقامی سردار سر ٹامس وائٹ کی سرکردگی میں سر اٹھایا۔ مفسدہ پردازوں نے دریائے ٹیمز کے تمام جہازوں اور توپوں پر قبضہ کر لیا اور سپاہ ردیف بھی جسے امیر نارفاک ان کے مقابلے کے لئے لایا تھا اپنے سپہ سالار کا ساتھ چھوڑ کر "وائٹ کی جے! وائٹ کی جے!" پکارتی ہوئی باغیوں سے

وائٹ کی بغاوت ماہ فروری ۱۵۵۴ء

جا ملی۔ اس نازک موقع پر شکست کو فتح سے مبدّل کرنے کا سہرا خود میری کے سر رہا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر وہ مردانہ وار گلڈ ہال میں پہنچی اور ایک پر جوش تقریر سے اہل شہر کے جذبۂ وفاداری کو ابھارا کر ان سے وعدہ کیا کہ میں پارلیمنٹ کی مرضی بغیر ہرگز شادی نہ کروں گی۔ وائٹ جب فروری کی تیسری تاریخ کو لندن پہنچا تو پچیس ہزار تیغ آزماؤں کو اپنے مقابلے میں سینہ سپر پایا اس زبردست جمعیت کے مقابلے میں زک اٹھا کر وہ ٹمپل بار میں گرفتار ہوا اور قلعۂ لندن میں قید کر دیا گیا۔

میری کا انتقام نہایت خوفناک تھا۔ اُس وقت تک لیڈی جین گرے کو اُس نے چھوڑ رکھا تھا لیکن اب وہ اس ناشاد خاتون اور اُس کے خاوند کے قتل پر آمادہ ہو گئی۔ چنانچہ دونوں کے دونوں ۱۲ فروری ۱۵۵۴ء کے روز قتل کر دیئے گئے۔ امیر گرے امیر سفاک سر ٹامس وائٹ اور بعض دوسرے اکابر کا سر اس کے چند دن بعد قلم ہوا۔ اور طبقۂ عوام کے ایک سو سے اوپر افراد سولی پر لٹکا دیئے گئے۔ شہزادی الزبتھ قلعۂ لندن میں قید کر دی گئی اور رینارڈ کی خواہش تھی کہ اس کا بھی کام تمام کر دیا جائے لیکن وزیر خزانہ گارڈینر کی سفارش سے اُس کی جان بچ گئی۔ قلعۂ لندن سے نکال کر اُسے سرکاری پہرے میں پہلے قصر ووڈسٹاک میں رکھا گیا جو آکسفرڈ شائر میں واقع ہے اور وہاں سے وہ ہٹ فیلڈ میں منتقل کر دی گئی جو ہرٹفرڈ شائر کے مضافات سے ہے۔

لیڈی جین گرے اور دیگر اشخاص کا قتل

ان خونریزیوں کے چند مہینے بعد جولائی ۱۵۵۴ء میں میری کا عقد فلپ سے ہو گیا۔ یہ شادی کچھ بامراد اور مسرت بخش نہ ثابت ہوئی۔ پارلیمنٹ کو فلپ کے سر پر تاج انگلستان دیکھنے سے انکار تھا۔ اُدھر فلپ کے دل میں اپنی ادھیڑ عمر کی بی بی کی الفت موجود نہ تھی اگرچہ وہ ہمیشہ اس سے با اخلاق پیش آتا رہا۔ اولاد نرینہ کی تمنا میں فلپ نے ایک سال کا زمانہ انگلستان میں گزارا لیکن آخر مایوس ہو کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔ ادھر میری اپنے منصوبوں کی تکمیل میں برابر مصروف تھی۔ کسی نہ کسی طرح اُس نے ایک ایسی پارلیمنٹ کا انتخاب کرا ہی لیا جو بہت کچھ اس کی مرضی کے تابع تھی اور یہ پارلیمنٹ اس بات پر رضامند ہو گئی کہ پاپا کا ایک وکیل مطلق دربار انگلستان میں موجود رہے۔ چنانچہ

ملکہ کا عقد ماہ جولائی ۱۵۵۴ء

پاپا کے وکیل مطلق کی آمد

کارڈینال پول بڑے کروفر کے ساتھ جہاز پر سوار دریائے ٹیمز میں داخل ہوا۔ اُس کے جہاز کے اگلے حصہ پر چاندی کی ایک صلیب نصب تھی۔ اور جب اُس نے دارالامرا اور دارالعوام کے اراکین کو پاپا کی طرف سے فرمان معافی سنایا تو سب کے سب گھٹنوں کے بل اُس کے سامنے جھک گئے۔ یہ کارڈینال پول اس رئیسہ سالسبری کا بیٹا تھا جو ہنری ہشتم کے عہد میں قتل ہوئی تھی ۱۵۵۶ء میں وہ کنٹربری کا صدر اسقف مقرر ہوا۔ اور شاہی کونسل میں اس کا بڑا درجہ

امرا کی طرف سے کلیسا کی جائداد کی بحالی سے انکار

ہوگیا لیکن پاپا کو انگلستان پر اب کوئی حقیقی اختیار حاصل ہونا بہت مشکل تھا اس لئے کہ ہنری ہشتم نے خانقاہوں کی جائدادیں اپنے امرا میں بانٹ دی تھیں۔ پاپائے پال چہارم نے اگرچہ انگلستان کو اپنے فرمان عمومی کے اطلاق سے مستثنیٰ کر دیا تھا کہ تمام مذہبی اوقاف کلیسا کو واپس دے جائیں مگر میری نے تمام وہ جائداد جس پر اس کا قبضہ تھا اپنی خوشی سے واپس کر دی۔ امرا کو اب یہ خوف ہوا کہ اگر پرانا دستور پھر رائج ہوگیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک نہ ایک دن سارا مال غنیمت اُنکے قبضے سے نکل جائیگا غرض انھوں نے آپس میں ایکا کر کے عہد کیا کہ جب تک اُن کی کمر میں نیام اور نیام میں تلوار موجود ہے وہ اپنی جائدادوں کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔ میری کو بھی معلوم ہوگیا کہ ملک میں ایک زبردست جماعت ایسی موجود ہے جو پاپا کے غلبۂ اقتدار کی دل سے مخالف ہے۔ باایں ہمہ میری اس بات کو اپنا فرض سمجھتی رہی کہ دین مقدس کے رستے میں روڑا اٹکانے والے تمام ملحدوں کا قلع و قمع کر دیا جائے۔ پول خود تو ایک رحم دل اور میانہ رو شخص تھا اور اگر اُسی کی رائے پر تمام معاملات ہوتے تو میری اس قدر

فرقۂ پراٹسٹنٹ پر سختیاں ۱۵۵۵ء لغایت ۱۵۵۸ء

جبر و تشدد نہ کرتی لیکن پول پاپائے پال چہارم سے جو سخت متعصب واقع ہوا تھا بہت ہی ڈرتا تھا۔ فرقہ لالرڈ کے خلاف ہنری چہارم اور ہنری پنجم کے عہد میں جو قوانین جاری کئے گئے تھے اُن کا اجرا از سر نو عمل میں آیا اور سینٹ پال کے گرجا کا ایک پادری راجرس اور گلاسٹر کا اسقف ہوپر ماہ فروری ۱۵۵۵ء میں زندہ جلا دئے گئے۔ ان کے بعد جلد جلد دوسروں کی باری آنے لگی۔ چار شخص اپریل اور مئی میں جلائے گئے۔ چھ جون میں۔ گیارہ جولائی میں اور اٹھارہ اگسٹ میں غرض مذہب کے نام پر جان قربان کرنے والوں کا شمار بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اکتوبر کے کے مہینے میں لیٹیمر اور رڈلے زنجیروں سے پشت بہ پشت جکڑے ہوئے اُسی چتا پر جلنے

سے کر لیے آئے جو پہلے ہی اتنی بھینٹیں دے چکی تھی ۔

رڈلی اور لیٹیمر جب جلتی آگ کے شعلوں میں جھونکے جانے لگے تو لیٹیمر نے اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا کہ بھائی رڈلی ہمت نہ ہارو اور مردانہ وار جان دو آج اس آگ میں جل کر ہم انگلستان میں وہ مشعل روشن کریں گے جو خدا کے فضل سے کبھی گل ہونے میں نہ آئے گی۔ جو کچھ لیٹیمر نے کہا تھا اُس کا حرف حرف پورا ہو کر رہا ۔ اہل انگلستان کے لیے بحث طلب بات یہ نہ تھی کہ کونسا مذہب سچا ہے اور کونسا جھوٹا ہے۔ سوال یہ تھا کہ آیا کسی شخص کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں کہ اپنی ضمیر کی تلقین کے لحاظ سے کسی عقیدے پر قائم رہے اور اگر یہ حق حاصل ہے تو اس میں اس قدر لیاقت ہے یا نہیں کہ اس حق کی حمایت میں سینہ سپر ہو سکے لیٹیمر اور رڈلی کے بعد ۱۵۵۶ء میں صدر اسقف کرینمر بھی جلا دیا گیا۔ کرینمر نے ایک موقع پر کمزوری دکھا کر اپنے عقاید سے رجوع کیا تھا اور توبہ نامہ پر دستخط کر دیے تھے۔ اب اس ارتداد کے کفارہ کا وقت آیا چنانچہ جب اُسے چتا کے پاس لائے تو اُس نے سب سے پہلے اپنا دہنا ہاتھ جو توبہ نامہ پر دستخط ثبت کرنے کا مجرم تھا لپکتے شعلوں میں دے دیا۔ ان اشخاص کے زندہ جلنے سے جہل و جفا کے اندھیرے گھپ میں صداقت اور جرأت کی وہ شمع روشن ہوئی جو آج تک برابر نور افشاں ہے۔ غرض تین سال کے اندر اندر کم سے کم دو سو اسی راست باز اور خدا ترس اشخاص اپنے مذہب پر قائم رہنے کی علت میں ہلاک کیے گئے۔ اُن کی ہلاکت رایگاں نہ گئی اس لیے کہ ان ہیبت ناک واقعات سے خایف ہو کر نہ صرف یہ کہ بہت سے نیک نفس لوگ وطن چھوڑ کر فرینکفرٹ اور جنیوا میں جا بسے بلکہ انگلستان کی کیا کیتھولک اور کیا پراٹسٹنٹ آبادی کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ کسی فرمانروا کو اختلاف عقاید کی بنا پر رعایا کی جان لینے کا اختیار حاصل ہونا صد درجہ خطرناک ہے ۔

لیٹیمر رڈلی اور کرینمر کا زندہ جلایا جانا

لوگوں میں اب ملکہ کی خرابی صحت کے متعلق سرگوشیاں ہونے لگیں اور چپکے چپکے اس تمنا کا اظہار ہونے لگا کہ خدا کرے یہ ظالم ملکہ جلد مرے اور ملک کو پھر چین نصیب ہو۔ ۱۵۵۷ء میں فلپ کے دوسرے سفر انگلستان سے بھی صورت حالات میں کچھ اصلاح نہ ہوئی۔ اس کے آنے کا مقصد یہ تھا کہ میری کو سمجھا بجھا کر فرانس پر فوج کشی کرنے میں اپنے ساتھ شریک کرے شاہی کونسل میں جب

کیلے کا انگریزوں کے قبضہ سے نکل جانا ۱۵۵۸ء

یہ معاملہ بحث کے لئے پیش ہوا تو اراکین کونسل نے سخت مخالفت کی لیکن آخر میری کی رائے غالب آئی اور بشرکت ہسپانیہ فرانس پر حملہ کر دیا گیا۔ آگے چل کر اپنی اس ہٹ کا میری کو بے حد رنج ہوا اس لئے کہ ۱۵۵۸ء میں کیلے کو جس کی حفاظت پر کافی فوج مامور نہ تھی دو سو سال سے بھی زیادہ عرصہ تک انگریزی قبضہ میں رہنے کے بعد فرانسیسیوں نے دوبارہ فتح کر لیا۔ جب اس کے کچھ ہی دن بعد گنسنے کا قلعہ جو نواح کیلے میں واقع ہے غنیم کے حوالے ہوا تو برّاعظم یورپ میں انگریزوں کے پاس ایک چپہ زمین بھی باقی نہ رہی۔ کہتے ہیں کہ میری کو جب ان شکستوں کی خبر پہنچی تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا کہ جب میں مروں گی تو کیلے کا نام میرے دل پر نقش ہوگا میری کی صحت ایک مدت سے خراب چلی آتی تھی انھی ایام میں ایک قسم کا بخار لوگوں میں پھیل گیا اور وہ بھی اس میں مبتلا ہو کر ۱۷ نومبر ۱۵۵۸ء کو جہان سے گزر گئی۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ اس کی وفات کے بائیس گھنٹے بعد کارڈنیال پول کا بھی انتقال ہو گیا۔

پندرھواں باب

دور فراخی و فراخی

الزبتھ

۱۵۵۸ء لغایت ۱۶۰۳ء

شہزادی الزبتھ ہیٹ فیلڈ کے چمن میں ۱۷ ۔ نومبر ۱۵۵۸ء کو ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی کہ قاصد نے آکر اُسے ملکۂ انگلستان ہونے کا مژدہ سنایا۔ یہ خوش خبری سنتے ہی وہ گھٹنوں کے بل گر کر خدا کا شکر بجا لائی اور کہنے لگی کہ "یہ قدرت خدا کا ادنیٰ کرشمہ ہے اگرچہ ہماری نظر میں نہایت عجیب ہو" جلوس کے بعد جب اُس کے نام کا سکہ چلا تو طلائی سکوں پر اُس نے یہی الفاظ نقش کرا دیے اور اُس کے سارے عہد حکومت میں اسی طرح کے سکوں کا رواج رہا۔

جو خاص اوصاف عورتوں میں ہونے چاہئیں اُن سے الزبتھ عاری تھی اور اس لحاظ سے اُس کی بہت سی بڑی بڑی لغزشیں گنائی جا سکتی ہیں لیکن فرماں روا ہونے کی حیثیت سے اُس کا حق ستائش ہم سے پورا ادا نہیں ہو سکتا۔ اپنے خسروانہ فرائض سے وہ مدت العمر جس طریقہ پر عہدہ برا ہوتی رہی اُس کا ذکر اپنے عہد کے خاتمہ پر خود اپنی زبان سے اُس نے اس طرح کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ ان الفاظ کا حرف حرف سچائی میں ڈوبا ہوا ہے "میں نے ہمیشہ قیامت کے دن کو پیش نظر رکھا۔ اور اس طرح حکومت کرتی رہی کہ گویا مجھے ایک احکم الحاکمین کے حضور میں اپنے افعال و اعمال کے لئے جواب دہ ہونا ہے اور میں اسی بزرگ و برتر پروردگار کے عدل کو اپنا گواہ قرار دیتی ہوں کہ میرے دل میں کبھی بھی کوئی خیال ایسا نہیں گزرا جس سے میری رعایا کی فلاح کا پہلو نہ نکلتا ہو"

الزبتھ کی سیرت

باپ کی طرف سے اُسے استقامت و جرات اور شوق ہر دلعزیزی کے اوصاف ترکہ میں ملے تھے۔ اس کے علاوہ وہ باپ ہی کی طرح ان لوگوں کے ساتھ جو اُس کی اطاعت کا دم بھرتے تھے بہت کم مخلصانہ برتاؤ کرتی تھی اور بہت کم اُنکی احسانمند ہوئی تھی۔ ماں کی سیرت سے اُسے زندہ دلی، شوق خوش لباسی اور البیلے پن کا حصہ ملا تھا۔ خود بینی کا عیب دونوں کی جانب سے اُس کی مشترک میراث تھا۔ لیکن الزبتھ خود بینی اور ناز آفرینی ہی کی جیتی جاگتی تصویر نہ تھی بلکہ ایک وسیع قلمرو کی ملکہ ہونے کے لحاظ سے اُسے اپنے شاہانہ فرائض اور ذمہ داریوں کا گہرا احساس تھا۔ بفضل خداداد کی رسائی سے اُس نے ہمیشہ اچھے مشیروں کا انتخاب کیا

اور اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے جو باتیں اکثر اُسے سوجھ جایا کرتی تھیں وہ خود اُن کے ذہن میں بھی نہ آتی تھیں۔ اُس کو یہ کٹھن کام انجام دینا تھا کہ تخت سلطنت کو اپنی ذات کے لئے محفوظ رکھ کر مملکت کو بدیسی دشمنوں کے پنجے سے چھڑائے بھاری بھاری محصول کم کر دے۔ اور نظام سلطنت کے دینی و دنیوی عناصر کی بے ترتیبی کو رفع کر کے ازسرِ نو امن و امان قائم کرے تاکہ انگریزی قوم مضبوط و متحد ہو جائے۔ اس کارِ اہم کے سر انجام دینے میں اگر اکثر موقعوں پر اس سے ناراستی اور تلوّن ظاہر ہوتا تھا تو جیسا کہ وہ خود کہا کرتی تھی اس کا یہ عذر ایک حد تک قابلِ پذیرائی ہے کہ کیا کروں عورت ذات ہوں اور کمزور ہوں بڑے بڑے زبردست دشمن گھات میں ہیں ان کا توڑ مجھے ہر حیلے کرنا ہی پڑتا ہے۔

الزبتھ جب تخت پر بیٹھی ہے تو انگلستان کی حالت بہت ہی ابتر ہو رہی تھی۔ کلیسا کے اوقاف سے دست کش اور فرانس کے ساتھ ایک تباہ کن جنگ میں مصروف ہو کر میری نے خزانہ بالکل خالی کر دیا تھا۔ رعایا پر جو خوفناک مذہبی تشدد روا رکھا گیا تھا اس سے تنگ آ کر اچھے

انگلستان کی ابتر حالت

اچھے لوگ گھر بار چھوڑ کر غیر ممالک میں چلے گئے تھے اور ملک بغاوت پر آمادہ ہو گیا تھا۔ رعایا میں عام بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ جان و مال خطرے میں تھے بیرونی حملے کا خدشہ ان اندرونی مصائب پر مستزاد تھا۔ آیرلینڈ میں خانہ جنگی کی آگ الگ بھڑک رہی تھی اور اسکاٹلینڈ کی ملکہ میری اسٹوارٹ جو ولیعہد فرانس سے عقد کر چکی تھی الزبتھ کو اولادِ ناجائز قرار دیکر تخت انگلستان پر اپنا دعویٰ ثابت کر رہی تھی۔ برّ اعظم یورپ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ گروہوں کے درمیان ایک بہت بڑی کشمکش برپا تھی جو الزبتھ کے زمانے میں برابر جاری رہی ہنری دوم تاجدار فرانس اپنی پراٹسٹنٹ رعایا کی بیخ کنی کے لئے جد و جہد کر رہا تھا اور فلپ ہسپانیہ

برِ اعظم یورپ میں مذہبی کشمکش

میں ملحدوں کو آگ کا زندہ ایندھن بنانے میں مصروف تھا۔ فلپ کو چونکہ فرانس کا کھٹکا لگا ہوا تھا اس لئے ابتدا ابتدا میں اس کے تعلقات الزبتھ کے ساتھ بظاہر مخلصانہ رہے اگرچہ وہ اُس کا حقیقی بہی خواہ کبھی بھی نہ تھا اس کے علاوہ یاد ہوگا کہ فلپ کے باپ چارلس پنجم کو ہالینڈ کا علاقہ اپنی دادی میری رئیسۂ برگنڈی سے جس نے شہنشاہ میکس میلیئن سے شادی کر لی تھی ترکے میں ملا تھا۔ اہلِ ہالینڈ نے چونکہ پراٹسٹنٹ مذہب اختیار کر لیا تھا اور یہ لوگ نہایت پختہ عقاید رکھتے تھے اس لئے فلپ دوم کی حکومت اور اُس کے شر رشتۂ تفتیش کی سختیاں انھیں دوبھر گزرنے لگی تھیں۔ یہ بھی بالواسطہ

فلپ کے الزبتھ سے کشیدہ ہو جانے کی ایک نئی وجہ ہو گئی۔ غرض یورپ اس وقت دو مخالف گروہوں کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ ایک طرف کیتھولک تھے دوسری طرف پراٹسٹنٹ اور پاپائے پال چہارم جس نے بزمانۂ حکومت میری انگلستان میں بہت سا کھویا ہوا اقتدار پھر حاصل کر لیا تھا اس انتظار میں تھا کہ الزبتھ کس فریق کا ساتھ دیتی ہے۔

الزبتھ نے دانشمندی کی راہ سے اول اول دونوں میں سے کسی فریق کا ساتھ نہ دیا۔ میری کی کونسل میں جو ارکان سلطنت شریک تھے ان میں سے اکثر کو الزبتھ نے اپنی اپنی خدمتوں پر بحال رکھا اور ان میں ایک بیدار مغز مدبر سر ولیم سیسل کا اضافہ کر دیا جو آگے چلکر لارڈ بریلے کے لقب سے ملقب ہو کر صدر اعظم کے درجہ پر فائز ہوا اور مدت العمر الزبتھ کی خدمات وفاداری سے بجا لاتا رہا۔

صدر اعظم سر ولیم سسل

آئین اور ضابطہ کے خلاف وہ کوئی بات نہ کرنا چاہتی تھی چنانچہ جب کلیسا کے طریقۂ عبادت کے بدلنے کا سوال پیدا ہوا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ جب تک پارلیمنٹ کے اجلاس میں اس مسئلہ پر پوری طرح غور نہ ہونے میں خود کوئی حکم اس بارے میں صادر نہیں کر سکتی۔ ساتھ ہی اس نے یہ اعلان کر دیا کہ رعایا کی آزادی ضمیر میں کوئی مداخلت نہ کی جائیگی بلکہ ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ جس عقیدے پر چاہے قائم رہے لیکن شرط یہ ہے کہ عبادت کا جو عام طریقہ قانوناً مقرر ہو اس کی پیروی برابر کیا کرے۔ جب ۲۵ جنوری ۱۵۵۵ء کو پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو اس کے لئے سب سے پہلا کام یہ تھا کہ الزبتھ کے جائز اور حقیقی ملکۂ انگلستان ہونے کا اعلان کر کے قوانین اعتلاد وحدت عمل نافذ کئے پہلے قانون کی رو سے ہر پادری کا فرض تھا کہ امور دینیہ میں ملکہ کی سیادت کا حلف اٹھائے۔ دوسرے قانون کے بموجب ایڈورڈ ششم کی کتاب عبادت عمومی بعض ترمیمات کے ساتھ جن سے فریق کیتھولک کی دلجوئی مقصود تھی از سر نو رائج کی گئی اور تمام لوگ گرجاؤں میں عبادت کے لئے اوقات مقررہ

حلف سیادت

پر حاضر ہونے یا بھاری جرمانہ بھرنے پر مجبور کئے گئے اساقف جو کیتھولک تھے جن کے عقیدے میں دینی سیادت کا مرتبہ صرف پاپا کو حاصل تھا۔ اسلئے بجز ایک کے باقی سب نے حلف سیادت اٹھانے سے انکار کر دیا چونکہ اس انکار کے صحیح معنی یہ تھے کہ وہ ملکہ کو اپنا پیشوا نہیں تسلیم کرتے لہذا وہ اپنی اپنی خدمتوں سے محروم کئے گئے اور ان کی بجائے پراٹسٹنٹ اساقف کا تقرر عمل میں آیا۔ لیکن الزبتھ نے اس بارہ میں کمتر درجہ کے پادریوں پر زیادہ دباؤ ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ جو پادری حلف اٹھانے نہ آئے اُن کی غیر حاضری نظر انداز

کردی گئی اور اکثر مقامات میں گھروں کے اندر کیتھولک طریقے پر عبادت ہوتی رہی اگرچہ گرجاؤں میں یہ طریقہ ممنوع تھا میتھیو پارکر جو ایک محتاط و معاملہ فہم عالم تھا کنٹربری کا صدر اسقف مقرر ہوا۔ غرض اس طرح ایک عرصے تک الزبتھ اُن مذہبی مناقشات سے پہلو بچاتی رہی جنھوں نے بیرونی ممالک کو تہ و بالا کر رکھا تھا۔

اسکاٹلینڈ کی حالت

اسکاٹلینڈ نے الزبتھ کے لئے ایک اور مشکل پیدا کر دی۔ میری اسٹوارٹ چونکہ اب فرانس کی ملکہ ہو گئی تھی اس لئے اُس کی ماں میری رئیسہ گائز نائب السلطنت ہونے کی حیثیت سے اسکاٹلینڈ پر حکمراں تھی۔ یہ ملک کئی سال سے بتدریج پراٹسٹنٹ مذہب اختیار کر رہا تھا۔ امرائے کلیسا خانقاہوں کی دولت و اقتدار کو نگاہ رشک سے دیکھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ اُن میں سے اکثر مذہب جدید کی اشاعت کے حامی تھے۔ عہد سابق کے مظالم سے تنگ آکر انگلستان کے جو پراٹسٹنٹ اسکاٹلینڈ چلے آئے تھے اُنکا خیر مقدم تپاک سے کیا گیا تھا طبیعت کے سخت اور دھن کے پکے ہونے کی وجہ سے اسکاٹلینڈ والے مذہب کے معاملے میں انگریزوں سے بھی دو قدم آگے نکل کر جینوا کے نئے مصلح مذہب جان کیلون کے پیرو ہو گئے تھے ۱۵۵۷ء میں امرا کے ایک انبوہ کثیر نے ایڈنبرا میں جلسہ کر کے آپس میں عہد کیا کہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور نئے عقیدے کی تبلیغ میں سرگرمی سے ساعی ہوں گے جس معاہدے پر انھوں نے دستخط کئے تھے وہ "پیمان اول" کہلاتا ہے اور انھوں نے اپنے لئے "امرائے جماعت" کا امتیازی لقب تجویز کیا۔ میری رئیسہ گائز جو ایک کٹر کیتھولک تھی ان سرگرمیوں کو کب ٹھنڈے دل سے دیکھ سکتی تھی اُس نے عقائد جدید کا استیصال بجبر کرنا چاہا۔ اُدھر کیلون کے ایک مشہور پیرو جان ناکس

اسکاٹلینڈ کے امرائے جماعت ۱۵۵۹ء

کے وعظ و پند سن کر لوگوں نے گرجاؤں میں مورتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا اور ۱۱ مئی ۱۵۵۹ء کو کھلم کھلا فساد پر آمادہ ہو گئے۔ نائب السلطنت نے اپنی حکومت ایک فرانسیسی فوج کی مدد سے قائم رکھنی چاہی لیکن امرائے جماعت نے ایڈنبرا پر قبضہ کیا اور وہاں ایک پارلیمنٹ منعقد کی اپنے پرانے حلیفوں یعنی فرانسیسوں کی گرفت سے اب وہ آزاد ہونا چاہتے تھے اور بحث و مباحثہ کے بعد بالاتفاق یہی رائے قرار پائی کہ الزبتھ سے مدد مانگنی چاہئے۔

الزبتھ نے پہلے تو تامل کیا اس لئے کہ وہ باغیوں کو حکومت کے مقابلے میں مدد دینا پسند نہ کرتی تھی۔ لیکن اسکاٹلینڈ میں ایک فرانسیسی فوج کا موجود ہونا خود انگلستان کے لئے

بہت بڑے خطرے کا موجب تھا۔ اسلئے بہت کچھ سوچ بچار کے بعد اُس نے آخر کار انگریزی بیڑے

عہد نامہ ایڈنبرا جولائی سنہ ۱۵۶۰ء

کو بلیچ فورتھ میں بھیج دیا اور لارڈ گرے کی کمان میں آٹھ ہزار فوج محاصرہ لیتھ میں کمک دینے کے لئے روانہ کی۔ انھیں ایام میں نائب السلطنتہ ملکہ کا انتقال ہو گیا اور امرا کی اس مجلس نے جو حکومت کے انتظام کی ذمہ دار ہوئی تھی ایڈنبرا میں ایک معاہدے پر دستخط کر دئے جس کی رو سے فرانسیسیوں نے تو اسکاٹلینڈ خالی کر دینے کا وعدہ کیا اور امرا نے یہ ذمہ لیا کہ میری اسٹوارٹ تاج انگلستان کا دعویٰ نہ کرے گی۔ لیکن میری خود اس معاہدہ کی تصدیق پر کسی طرح رضامند نہ ہوئی اس پر اسکاٹلینڈ کی پارلیمنٹ نے ۲۵ اگست سنہ ۱۵۶۰ء کو بڑی شد و مد کے ساتھ پراٹسٹنٹ عقاید کا قانوناً اعلان کیا اور اسی زمانہ سے

میری ملکہ اسکاٹلینڈ کی معاودت اگست سنہ ۱۵۶۱ء

اسکاٹلینڈ کا مذہب پراٹسٹنٹ ہے چند ماہ بعد دسمبر سنہ ۱۵۶۰ء میں میری کا فرانسیسی شوہر شاہ فرانسس ثانی وفات پا گیا اور اگلے سال وہ بحالت بیوگی اپنے وطن واپس آئی تاکہ ملکہ اسکاٹلینڈ ہونے کی حیثیت سے حکومت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے۔ لیکن الزبتھ کو سردست اس سے کچھ اندیشہ نہ تھا اس لئے کہ تمام پراٹسٹنٹ امرا اس کے طرفدار تھے ؎

انگلستان کو اس اثنا میں داخلی امن و امان کی وجہ سے خوش حالی کا موقع مل رہا تھا۔ کلیسا کے اوقاف پر دوبارہ قابض ہو جانے اور اخراجات میں کفایت کرنے سے خزانہ پھر معمور ہو گیا اس کے ساتھ ہی کھوٹے سکوں کا چلن روک دینے اور روپیہ کو از سر نو اصلی قیمت پر چلانے سے

انگلستان کی خوش حالی

اسیل نے رعایا کو ایک بار گراں سے سبکدوش کر دیا۔ سنہ ۱۵۶۱ء میں ایک کمیشن رعایا کی عسرت و پریشان حالی کے اسباب کی تحقیقات کے لئے مامور کیا گیا اور سنہ ۱۵۶۲ء میں ہر شہر کے رئیس بلدیہ اور ہر گاؤں کے داروغۂ کلیسا کو حکم دیا گیا کہ اپنے اپنے علاقہ کی آبادی سے اس علاقے کے غربا کی پرورش کے لئے چندہ اکٹھا کر کے ایک سرمایہ قائم کریں۔ یہ گویا "ضابطہ مساکین" کی ابتدا تھی جس کی توثیق سنہ ۱۶۰۱ء میں پارلیمنٹ کے ایک قانون سے عمل میں آئی اور جو سنہ ۱۸۳۲ء تک نافذ رہا۔ اگرچہ آگے چلکر یہ ضابطہ رعایا کے لئے ایک ناقابل برداشت

ضابطہ مساکین سنہ ۱۵۶۲-۱۶۰۱ء

بوجھ ہو گیا لیکن اس زمانے میں اس کا نفاذ ہر پہلو سے قرین مصلحت تھا اور قیام امن میں اس سے بڑی مدد ملی ؎

ترقی زراعت

لیکن رعایا کی خیر و فلاح میں الزبتھ کی جن دانشمندانہ تدابیر نے سب سے

زیادہ حصہ لیا وہ یہ تھیں کہ ایک تو اس نے جبر و استبداد کی ہیبت مٹا دی دوسرے ناتوانوں کی جائداد کو تواناؤں کی دست برد سے محفوظ کر دیا۔ مالکان اراضی اور شرفائے طبقہ متوسط اب اپنی زمینداریوں کا انتظام بہت اچھی طرح کرنے لگے مختلف قسم کی کھادوں کے استعمال پر توجہ ہونے لگی اور ایک کھیت میں مختلف فصلیں بدل بدل کر بونے کے طریقے پر عمل ہونے لگا۔ البتہ یہ ایک بہت بڑی خرابی تھی کہ پہلے کی طرح مزدوروں کے پاس خود اپنی زمینیں نہ تھیں پھر بھی بہترین طریقۂ کاشت کے رواج سے فصلوں کی پیداوار زیادہ ہونے لگی اور کھیتوں میں زیادہ مزدور کام پر لگائے جانے لگے ؛

صنعت و حرفت دستکاری اور تجارت میں بھی جان پڑنے لگی اور محنت کرنے والوں کے لیئے اس طور پر معاش کی ایک نئی صورت نکل آئی۔ مذہبی دار و گیر سے تنگ آ کر ندرلینڈ کے بہت سے دستکار نقل مکان کر کے انگلستان چلے آئے اور انگریزوں نے ان سے نفیس تر سوتی اور ریشمی کپڑا بننے صابن اور تدہین کے لئے روغن تیار کرنے اور اپنا کپڑا خود رنگنے کا ہنر سیکھ لیا۔ شمالی علاقے کے شہر خوش حال اور متمول ہو چلے اور مانچسٹر کا موٹا اونی کپڑا۔ ہیلی فکس کا سوتی پارچہ اور شفیلڈ کے چاقو چھریاں اپنی ساخت کی پائداری اور نفاست میں مشہور ہوگئیں اس کے علاوہ جو تجارتی مال اور روپیہ پہلے اطراف و اکناف عالم سے سیدھا انٹورپ جایا کرتا تھا اب براہ راست انگلستان آنے لگا طلاء و نقرۂ خام امریکہ سے خاک طلا اور عاج افریقہ سے اور ریشمی اور سوتی تھان و بہار مشرق سے آ آ کر لندن کی منڈیوں میں فروخت ہونے لگے جہاں سر ٹامس گریشم نے ۱۵۶۶ء میں شاہی صرافہ قائم کیا تاکہ اس کی عمارت میں سوداگر و بازرگاں اکھٹے ہو سکیں قسمت آزما جہاز رانوں کی حوصلہ افزائی خود ملکہ کی طرف سے ہوتی تھی۔ اس سے تجارتی جہازوں کا ایک اچھا خاصا بیڑا رفتہ رفتہ تیار ہوگیا جس کے جری ناخدا سمندروں میں جان ہتیلی پر لئے پھرتے تھے ؛

تجارت او صنعت و حرفت

غرض انگلستان نے آب شور کی اس تسخیر کی طرف اب قدم بڑھانا شروع کیا تھا جس نے اس کی عظمت و شکوہ میں چار چاند لگا دیئے ہیں ۱۵۷۶ء میں مغربی علاقے کا ایک جہازراں جس کا نام فرابشر تھا سمت شمالی میں روانہ ہوا تاکہ شمالی و مغربی طرف سے ہندوستان کا بحری رستہ دریافت کرے اس جستجو میں اس نے آبنائے خلیج ہڈسن دریافت کر لی جو آج تک اس کے نام سے موسوم ہے اسی سال جواں ہمت

جغرافی اکتشافات ۱۵۷۶ء لغایت ۱۵۸۳ء

سر ہمفری جلبرٹ نے امریکہ کی تفتیش کے لئے ایک بحری سفر اختیار کیا اور اسی غرض سے ۱۵۸۳ء میں ایک اور سفر کیا جس کے دوران میں اُس نے نیو فاونڈ لینڈ پر انگلستان کا جھنڈا جا گاڑا لیکن بعد میں اس کا جہاز ضایع ہوگیا اور سب اہل کشتی غرق ہو گئے۔ ڈیوس ریلے ہاکنس اور ڈریک یہ سب وہ لوگ ہیں جن کے نام بحری اکتشافات کے لئے مشہور ہیں۔ ڈریک پہلا انگریز ہے جس نے تمام دنیا کے گرد بحری سفر کیا لیکن ہاکنس کی یاد اس داغ سے ملوث ہے کہ ۱۵۶۲ء میں سب سے پہلے وہی حبشی غلاموں کی ایک کھیپ جہاز میں بھر کر افریقہ سے امریکہ لے گیا بہر حال ان اشخاص نے نئے نئے ممالک دریافت کئے اور تجارت کی نئی نئی راہیں کھولیں۔

دولت و ثروت کے اس اضافے کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کی زندگی زیادہ آرام و آسائش سے بسر ہونے لگی۔ مستحکم اور متحصن قلعوں کی بجائے شرفا نے اپنے رہنے کے لئے دل کشا کوٹھیاں تعمیر کرالیں جن کی وضع فن عمارت میں الزبتھ کے نام سے موسوم ہے۔ ان شاندار ایوانوں کے زینے صنعت سنگ تراشی کا کمال ظاہر کرتے تھے اور کمروں کے فرش پر تکلف قالینوں سے آراستہ تھے۔ سفید پوشوں اور کسانوں کے مکانوں میں بھی

توفیر آسائش

اینٹ پتھر کی چنائی ہونے لگی کھڑکیوں میں آئینے نظر آنے لگے۔ اور اس سوراخ کی بجائے جو پہلے چھت میں سے دھواں نکالا کرتا تھا اب خوش وضع دودبان دکھائی دینے لگے۔ ہر طبقۂ رعایا خصوصاً شرفا کا لباس پہلے سے زیادہ نفیس اور قیمتی ہونے لگا۔ خود ملکہ بھی اگرچہ بڑی سگھڑ اور کفایت شعار تھی لیکن طمطراق اور نمود پر مٹی ہوئی تھی اور جب ایک مقرب امیر کے گھر سے دوسرے کے گھر جاتی تھی تو دھوم دھام کے جشنوں کی ترتیب اور زرق برق کی نمود و نمایش سے شہر دلہن بنا ہوا نظر آتا تھا اور اس گرمی ہنگامہ سے رعایا میں نت نئی چہل پہل پیدا ہوتی رہتی تھی رعایا تو خوش حال اور فارغ البال تھی لیکن خود ملکہ الزبتھ طرح طرح کے آلام و افکار میں مبتلا تھی۔ پاپائے پائیس رابع یہ دیکھ کر کہ نہ تو وہ انگلستان میں اس کے وکیل مطلق ہی کے سکونت پذیر ہونے کی روادار ہے اور نہ پاپا کی مجلس عمومی میں جو بمقام ٹرنٹ ۱۵۶۱ء منعقد ہوئی اس نے اپنا سفیر ہی بھیجکر حق تعظیم روما ادا کیا اُسے ایک سرکش تاجدار سمجھنے لگا۔ اور اسی لحاظ سے پاپائے فرقہ کیتھولک کے نام ہدایات جاری کردیں کہ کوئی شخص عبادت کے لئے انگریزی گرجاؤں میں نہ جائے پارلیمنٹ کو یہ مداخلت ناگوار گزری اور اسکے توڑنے کیلئے

اُس نے ایک قانون جاری کردیا جس کی رو سے ہر رکن دارالعوام ہر سرکاری عہدہ دار

حلف اطاعت ۱۵۶۳ء

اور ہر قسیس حلقے کے لیئے لازم قرار پایا کہ ملکہ کی اطاعت کا حلف اٹھائے اور انگلستان میں پاپا کا صاحب اختیار ہونا تسلیم نہ کرے۔ اس قانون کا بدیہی اثر یہ ہوا کہ تمام راسخ العقیدہ کیتھولک اشخاص کے لیئے دارالعوام کا دروازہ بند ہوگیا۔ ایڈورڈ ششم کے عہد میں دین مسیحی کے جو انتالیس احکام ایک کتاب کی شکل میں مرتب کیئے گئے تھے اب قانوناً واجب الاتباع قرار پائے اور تمام پیشوایان مذہب سے اُن کی حقیت کا تحریری اعتراف کرایا گیا۔ اس طور پر الزبتھ کی منشا کے خلاف مذہبی پھوٹ کا بیج اس کی رعایا

الزبتھ کا مناکحت سے انکار

کے دلوں میں جم گیا میری ملکہ اسکاٹلینڈ بھی اب پھر الزبتھ کے اطمینان قلب میں خلل ڈالنے لگی حق جانشینی اب بھی اُس کی طرف عود کرتا تھا اس لیئے کہ اگرچہ پارلیمنٹ نے بار بار الزبتھ سے عقد کے لیئے اصرار کیا اور اُس نے بھی کبھی ولیعہد آسٹریا کے پیغام کے ساتھ مشق ناز کی کبھی اپنے چہیتے مقرب سر رابرٹ ڈڈلی امیر لیسٹر پر گوشۂ التفات مبذول کیا لیکن نتیجہ ان تمام باتوں کا کچھ نہ نکلا اور ملکہ کی ساری عمر کنوارپن ہی میں گزری حقیقت یہ ہے کہ ازدواج کے جھمیلے میں پڑنا اُس کے لیئے سخت مشکل تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ اگر عقد کرتی تو یا تو کسی پراٹسٹنٹ سے کرتی یا کسی کیتھولک سے۔ دونوں صورتوں میں اُس کی رعایا کا ایک حصہ اُس سے ضرور برگشتہ ہوگیا ہوتا۔

غرض میری اسٹوارٹ ابھی تک الزبتھ کے لیئے خار پہلو تھی جب وہ اول اول فرانس سے اسکاٹلینڈ واپس آئی تو تمام لوگ اپنی قبول صورت جواں سال ملکہ کو جان و دل سے چاہتے تھے اور انھیں اس میں بھی کوئی اعتراض نہ تھا کہ ملکہ اپنے کیتھولک عقیدے پر قائم رہے خصوصاً جبکہ

میری ملکہ سکاٹلینڈ کا عقد لارڈ ڈارنلی کے ساتھ ۱۵۶۵ء

ملکہ کا سوتیلا بھائی امیر مرے جو پراٹسٹنٹ مذہب رکھتا تھا نظم و نسق ملکت میں اس کا ہاتھ بٹانے لگا تو کچھ ہی دن بعد ملکہ کو دوسرا نکاح کرنے کا خیال پیدا ہوا اور ۱۵۶۵ء میں اُس نے اپنے نوجوان قرابت دار ہنری اسٹوارٹ لارڈ ڈارنلی سے عقد کرلیا جو خود اُس کی طرح ہنری ہشتم کی بہن مارگرٹ ٹیوڈر کی نسل سے تھا۔ ڈارنلی کی تربیت انگلستان میں ہوئی تھی اور اُس کے خاندان والے جو لینا کس کہلاتے تھے قدیم سے کیتھولک مذہب کے پیرو چلے آتے تھے۔ اب اسکاٹلینڈ میں کیتھولک امرا کا غلبہ ہوگیا مرے ملک بدر ہونے پر مجبور ہوا اور الزبتھ کو میری اور ڈارنلی کی ملک گیرانہ یورش کی طرف سے ہر وقت

کھٹکا لگا رہنے لگا۔

لیکن میری نے بنا بنایا کھیل اپنے ہاتھوں بگاڑ دیا۔ ڈارنلی ایک کمزور طبیعت کا تنک مزاج شخص تھا ایسے شوہر سے بھلا میری کی کس طرح بنھ سکتی تھی۔ ڈارنلی کی طرف سے اُس کی طبیعت جلد ہی اچاٹ ہوگئی۔ اُس کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کیتھولک مذہب کا اقتدار از سر نو قائم ہو اور وہ خود انگلستان کی ملکہ ہو جائے۔ اسی غرض سے اُس نے پاپائے روما اور تاجدار ہسپانیہ کے ساتھ خفیہ خط وکتابت کا سلسلہ قائم کر رکھا تھا اور اس کام میں اُسے اپنے لایق اطالوی معتمد ڈیوڈ رزیو سے بڑی مدد ملتی تھی۔ ڈارنلی ملکہ میری کے شوہر ہونے کی حیثیت سے سر پر تاج بادشاہی رکھنے کا آرزو مند تھا لیکن میری نے اُس کی تمنا پوری نہ ہونے دی۔ اُس پر ڈارنلی بہت ہی بگڑا اور رزیو کا ایسا دشمن ہوگیا

رزیو کا قتل
۹۔ مارچ ۱۵۶۶ء

کہ بعض پراٹسٹنٹ امرا کو سکھا پڑھا کر اُس کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ یہ امرا ملکہ کے قصر ہولی رڈ میں داخل ہو کر رزیو کو اُس کے سامنے سے گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے اور محل کے زینہ پر اُس کا کام تمام کر دیا۔ اُس کے بعد اُنھوں نے محل کے پھاٹکوں پر اپنے پہرے بٹھا دیئے اور ملکہ اُن کے قابو میں آگئی مصلحتِ وقت اسی میں تھی کہ وہ اُن کے آگے سر تسلیم خم کر دے اور ڈارنلی کے ساتھ از سر نو مراسم ارتباط قائم کرے لیکن یہ واقعہ اُسے کبھی فراموش نہ ہوا اور اُس کے دل میں رہ رہ کر کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔ تین مہینے بعد ۹۔ جون ۱۵۶۶ء کو اُس کے بطن سے ایک شہزادہ تولد ہوا اور اب اُسے ایک وارث تخت وتاج مل جانے سے اس تجویز پر ایک طرح کی فوقیت حاصل ہوگئی نو مہینے تک حالت سکون قائم رہی لیکن اُس کے بعد یکایک ایک خوفناک واقعہ پیش آیا۔ ڈارنلی کچھ دن سے بیمار تھا اور میری جو بظاہر اُس کی تیمارداری بڑی توجہ اور دلجوئی سے کر رہی تھی اُسے تبدیل آب وہوا کے لئے ایک پرانی خانقاہ میں جو کرک او فلیڈ کے نام سے موسوم تھی اور ایڈنبرا کے باہر قصر ہولی رڈ کے قریب واقع تھی اٹھوا لائی۔ ایک دن سر شام وہ اسے ایک

ڈارنلی کا قتل
۹۔ فروری ۱۵۶۷ء

نو عمر غلام بچہ کی نگرانی میں چھوڑ کر خود قصر ہولی رڈ میں اپنے ایک خادم کی شادی کا جلسہ دیکھنے چلی گئی۔ آدھی رات گزرتے ہی دفعتہً ایک ہیبت ناک دھما کا ہوا جس نے سارے شہر کی بنیادیں ہلا دیں۔ کرک او فلیڈ کی خانقاہ بھک سے اڑ گئی تھی اور ڈارنلی اور غلام بچہ کی لاشیں پاس ہی ایک کھیت میں پڑی ہوئی تھیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ملکہ کو اس واقعہ کا کس حد تک علم تھا لیکن اس میں ذرا

شک نہیں کہ یہ کام ایک نوجوان مسٹر چلنے ٹیس زادہ ہیمز اپیبرن امیر باتھول کا تھا اور میری نے تین مہینے بعد ۱۵ مئی ۱۵۶۷ء کو اس سے عقد کر لیا ؎

خاوند کے اس بیدردانہ قتل کا واقعہ ایسا نہ تھا کہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سارا اسکاٹلینڈ اُس سے نفرت نہ کرنے لگے۔ اگرچہ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جنھیں اُس کی بیگناہی کا یقین تھا۔ ایک مہینے تک وہ امرا کے مقابلے کے لئے فوج جمع کرتی رہی لیکن جب وقت آیا تو کسی نے اُس کا ساتھ نہ دیا۔ اور سب ایک ایک کرکے الگ ہو گئے باتھول نے نوآرکینز میں جاکر پناہ لی اور وہاں سے بھاگ کر ڈنمارک چلا گیا جہاں اُسکا انتقال ہوگیا۔ میری گرفتار کر لی گئی اور ایک مستحکم قلعے میں جو علاقہ کنراس شایر کی جھیل لیون کے بیچوں بیچ واقع تھا نظر بند کر دی گئی۔ امرا نے اس حالت میں اُسے تخت و تاج سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا اور اُس کا شیرخوار بچہ امیر مرے کی ولایت میں جیمز ششم کے لقب سے تخت اسکاٹلینڈ پر بٹھایا گیا۔ سال بھر بعد وہ موقع پاکر قید سے نکل گئی اور اپنے حریفوں کے مقابلہ کے لئے پھر ایک لشکر فراہم کر لیا لیکن تقدیر یاور نہ تھی۔ گلاسگو کے قریب لینگسائڈ کے میدان میں اُس کے شکست کھائی اور میدانِ جنگ سے جان بچا کر بھاگی۔ نوے میل تک گھوڑی کی باگیں اٹھائے اور رستے میں بجز ڈاک بدلنے کے کہیں بھی ذرا دم لئے بغیر وہ برابر سرپٹ چلی گئی اور اتنی لمبی منزل مارنے کے بعد خلیج سالوے کو عبور کرکے کارلایل میں پناہ گزیں ہوئی ؎

میری فرار ہو کر انگلستان چلی جاتی ہے مئی ۱۵۶۸ء

الزبتھ کو یہ بات کب گوارا ہو سکتی تھی کہ اس کی رقیب سرزمین انگلستان میں موجود ہو۔ ابھی سال ہی بھر ہوا تھا کہ پارلیمنٹ نے اُس سے مکرر اصرار کیا تھا کہ اپنے نکاح اور جانشینی کے مسئلہ کو کسی صورت سے حل کرے۔ قوم کی بڑھتی خوش حالی کے ساتھ دارالعوام کی جرأت بھی بڑھتی جاتی تھی۔ اب دیہات کے شرفا دارالعوام کی رکنیت کے آرزومند ہونے لگے تھے اور ارکین پارلیمنٹ مشاہرہ طلب کرنے کے بجائے اپنے ہمسایوں کی وکالت کرنے پر بلا معاوضہ اظہارِ آمادگی کرتے تھے۔ یہ لوگ بالکل آزادہ رو تھے اور اس بات کے متمنی تھے کہ کسی طرح ان کے حقوق محفوظ رہیں۔ میری کے بیٹے کی ولادت کے بعد ہی انھوں نے مسئلۂ جانشینی کے طے کرنے کے لئے الزبتھ پر از سر نو زور ڈالنا شروع کیا اور جب الزبتھ نے انھیں سختی سے کہلا بھیجا

انگریزی پارلیمنٹ کی روز افزوں طاقت۔

کہ تم لوگوں کو اس معاملے میں کوئی دخل نہیں اس کا فیصلہ میری رائے پر چھوڑ دیا جائے تو دار العوام کے ایک رکن ونٹورتھ نامی نے اٹھ کر سوال کیا کہ کیا ملکہ کا یہ پیغام ہماری قومی آزادی کے منافی نہیں ہے؟ آخر ملکہ نے وعدے وعید کر کے ان کو تسلی دی اور انھوں نے جب کہیں جا کر اس فوجی مہم کے مصارف کے لیئے جو وہ آئرلینڈ کو روانہ کرنا چاہتی تھی مطلوبہ رقم کی منظوری دی۔ آئرلینڈ ایک دلیر اور بیدار مغز سردار شان اونیل کی سرگردگی میں ۱۵۶۵ء سے کھلم کھلا برسر بغاوت تھا۔ لیکن زر و لشکر کے بل پر سر ہنری سڈنی نے ۱۵۶۷ء میں یہ بغاوت فرو کر دی اور قیام امن و امان کی امید بندھ چلی۔

شان اونیل کی بغاوت ۱۵۶۵ء لغایت ۱۵۶۷ء

عین ان ایام میں میری اسٹوارٹ کے بھاگ کر انگلستان چلے آنے سے الزبتھ کی مشکلات میں ایک نیا اضافہ ہو گیا۔ سوال یہ تھا کہ میری کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ میری چاہتی تھی کہ یا تو ایک فوج اُس کے ہمراہ کر دی جائے تاکہ وہ اسکاٹلینڈ واپس چلی جائے یا اسے فرانس چلے جانے کی اجازت دے دی جائے۔ الزبتھ یہ اجازت نہ دے سکتی تھی اس لیئے کہ فرانس کو اس طور پر اسکاٹلینڈ کے معاملات میں دست اندازی کا پھر موقع مل جاتا۔ البتہ مرے کو اُس نے ضرور کہلا بھیجا کہ اپنی ملکہ کو واپس بلا بھیجے لیکن اس نے انکار کر دیا اور مرے نے اپنے انکار کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیئے چند خطوط پیش کئے جو میری اور باتھول نے ایک دوسرے کو لکھے تھے۔ اگر یہ خط و کتابت فرضی نہ تھی بلکہ اصلی تھی تو اُس سے ثابت ہوتا تھا کہ میری اپنے خاوند کے قتل کی سازش میں شریک تھی۔ غرض الزبتھ نے اُسے انگلستان ہی میں رکھا اور پہلے تو اپنی نگرانی میں اُسے اضلاع کے ایک محل میں نظر بند کیا اور بعد ازاں دوسرے محل میں بھیج دیا۔

میری کا انگلستان میں مقید ہونا ۱۵۶۸ء لغایت ۱۵۸۷ء

اکثر لوگوں نے الزبتھ پر میری کو مقید رکھنے کا الزام لگایا ہے بخلاف اُس کے ایک اور طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جو میری کو ملزم ٹھہراتا ہے کہ آئندہ اٹھارہ سال تک وہ الزبتھ کے خلاف سازشوں میں شریک رہی۔ راقم الحروف کی رائے میں الزبتھ اور میری دونوں سے کسی دوسرے طرز عمل کی توقع رکھنا فطرت انسانی کا غلط اندازہ لگانا ہے۔ کیتھولک عقیدہ رکھنے اور کیتھولک فرقے کی حامی ہونے کی حیثیت سے میری کا ایمان تھا کہ اگر تخت سلطنت پر کسی تدبیر سے اُس کا قبضہ ہو سکے تو ایسی تدبیر اختیار کرنے میں وہ سراسر حق بجانب ہو گی۔

میری اور الزبتھ

علی ہذا القیاس الزبتھ کو اپنی رعایا پر جو اسے عزیز رکھتی تھی اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے ہر ایک قسم کی کوشش کرنی لازم تھی۔ الزبتھ کو ایک بات میں میری پر فوقیت حاصل تھی اور وہ یہ کہ اگرچہ الزبتھ طبیعت کی سخت تھی لیکن اُس کا خیال ہمیشہ اپنی رعایا کی فلاح میں منہمک رہتا تھا۔ میری دلفریب اور پسندیدہ اطوار ضرور رکھتی تھی لیکن اس نے اپنے جذبات سے بے قابو ہو کر اپنا معاملہ خود بگاڑ لیا۔ جس وقت سے اس نے اپنے شوہر کے قاتل کے ساتھ عقد کیا دولت و اقبال نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا اور کوئی امید اُس کی کامیابی کی باقی نہ رہی۔

اس وقت تک الزبتھ نے بڑی حکمت عملی سے اپنے آپ کو غیر ممالک کی لڑائیوں سے الگ تھلگ رکھا تھا لیکن اب یہ غیر جانب داری اس کے لیئے روز بروز زیادہ مشکل ہوتی جاتی تھی۔ میری اسٹوارٹ جب فرار ہو کر انگلستان چلی آئی تو انھیں ایام میں ندرلینڈ کے من چلے باشندوں یعنی ہالینڈ زیلینڈ اور فلینڈرس کی آبادی نے ولیم رئیس آرنج کی قیادت میں اپنے ظالم

اہل ندرلینڈ کی بغاوت ۱۵۶۸ء

ہسپانوی حاکموں کے خلاف وہ خونریز جد و جہد شروع کر دی تھی جس کا سلسلہ مدتوں قائم رہا۔ اس جنگ میں انھیں انواع اقسام کی سختیاں جھیلنی پڑیں اور بارہا فاقہ کشی تک نوبت آپہنچی آخر انھوں نے اپنے علاقے کے سیلابی بند توڑ ڈالے اور تمام علاقے کو تہ آب کر کے دشمن کو ملک سے نکالدیا۔ اس موقع پر اگر کوئی کیتھولک ملکہ فرمانروائے انگلستان ہوتی تو فلپ ثانی کا بہت کچھ ہاتھ بٹاتی لیکن الزبتھ کے لئے فریقین میں سے کسی کا بھی ساتھ دینا بہت مشکل تھا خود اس کی کونسل کے اراکین اس بارے میں مختلف اغراض کے حامی تھے سیسل اور تمام پراٹسٹنٹ امرا کی خواہش تھی کہ ندرلینڈ والوں کا ساتھ دیا جائے۔ امیر نارفاک اور کیتھولک امرا چاہتے تھے کہ ہسپانیہ کے ساتھ مصالحانہ مراسم قائم ہوں اور میری الزبتھ کی جانشین نامزد ہو ملکہ نے ان دونوں جماعتوں کی متخالف اغراض میں توازن قائم رکھنے کی کوشش کی لیکن کیتھولک امرا قابو سے باہر ہو گئے

شمالی انگلستان بغاوت نومبر ۱۵۶۹ء

چنانچہ میری کو امیر نارفاک کے حبالۂ عقد میں لانے کی سازش کی گئی اور جب اس سازش کے کھل جانے پر نارفاک قلعۂ لندن میں قید کر دیا گیا تو میری کو آزادی دلانے کے قصد سے امیر نارتھمبرلینڈ اور امیر ویسٹ مورلینڈ کی سرکردگی میں شمالی انگلستان کی آبادی نے بغاوت کر دی یہ امرا شکست کھا کر اسکاٹلینڈ

بھاگ گئے اور چھ سو سے زیادہ ملزموں کی بعلت بغاوت گردن ماری گئی ؎

لیکن کیتھولک ابھی تک بے چین تھے۔ اگلے سال یعنی ۱۵۷۰ء میں پاپائے پائس خامس نے الزبتھ کو دائرہ کلیسا سے خارج کر دیا اور اس اخراج کے ساتھ ہی ملکہ کی رعایا کو فرض اطاعت سے سبکدوش کر دیا۔ اس کے جواب میں پارلیمنٹ نے کیتھولک فرقے کے خلاف پہلے سے بھی زیادہ سخت قوانین نافذ کیے۔ اس اثنا میں امیر نارفاک نے رڈالفی نامی ایک گماشتے کو خفیہ طور پر فلپ شاہ ہسپانیہ کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ ہسپانوی فوج کا ایک دستہ انگلستان میں لنگر انداز ہو کر الزبتھ کو قید کر لے اور میری کو تخت پر بٹھا دے۔ پاپا نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور سازش کنندوں کو اُن کے منصوبے کی تکمیل کے لئے کچھ رقم بھی دی لیکن ہسپانوی جرنیل الوا جس کے سپرد یہ مہم کی گئی تھی ابھی کچھ کرنے بھی نہ پایا تھا کہ اس سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا اور لارڈ برلے کو سب باتیں معلوم ہو گئیں۔ نارفاک تو ۲ جون ۱۵۷۲ء کو قتل کر دیا گیا اور سفیر ہسپانیہ انگلستان سے نکال دیا گیا۔ پارلیمنٹ نے الزبتھ پر اس بات کے لئے بھی بہت زور ڈالا کہ ملکہ میری پر بعلت بغاوت مقدمہ چلایا جائے۔ لیکن وہ کسی طرح رضامند نہ ہوئی ؎

دائرہ کلیسا سے الزبتھ کا اخراج اور رڈالفی کی سازش ۱۵۷۱ء

ہسپانیہ کی اس نیش زنی کے باوجود الزبتھ نے پہلے امیر انجو اور بعد ازاں اُس کے چھوٹے بھائی کو پیغام عقد دیکر فرانس کو اپنا بنا رکھا تھا۔ لیکن اس اثنا میں ایک ایسا خونناک حادثہ وقوع میں آیا جس کی یاد سے روح لرزا اٹھتی ہے۔ شاہ فرانس کی ماں کیتھرائین دی میڈیسی اور خانوادہ گائیز کے کیتھولک امرا نے اس ڈر سے کہ مبادا فرانسیسی پراٹسٹنٹوں کی طاقت بہت بڑھ جائے پیرس کے اراذل و انفار کو اُن کے خلاف بھڑکا دیا۔ جس کا نتیجہ ۲۴ اگست ۱۵۷۲ء کو وہ خونریز واقعہ ہوا جو سینٹ بارتھالومیو کے قتل عام کے نام سے مشہور ہے اس دن پیرس کے تمام پراٹسٹنٹ اکابر چن چن کر قتل کر ڈالے گئے۔ اور جہلا کے جوش تعصب کا سیلاب شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ ایسا اُٹھا کہ ایک لاکھ سے اوپر پراٹسٹنٹ قتل کر دیئے گئے کیتھولک فریق کی اس مہیب کامیابی نے الزبتھ اور اُس کی رعایا کو متردد کر دیا لیکن اس پر بھی وہ پراٹسٹنٹ جماعت کی علانیہ طرفداری سے محترز رہی اور جب ندرلینڈ والوں نے ۱۵۷۵ء میں یہ تمنا ظاہر کی کہ وہ اُن کی ملکہ بن جائے تو اُس نے اُن کی یہ دعوت رد کر دی البتہ اُن کی مدد کے لئے

واقعہ سینٹ بارتھالومیو ۲۴ اگست ۱۵۷۲ء

کچھ روپیہ بھیجدیا ہو

لیکن اُس نے اپنی رعایا کو انھیں مدد دینے کی ممانعت نہ کی چنانچہ لندن کے سوداگروں نے پانچ لاکھ اشرفیاں ولیم رئیس آرنج کے پاس بھجوا دیں اور پانچ ہزار سے زائد نوجوان انگریز ندرلینڈ کے بہادر محبان وطن کے دوش بدوش لڑنے کے لئے اپنے وطن سے روانہ ہو گئے۔ کچھ انگریز اپنے جہازوں پر سوار ہو کر اہل ندرلینڈ کو بحری کمک

ندرلینڈ والوں کو انگریزی کمک

دینے گئے اور آبنائے انگلستان میں یہ غارتگر جہاز جو "کلاب البحر" کے نام سے پکارے جاتے تھے ٹڈی دل کی طرح پھیل کر فرانسیسی اور ہسپانوی تجارتی جہازوں پر حملہ کرنے لگے۔ ان کلاب البحر کی غرض ندرلینڈ والوں کو امداد رسانی کے ساتھ ساتھ غالباً غارت گری بھی تھی۔ ہسپانوی اور پرتگیز اُن دنوں نئی دنیا کے اُن خطوں پر قابض تھے جہاں سونا اور خزانہ دستیاب ہوتا تھا چنانچہ ڈیون شایر کے ایک نفیس زادے فرانسس ڈریک نے پہلے ۱۵۷۲ء اور پھر ۱۵۷۷ء میں ہسپانوی جنوبی امریکہ پر تاخت کی اور سونے سے لدے ہوئے جہاز لوٹ کر یہ خزانہ انگلستان لے آیا۔ فلپ نے قسم کھائی کہ اس لٹیرے سے انتقام لئے بغیر نہ رہوں گا اور اُس کے طیش کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ جب ڈریک مال غنیمت لے کر پلٹا تو اُس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی تھی اور اُس کا نام مشاہیر انگلستان کے زمرہ میں داخل ہو گیا تھا اس کے علاوہ ملکہ الزبتھ نے اُسے "سر" کا خطاب بھی عطا کیا تھا۔ لیکن سردست فلپ کو دوسری بہت سی مہموں کے باعث اس انتقام کی فرصت نہ تھی اس کا وقت کہیں آٹھ سال کے بعد جا کر آیا جبکہ الزبتھ نے آخرکار امیر لیسٹر کو اہل ندرلینڈ کی امداد پر مامور کیا اور ڈریک کو ۱۵۸۵ء میں پچیس جہازوں کے ساتھ بھی ہسپانیہ کے امریکن مقبوضات پر چھاپہ مارنے کی اجازت دی جہاں سے وہ مال غنیمت لادکر لایا تھا اس وقت سے فلپ حقیقی طور پر انگلستان کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا لیکن اس کے مشہور "ہسپانوی جنگی بیڑے" کی تیاری میں جس سے انگلستان پر چڑھائی کرنی مقصود تھی ابھی اور تین سال صرف ہوئے اور اس عرصے میں بہت سے اہم واقعات پیش آئے

کچھ عرصے سے کیتھولک مذہب کے نوجوان انگریزوں کی ایک جماعت فرانس کے شہر ڈُواِی میں اس غرض سے تیار کی جا رہی تھی کہ انھیں تبلیغ دین کیتھولک کے لئے انگلستان بھیجا جائے۔ یہ لوگ اس عقیدہ پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے کہ اہل انگلستان کی نجات اخروی

کیتھولک مذہب کا تبلیغی وفد انگلستان میں ۱۵۷۶ء

کی بھی ایک سبیل ہے کہ اُن پر پاپائے روما کی حکومت ازسر نو قائم ہو جائے۔ ۱۵۷۶ء میں یہ جماعت انگلستان پہنچی اور اطراف ملک میں خفیہ طور پر سفر کرنے اور سرگرمی سے اپنے عقائد کی اشاعت کرنے لگی۔ حکومت کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اُسے سخت تشویش لاحق ہوئی سانپ کا سر کچلنے کے لئے فوری تدابیر اختیار کی گئیں۔ جو پادری یہ آگ لگانے آئے تھے وہ جہاں کہیں ملے گرفتار کر لئے گئے اور آیندہ بیس سال کے زمانہ میں اُن کی ایک بہت بڑی تعداد وقتاً فوقتاً قتل ہوئی ہسپانوی سازشوں کا جال بھی ساتھ ساتھ برابر پھیلا ہوا تھا۔ ۱۵۸۳ء ایک سازش دریافت

مجلس حفاظت ملکہ الزبتھ ۱۵۸۴ء

ہوئی جس کا مقصد یہ تھا کہ الزبتھ قتل کر دی جائے اور میری کو اُس کی جگہ تخت پر بٹھایا جائے اس سازش کا بانی مبانی فرانسس تھراگمارٹن نامی ایک کیتھولک تھا اور سفیر ہسپانیہ کو بھی اُس کی کل کیفیت معلوم تھی تھراگمارٹن تو قتل کر دیا گیا لیکن انگلستان کے تمام سربرآوردہ لوگوں نے اب یہ دیکھکر کہ اُنکی ملکہ کی جان سخت ہی خطرہ میں ہے ۱۵۸۴ء میں ایک مجلس قائم کی جس میں انھوں نے باستصواب پارلیمنٹ تحریری عہد کیا کہ جو شخص ملکہ کے خلاف سازش کرے گا اور نیز جس شخص کی خاطر یہ سازش کی گئی ہوگی ان سب کو جان سے مار ڈالیں گے۔"

ظاہر ہے کہ اس دھمکی میں ملکہ میری بھی شامل تھی چنانچہ خود اس سے اس تحریر پر دستخط کرائے گئے لیکن تین سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ وزیر سلطنت سرفرانسس والسنگھم کو ایک اور سازش کا علم ہوا جس کی منظوری میری نے اپنی طولانی اسیری کی صعوبتوں سے تنگ

میری ملکہ اسکاٹلینڈ کا قتل ۸ فروری ۱۵۸۷ء

آکر دے دی تھی۔ یہ سازش جس میں ایک نوجوان انتھونی بیبنگٹن نامی پیش پیش تھا اور جو پہلے کی طرح ہسپانیہ کی ریشہ دوانیوں سے عمل میں آئی تھی آخر میری کی جان لیکر رہی۔ سازش کا ثبوت امرا کی ایک مجلس کے روبرو قلعہ فادرنگے (واقع نارتھمپٹن شایر) میں جہاں میری نظربند تھی پیش کیا گیا اور پارلیمنٹ نے ماہ نومبر ۱۵۸۶ء میں اُس کے لئے سزائے موت تجویز کی لوگ خوش تھے کہ اب عمر بھر کی سازشوں اور منصوبوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور اس خوشی میں سارے لندن میں چراغاں کیا گیا۔ لیکن الزبتھ کو قتل نامہ پر دستخط کرنے میں تامل تھا وہ ڈرتی تھی کہ سارا یورپ اُس کے اس فعل کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھے گا۔ آخر ایک عرصہ دراز کے بعد اُس نے اپنے دستخط ثبت کر دئے

اور ۸ ار فروری ۱۵۸۷ء کو یہ جمال مگر برگشتہ بخت ملکہ اسکاٹلینڈ کا سر قلم کیا گیا۔ جب اسے مقتل میں لے چلے اور اُس کی خواصیں زار و قطار رونے لگیں تو اُس نے انھیں کہکر تسلی دی کہ میرے لئے گریہ وزاری نہ کرو۔ میں نے اطمینان دلا دیا ہے کہ تمھاری کوئی خطا نہیں تم سے کسی طرح کا تعرض نہ کیا جائے گا۔ میرے تمام ہوا خواہوں کو میرا یہ آخری پیغام پہنچا دینا کہ میں مرتے دم تک صدق دل سے کیتھولک عقیدہ پر قائم رہی ؂

الزبتھ کو اب صرف ایک دشمن۔ سے انتقام لینا باقی رہ گیا یہ دشمن فلپ تاجدار ہسپانیہ تھا جو انگلستان پر بڑے زور شور سے چڑھائی کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ملکہ کی جزرسی نے اُسے حسب معمول اس قدر رقم کی منظوری کی اجازت نہ دی کہ انگریزی بیڑا پوری طاقت کے ساتھ حریف کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائے۔ لیکن لارڈ ہاورڈ امیر افنگلھم اور اُس کے بحری سرداروں کی سعی وہمت نے ملکہ کی فرد گزاشت کی تلافی کر دی سر فرانسس ڈریک نے ۱۵۸۷ء میں قادس کی بندرگاہ پر دلاورانہ تاخت کر کے غنیم کے جنگی بیڑے کے ایک حصہ کو آگ لگا دی اور انگلستان کے متعدد شرفا نے دشمن کے مقابلے کے لئے اپنے خرچ سے جہاز تیار کرائے۔ آخر وہ ساعت جس کا کھٹکا لگا ہوا تھا آ پہنچی۔ فلپ کے نامور سپہ سالار امیر پارمانے نذر لینڈ میں تیس ہزار ہسپانوی فوج پہلے سے جمع کر رکھی تھی کہ جنگی بیڑے کے پہنچتے ہی آبنائے کو عبور کرتی ہوئی انگلستان میں جا اترے ادھر فلپ کو پورا یقین تھا کہ انگلستان کے تمام کیتھولک اس کے ساتھ مل جائیں گے چنانچہ اسی یقین کو دل میں لئے ہوئے اس نے اپنا زبردست جنگی بیڑا جو ایک سو انتیس جہازوں پر مشتمل تھا امیر لدنیا سدانیا کی کمان میں ۱۲ ار جولائی ۱۵۸۸ء کو مہم انگلستان پر روانہ کیا ؂

ہسپانیہ کے جنگی بیڑے کی روانگی ۱۲ ار جولائی ۱۵۸۸ء

فلپ نے غلط اندازہ لگایا تھا۔ ۱۹ ار جولائی کو ساحلی روشنیوں کے ذریعے سے غنیم کے جنگی بیڑے کی آمد کا اعلان ہونا ہی تھا کہ سارا انگلستان ایک ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور کیا کیتھولک اور کیا پراٹسٹنٹ سب کے سب بلا تفریق و امتیاز اپنے ملک اور اپنی ملکہ کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو گئے ؂

ہسپانوی جنگی بیڑے کی شکست ۱۵۸۸ء

لارڈ ہاورڈ کے پاس کلھم اسی جہاز اور نو ہزار کی بحری جمعیت تھی لیکن ان جہازوں کے کمانڈار لارڈ ہنری سیمور فرابشر ڈریک اور ہاکنس جیسے جیوٹ سورما تھے۔ ہلکے پھلکے انگریزی جہازوں نے ہسپانوی بیڑے کے

گراں وزن جہازوں کا تند و تیز حملوں سے ناک میں دم کر دیا۔ اور آٹھ آتش زن کشتیوں نے جورات کے وقت کیلے کی بندرگاہ میں ناخداؤں کی رہنمائی کے بغیر موجوں کے حوالہ کر دی گئی تھیں ہسپانویوں میں ایسی سراسیمگی پھیلائی کہ وہ لنگر اٹھا کر کھلے سمندر میں چلے گئے۔ اب انگریزی بیڑے نے جو اسی موقع کا منتظر تھا ان پر ایک زبردست حملہ کر کے اُن کی راہ مراجعت قطع کر دی اور جب تک گولی بارود نے ساتھ دیا ان پر غضبناک آگ برساتا رہا۔ اس پرجوش حملے نے ہسپانویوں کی ہمت توڑ دی۔ موسم نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا اور سمندر میں ہوا کا ایک طوفان چلنے لگا جس نے ہسپانوی امیر البحر کو اسکاٹلینڈ کے شمال کی طرف سے چکر کاٹ کر الٹے پاؤں ہسپانیہ واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ جزیرہ آرکینیز کے قریب مصیبت اور بڑھ گئی۔ غنیم کے جہاز چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے۔ اسکاٹلینڈ کے جزیروں کے ساحلوں پر ہسپانوی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ گیارہ ہزار ہسپانوی ساحل آئرلینڈ پر ہلاک ہوئے اور صرف تریپن ٹوٹے پھوٹے جہاز اتنے بڑے بیڑے میں سے بچ کر بندرگاہ کارنا میں واپس پہنچے۔ ہسپانیہ کا مہیب جنگی بیڑا جب اس طرح تباہ ہو گیا تو انگریزوں کے جوش مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انھوں نے پروردگار عالم کا اس عظیم الشان کامیابی پر شکر ادا کیا۔ اور الزبتھ نے مسرت و امتنان کے انھیں جذبات سے متاثر ہو کر اس واقعے کی یادگار میں یہ لاطینی مقولہ ایک نئے سکہ پر نقش کرایا کہ "خدا کی ایک پھونک نے انھیں منتشر کر دیا"۔

اب خدا خدا کر کے الزبتھ کو تھوڑا بہت اطمینان نصیب ہوا دنیا کی تمام قومیں اُس کا لوہا مان گئیں۔ اس کا بیڑا "سمندر کا فرمانروا" بن گیا۔ اُس کی رعایا بغاوت کی ہر نبرد آزما ترغیب پر غالب آئی اور جماعت کیتھولک بھی آخر یہ دیکھ کر کہ دولِ خارجہ کے ساتھ سازوباز

انگلستان میں وحدت قومی کا ظہور اور امن و امان کا قیام

کرنے کے بجائے خود اپنے ہی فرمانروا کی اطاعت کرنا اولیٰ و انسب ہے خاموش ہو کر بیٹھ گئی اور کم از کم دکھاوے کیلئے کلیسائے انگلستان کے آداب کی پابند ہو گئی۔ جس فریق کا رام کرنا سب سے زیادہ مشکل تھا وہ انتہا پسند پراٹسٹنٹوں کی جماعت تھی جو "پیوریٹن" (متقشفین) کہلاتے تھے اور جنیوا سے یہ عقیدہ اپنے ساتھ لائے تھے کہ معمولی سے معمولی رسوم کی پابندی بھی ناجائز ہے لیکن الزبتھ کے عہد حکومت میں یہ گروہ کچھ زیادہ سر نہ اٹھانے پایا۔ فرانس میں ہنری چہارم

فرمان نانٹیز ۱۳۔ اپریل ۱۵۹۸ء

نے مشہور و معروف فرمان نانٹیز کے صدور سے اپنی پراٹسٹنٹ رعایا کو

اپنی پسند کا طریقہ عبادت اختیار کرنے کی آزادی دے دی اور اس سے بھی یورپ کے امن قائم ہونے میں مدد ملی ۔

قوم نے گزشتہ تیس سال کے عرصے میں جو ترقی نامعلوم وغیر محسوس طور پر کی تھی اب اُس کے نتائج آشکارا ہونے لگے انگریزی جہاز اطراف عالم کے سمندروں میں گشت لگاتے پھرتے تھے اور کوئی ایسا مقام نہ تھا جہاں انگلستان کے جہاز راں نہ پہنچے ہوں۔ سر والٹر ریلے نے سات بحری مہمات یکے بعد دیگرے شمالی اور جنوبی امریکہ کو روانہ کیں جو ان سرزمینوں سے نئے نئے میوے اور نیز تمباکو اور آلو اپنے ہمراہ لائیں ۔ اور اگرچہ ورجینیا کی نوآبادی جو سر والٹر نے قائم کی تھی سرسبز نہ ہوئی لیکن اس کے قیام سے دوسری نوآبادیوں کے لئے رستہ صاف ہوگیا ۔

ایسٹ انڈیا کمپنی ۳۱ دسمبر ۱۵۹۹ء

سر فرانسس ڈریک نے مشرق ہندوستان کی بحری راہ جہاز رانوں کے لئے کھول دی چنانچہ انگلستان اور ہالینڈ دونوں کے تجارتی جہازوں کا مشرق تک ایک تانتا بندھ گیا ملکہ الزبتھ نے بتاریخ ۳۱ دسمبر ۱۵۹۹ء لندن کے تاجروں کی ایک جماعت کو جو ہندوستان اور ممالک مشرقیہ کے ساتھ تجارت کرتی تھی شاہی سند عطا کی ۔ انگلستان کی مشہور و معروف ایسٹ انڈیا کمپنی کے بانی مبانی یہی تاجر تھے ۔

کوپرنیکس او گلیلیو

اس خارجی ترقی کے پہلو بہ پہلو ذہن و عقل کی اندرونی نشوونما کا عمل بھی برابر جاری تھا سو سال کے زمانے میں جو ہنری ٹیوڈر کی تخت نشینی کے وقت سے لے کر اب تک منقضی ہوا تھا بڑے بڑے اہم واقعات ظہور پذیر ہو چکے تھے اور ایسے ایسے حیرت انگیز علمی اکتشافات نے معلومات انسانی میں اضافہ کیا تھا جو ارباب فکر سلیم کے قوائے مدرکہ میں ہیجان پیدا کئے بغیر نہ رہ سکتے تھے کوپرنیکس اور گلیلیو نے ثابت کر دکھایا تھا کہ یہ چھوٹی سی دنیا جس میں ہم رہتے ہیں مرکز کائنات نہیں ہے لیکن اسی کے ساتھ بحری سفر کرنے سے جو نئے ممالک دریافت ہوئے اُن سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ قدما نے اس چھوٹی سی دنیا کی جسامت اور عظمت کی نسبت جو رائے قائم کر رکھی تھی اُس سے اس کا درجہ بمراتب بڑھا ہوا ہے امریکہ جو سونے چاندی کا گھر تھا اور جس میں انسانوں کی متعدد عجیب و غریب نسلیں آباد تھیں دریافت ہو چکا تھا خود انگلستان میں مذہب جدید کی اشاعت فن طباعت کی ترویج اور یونانی و لاطینی ادبیات کے مطالعہ نے لوگوں کے دماغوں میں افکار لطیفہ کی ایک لہر دوڑا دی تھی جس کی روانی کا جانفزا منظر منظوم و منثور تصانیف کے جوش آلودہ اوراق میں

دکھائی دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ الزبتھ کے عہد کے خاتمہ کے قریب فن تاریخ کا شوق تازہ

عہد الزبتھ کے مصنفین

ہونے لگا۔ صدر اسقف پارکر نے قدیم وقائع انگلستان کو ایک جا فراہم کرنے کی کوشش شروع کر دی اور سر والٹر ریلے نے اپنی معرکتہ الآرا کتاب "تاریخ عالم" کی طرح ڈالی جو عہد آئندہ میں سپرد قلم ہوئی۔ رسایل نویسوں افسانہ نگاروں اور ہر موضوع پر خامہ فرسائی کرنے والوں کی ایک تعداد کثیر کے علاوہ جن کے نتائج طبع موج دریا کی طرح آئے اور چلے گئے الزبتھ کے زمانے میں بعض ایسے مشاہیر بھی پیدا ہوئے جن کے علمی کارنامے شہرۂ آفاق ہیں۔ مثلاً سر فرانسس بیکن نے فلسفہ اور سائنس میں ایک نئی روح پھونک دی اسپنسر نے جو سخنوری میں استادانہ درجہ رکھتا ہے "فیری کوئین" جیسی یادگار زمانہ کتاب لکھی۔ سر فلپ سڈنی نے جو ندرلینڈ میں جنگ زٹفن کے موقع پر ایک مہلک زخم کھا کر کام آیا مشہور کتاب "آرکیڈیا" تصنیف کی۔ الزبتھ کا زمانہ شاعروں اور ڈرامانویسوں کی کثرت کے ساتھ مشہور ہے۔ ڈرامانویسوں کے ناٹکوں اور شاعروں کی نظموں کا چرچا گھر گھر ہونے لگا۔ ناٹک گاؤں کے کھلیانوں سرائخانوں امرا کے مکانات کے صحنوں، یا تھیٹروں میں جو اب لندن میں بن گئے تھے تماشا کر کے دکھائے جاتے تھے اور نظمیں بھی یہیں سنائی جاتی تھیں۔ ان تمام شعرا اور ڈرامانگاروں کا سرتاج شکسپیر ۱۵۶۴ء میں پیدا ہوا۔ اُس کے ناٹکوں کا آج تک جواب نہیں ہوا ان میں فطرت انسانی کی تصویر اس خوبی اور صفائی سے کھینچی

شکسپیر ۱۵۶۴ء

گئی ہے افکار اس درجہ حکیمانہ ہیں زبان میں وہ زور و قوت ہے اور خیالات اس قدر بلند ہیں کہ نہ صرف انگلستان بلکہ ساری دنیا کا ادب ان کا زیر بار احسان چلا آتا ہے ؀

اب الزبتھ کے عہد کا خاتمہ قریب آ جاتا ہے۔ ۱۵۹۸ء میں سیسل دالملقب بہ "لارڈ برلے" نے وفات پائی اور ملکہ کے گرد و پیش ایسے امرا نظر آنے لگے جن کی عمریں کم تھیں مثلاً سر والٹر ریلے جس کی شجاعت اور قابلیت مانی ہوئی تھی برلے کا بیٹا رابرٹ سیسل جو ایک دانشمند مدبر تھا

برلے کی وفات ۱۵۹۸ء

اور رابرٹ ڈیویرو امیر اسیکس جس نے ایک شوخ اور بے چین طبیعت پائی تھی اور الزبتھ اس کے ساتھ بچوں کا سا سلوک کیا کرتی تھی کہ کبھی پیار کیا کبھی جھڑک دیا۔ آئرلینڈ کا پرانا ناسور ابھی تک رس رہا تھا۔ فرقہ کیتھولک کے خلاف تعزیری قوانین کے نامناسب نفاذ اور رعایا کو کلیسائے انگلستان کے طریق عبادت و انگریزی کتاب عبادت

استعمال پر مجبور کرنے کی غیر مدبرانہ کوشش نے صورت حالات کو اور ابتر کر دیا۔ اس کے علاوہ جب پاپا نے الزبتھ کو دائرہ کلیسا سے خارج کیا تو آئرلینڈ والے بڑے تذبذب میں پڑ گئے کہ کس کا ساتھ دیں پاپا کا یا ملکہ کا۔ ادھر ہسپانوی انھیں برابر انگلستان کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے۔ تا آنکہ ۱۵۹۵ء میں آئرلینڈ کے ایک بہادر سردار ہیو اونیل امیر ٹایرون نے فلپ ثانی کی شہ پاکر علم بغاوت بلند کر دیا انگریزی فوج کو جو اُس کے مقابلہ پر آئی مقام ارماغ کے قریب شکست ہوئی۔ اس پر ملکہ نے ایسکس کو تیس ہزار فوج دیکر اُس کے زیر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس مہم میں بہت سی مشکلات ایسکس کے سنگ راہ ہوئیں اور ٹایرون کی چرب زبانی کا فریب کھا کر اس نے حریف کے ساتھ صلح کر لی۔ اس احمقانہ عہد و پیمان کے بعد وہ دل میں اس امید کو جگہ دئے ہوئے انگلستان واپس چلا آیا کہ ملکہ کو سمجھا بجھا کر راضی کرے گا لیکن ملکہ صلح کا حال سنکر سخت برہم ہوئی۔ اور ایسکس اُس کے حکم سے اپنے مکان میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس برتاؤ سے بددل ہو کر شوریدہ سر ایسکس نے اپنے ہواخواہوں کی ایک جمعیت فراہم کی اور انھیں لے کر بغاوت برپا کرنے کی نیت سے شہر میں نکلا۔ اس مقصد میں اُسے قطعاً ناکامی ہوئی اور جرم بغاوت کے ثابت ہونے پر ماہ فروری ۱۶۰۱ء میں اُس کی گردن ماری گئی ٭

> ہیو اونیل امیر ٹایرون کی بغاوت ۱۵۹۵ء تا ۱۶۰۲ء

> ایسکس کی سرکشی اور قتل ۱۶۰۱ء

ایسکس کے بعد آئرلینڈ کی مہم پر لارڈ ماؤنٹ جائے بھیجا گیا تھا جس نے وہاں پہنچ کر ٹایرون کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ آخر ۲۴ مارچ ۱۶۰۳ء کو اسے ہتھیار ڈالتے ہی بنی۔ اس تاریخ سے سارے آئرلینڈ پر انگلستان کی حکومت قائم ہو گئی اور الزبتھ کے جانشین کے عہد میں انگلستان اور اسکاٹلینڈ کے کثیر التعداد لوگوں کو لینسٹر اور السٹر کے صوبوں میں اس شرط پر زمینیں دی گئی کہ وہ وہاں امن و امان قائم رکھیں۔ انھیں السٹر اور لینسٹر کی نوآبادیاں کہتے ہیں اور ان نوآبادیوں کے قیام سے آئرلینڈ کے شمال کا دو تہائی علاقہ بدیسیوں کے قبضہ میں چلا گیا لیکن اگرچہ اس تبدیلی سے بظاہر ملک خوش حال و آسودہ ہو گیا پھر بھی چونکہ اکثر صورتوں میں اس نئے عملدرآمد سے لوگوں کے ساتھ بے انصافی کا برتاؤ ہوا تھا اس لیئے ان میں سخت بددلی پھیل گئی اور چند سال بعد اسی بددلی نے انگریزی حکومت کے لئے آئرلینڈ میں بڑی بڑی مشکلات پیدا کر دیں۔

> آئرلینڈ پر ۱۶۰۲ء سے انگلستان کی حکومت

اب ملکہ کا آخری وقت آپہنچا۔ اور وہ جلیل القدر عورت جس نے اتنی مدت تک اس ٹھاٹھ سے فرمانروائی کی تھی آخر بستر مرگ پر دم توڑتی نظر آئی انگلستان پر اس کے بڑے بڑے احسان ہیں وہ خود بیں متلون غیر مستقل مزاج ضرور تھی اور بارہا دروغ گوئی بھی کر بیٹھتی تھی لیکن اس بات کا ہمیں خواہی نخواہی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اُس کی تخت نشینی کے وقت انگلستان کمزور تھا اور آپس کی پھوٹ نے اُس کا شیرازہ بکھیر رکھا تھا لیکن جب اس کی آنکھیں بند ہوئیں تو مملکت قوی اور قوم متحد ہو چکی تھی پارلیمنٹ کی جو آزادی ہنری ہشتم کے عہد میں سلب ہو گئی تھی وہ بھی الزبتھ کے زمانہ میں ایک بڑی حد تک بحال ہو گئی۔ چنانچہ اپنے عہد کے سب سے آخری اجلاس پارلیمنٹ میں الزبتھ کو مسئلہ مراعات میں دار العوام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ مراعات سے مراد وہ حقوق خاص ہیں جو اکثر امرا کو خاص خاص اشیا مثلاً شراب کی فروخت کے متعلق حاصل تھے جن کے استعمال سے وہ رعایا کو لوٹا اور اپنی جیبیں بھرا کرتے تھے ؛

تنسیخ مراعات
اکتوبر سنہ ۱۶۰۱ء

لیکن ایک بات پر الزبتھ آخر وقت تک اڑی رہی یعنی اُس نے اپنے جانشین کو نامزد نہ کیا پر نہ کیا البتہ ۲۳ مارچ سنہ ۱۶۰۳ء کی شام کو جب اُس کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر رہا تھا اُس کے سر کی ایک خفیف سی جنبش سے اُس کے ارکان دولت یہ نتیجہ نکال سکے کہ وہ جیمز ششم فرمانروائی اسکاٹلینڈ کی جانشینی پر رضامند ہے یہ جنبش سر شمع ہستی کی آخری لو تھی۔ ۲۴ مارچ کو گجردم انگلستان کی نامور ملکہ دنیا سے رخصت ہو گئی ؛

الزبتھ کا انتقال
۲۴ مارچ سنہ ۱۶۰۳ء

خاندان ٹیوڈر کا آفتاب اقبال اب غروب ہو گیا اور اُس کی جگہ ہمائے دولت خاندان اسٹوارٹ کے سر پر سایہ فگن ہوا انگلستان کو ترقی کرتے ہوئے سو سال سے بھی زیادہ ہوئے تھے۔ اور اس عرصہ میں اُس نے محفل اقوام کی صدر نشینی کا درجہ حاصل کر لیا تھا۔ ہنری ہفتم کے تدبر نے اس حکمت عملی کی بنیاد ڈالی تھی کہ غیر ممالک کی لڑائیوں میں حصہ نہ لیا جائے اور خود اپنے ملک کے اندر امرائے سلطنت کو قابو میں رکھا جائے۔ ہنری ہشتم نے اُس کے نقش قدم پر چل کر بدیسی اقتدار کے نفوذ کو روک دیا یعنی پاپائے روما کو کلیسا پر جو اختیارات حاصل تھے اُن کا سد باب کر دیا۔ ایڈورڈ اور میری کے پر آشوب زمانۂ حکومت میں لوگوں کو آزادی خیالات کی خواہش اور جبر و استبداد

خاندان ٹیوڈر کے عہد کے واقعات کا خلاصہ

سے نفرت پیدا ہوئی اور الزبتھ نے اپنی رعایا کو خونریز مذہبی کشمکشوں سے جن کی تباہیاں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں بچا کر قوت پکڑنے اور ترقی کرنے کا موقع دیا۔ تجارت بڑھ گئی زراعت سدھر گئی اور راحت و آسایش کے اسباب میں اضافہ ہوگیا۔ دلیر جہازرانوں نے دور دراز سمندروں کا چپہ چپہ چھان مارا یہاں تک کہ انگلستان کی جرأت اور جانبازی کا اقصائے عالم میں ڈنکا بج گیا۔ اسی کے ساتھ نئے نئے خیالات کی رو لوگوں کے دلوں میں دوڑ گئی اور جدید معلومات کی روز افزوں وسعت نے ادب و حکمت کا ایک ایسا شاندار سرمایہ فراہم کر دیا جس پر آج کل کا عہد ترقی بھی سبقت نہیں لے جاسکا۔ البتہ نظام حکومت میں جس کی بدولت یہ ساری ترقیاں ظہور پذیر ہوئیں ایک کمزوری ضرور تھی یعنی اس کا شیرازہ بند صرف بادشاہ یا ملکہ وقت کا جوہر ذاتی تھا۔ جب تک ایک دانشمند اور بیدار مغز فرمانروا سریر آرائے سلطنت رہا حکومت کا انتظام اچھی طرح رہا لیکن ایک نااہل تاجدار کے برسر حکومت ہوتے ہی مملکت میں خرابیاں پیدا ہوگئیں۔ چنانچہ ایڈورڈ ششم اور میری کے عہد حکومت نے ثابت کر دکھایا کہ شاہی اختیارات اس قدر وسیع ہوگئے ہیں کہ ان کا استعمال بے دانشی کے ساتھ ہوتے ہی قوم کے معاملات میں ابتری پڑ گئی اور شیرازۂ ملت بکھر کر رہ گیا۔ الزبتھ کی وفات کے بعد ایسے فرمانرواؤں کا دور آیا جن کا طرز حکومت دانشمندانہ نہ تھا اور اسی لئے جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا تاجداران وقت اور پارلیمنٹ اور قوم کے درمیان ایک ایسی کشمکش پیدا ہوگئی جس نے انگلستان کو پھر خانہ جنگی کے مصائب اور انواع و اقسام کے آلام و تکالیف میں مبتلا کر دیا۔

سولھواں باب

شاہانہ استبداد اور جمہوریت کا تصادم

جیمز اول

سنہ ۱۶۰۳ء لغایت سنہ ۱۶۲۵ء

الزبتھ کی آنکھ بند ہوتے ہی مجلس وزرا نے قاصد دوڑا دیئے کہ ہیری اسٹوارٹ اور ڈارنلی کے بیٹے اور ہنری ہفتم کی سب سے بڑی بیٹی مارگرٹ کے پروتے جیمز ششم فرمانروائے اسکاٹلینڈ کو ساتھ لیتے آئیں۔ اگرچہ ہنری ہشتم نے اپنی وصیت میں مارگرٹ کے حقوق جانشینی کو نظر انداز کر دیا تھا (دیکھو صفحہ ۲۰۱۵) لیکن اس میں کلام نہیں کہ جیمز نہ صرف تاج و تخت کا حقیقی وارث تھا بلکہ قوم بھی دل سے اسکو چاہتی تھی اور قرعۂ انتخاب اسی کے نام پر پڑا تھا۔ اس طور پر اسکاٹلینڈ والوں کی پیشین گوئی آخر پوری ہو کر رہی یعنی جب جیمز ششم فرمانروائے اسکاٹلینڈ نے جیمز اول شاہ انگلستان کا لقب اختیار کر کے خانقاہ ویسٹ منسٹر میں تاج حکومت سر پر رکھا تو اسکاٹلینڈ کا ایک بادشاہ اسکون کے مقدس پتھر پر پھر مسند نشین نظر آیا۔ اگرچہ جیمز کے عہد میں ایسے واقعات پیش نہیں آئے جو خاص طور پر قابل ذکر ہوں لیکن پھر بھی یہ عہد ایک اعتبار سے اہم ہے اس لئے کہ پارلیمنٹ کے ساتھ جیمز کے آئے دن کے تنازعات نے اُس کے بیٹے چارلس اول کے رستے میں کانٹے بچھا کر ایک بہت بڑے انقلاب کی بنا ڈالی۔

جیمز کی سیرت

جیمز بد باطن نہ تھا اور بادشاہ ہونے کی حیثیت سے بھی اُس کی سرشت پر حرف نہیں آسکتا البتہ اُسے گم کردۂ راہ کہہ سکتے ہیں۔ روزمرہ کے انتظامی معاملات میں وہ بڑا زیرک اور ہوشمند تھا۔ دلدل والے علاقہ کو خشک کرانے کا خیال اسی کو پیدا ہوا جس سے بیکار زمینیں قابل زراعت ہو گئیں۔

حصہ ششم

خود مختارانہ حکومت کے خلاف قوم کی جد وجہد

فرمانروایان خاندان اسٹوارٹ

جیمز اول شاہ انگلستان
(جو جیمز ششم کے لقب سے شاہ اسکاٹلینڈ بھی تھا)
تاریخ ولادت سنہ ۱۵۶۶ء تاریخ وفات سنہ ۱۶۲۵ء
عہد حکومت سنہ ۱۶۰۳ء لغایت سنہ ۱۶۲۵ء
شوہر این شہزادی ڈنمارک

چارلس اول
تاریخ ولادت سنہ ۱۶۱۹ء تاریخ قتل سنہ ۱۶۴۹ء
عہد حکومت سنہ ۱۶۲۵ء لغایت سنہ ۱۶۴۹ء
شوہر ہنریٹا میریا شہزادی فرانس

الزبتھ
منکوحہ فریڈرک پنجم فرماں فرمائے پیلیٹائن

- شہزادۂ روپرٹ
- شہزادۂ مارس
- شہزادی سوفیا
  منکوحہ ارنسٹ فرماں فرمائے ہینوور
  - جارج اول
    اولین تاجدار خاندان ہینوور

چارلس دوم
تاریخ ولادت سنہ ۱۶۳۰ء تاریخ وفات سنہ ۱۶۸۵ء
عہد حکومت سنہ ۱۶۶۰ء لغایت سنہ ۱۶۸۵ء
شوہر کیتھرائن رئیسہ برگینزا
(جانشین چھوڑے بغیر مرا)

میری
منکوحۂ ولیم امیر آرنج

- **ولیم ثالث** اور
  تاریخ ولادت سنہ ۱۶۵۰ء تاریخ وفات سنہ ۱۷۰۲ء
  سنہ ۱۶۸۹ء میں بادشاہ اور ملکہ کی حیثیت سے
  انگلستان کے فرمانروا قرار دیئے گئے
  ولیم نے سنہ ۱۷۰۲ء تک حکومت کی
  (لاولد مرا)

جیمز دوم
تاریخ ولادت سنہ ۱۶۳۳ء تاریخ وفات سنہ ۱۷۰۱ء
عہد حکومت سنہ ۱۶۸۵ء لغایت سنہ ۱۶۸۹ء
(تخت سے اتار دیا گیا)
شوہر (۱) این ہائیڈ ——— (۲) میری رئیسہ ماڈینا

- (۱) این ہائیڈ سے:
  - **میری**
    تاریخ ولادت سنہ ۱۶۶۲ء تاریخ وفات سنہ ۱۶۹۴ء
  - **این**
    تاریخ ولادت سنہ ۱۶۶۵ء تاریخ وفات سنہ ۱۷۱۴ء
    عہد حکومت سنہ ۱۷۰۲ء لغایت سنہ ۱۷۱۴ء
    منکوحۂ جارج امیر ڈنمارک
    (لاولد مری)
- (۲) میری رئیسہ ماڈینا سے:
  - **جیمز**
    مدعی تاج و تخت
    تاریخ وفات سنہ ۱۷۶۶ء
    - **چارلس ایڈورڈ**
      مدعی اصغر
      تاریخ وفات سنہ ۱۷۸۸ء
      (لاولد مرا)

ڈاکخانہ (صرف ممالک غیر کے لئے) اول اول اُسی کے عہد میں قائم ہوا اور بہت سی مفید دستکاریاں مثلاً ریشم بافی اور پیلہ پروری اُسی کی سرپرستی میں رائج ہوئیں۔ لیکن انگریزی قوم کی مزاج شناسی کا ملکہ اُس میں کبھی بھی نہ پیدا ہوا۔ انگلستان آنے کے وقت اُسکی عمر چھتیس سال کی تھی اور چونکہ وہ اپنے سے بڑھ کر عقلمند کسی کو نہ سمجھتا تھا اسلئے اس سن و سال کے شخص سے جو اس درجہ خودبیں ہو انگریزوں کے مزاج داں ہونے کی توقع بھی نہ ہوسکتی تھی۔ وہ فطرۃً ملنسار اور نرم دل واقع ہوا تھا اور جیساکہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا اُس کے عہد میں رعایا پر جو سختیاں روا رکھی گئیں اُن میں زمانہء سابق کی وحشیانہ تعدّی کا عنصر کبھی بھی شامل ہونے نہ پایا۔ لیکن اس میں خوش اطواری اور متانت نام کو نہ تھی طبیعت میں جہل تھا مگر اُس کے ظریفانہ فقرے کبھی گندہ دہانی سے خالی نہ ہوتے تھے علم و فضل میں اُسے ید طولیٰ حاصل تھا اور بات بات میں اپنے کمالات کی نمائش کرتے رہنا اُس کی طبیعت ثانیہ ہوگیا تھا۔ ضد اور کٹھ حجتی اُس کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور دوسروں کے مشورے پر عمل کرنے میں اپنی کسرشان سمجھتا تھا لیکن چونکہ بیحد خوشامد پسند اور حد درجہ کاہل بھی تھا اس لئے اُس کے منھ لگے بآسانی اُس پر قابو پا جاتے تھے۔

خدائی حق کا مسئلہ

تاج انگلستان کو وہ اپنی آبائی میراث سمجھتا تھا اور اُسے دل سے اس بات پر یقین تھا کہ سلطنت اُس کا خدائی حق ہے بالفاظ دیگر وہ خود کو تمام انسانی ذمہ داریوں سے بالاتصور کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ قوم اور قوانین مملکت پر اُسے اختیارات مطلق حاصل ہیں تاجداران خاندان ٹیوڈر مطلق العنان ضرور تھے اور ہنری ہفتم کے اسٹار چیمبر (ایوان کواکب) اور "مجلس عالیہ نائبین"، نے جو انتظام کلیسا کے لئے الزبتھ کے حکم سے قائم ہوئی تھی تاجداران وقت کو وسیع اختیارات دے رکھے تھے۔ لیکن ہنری ہشتم اور الزبتھ میں اپنی رعایا کی مزاج شناسی کا ملکہ موجود تھا اور اسی لئے وہ دونوں کے دونوں ہردلعزیز تھے۔ جیمز اس وصف سے عاری تھا اور رعایا کو بلا وجہ

وق کرتا رہتا تھا۔ پارلیمنٹ کے فیصلوں کو توڑنے کی اُس نے بارہا کوشش کی اور ایک دفعہ تو اُس نے دارالعوام کے اراکین سے صاف کہہ دیا کہ جسطرح خدا کی قدرت میں چون وچرا کرنا کفر ہے اسی طرح رعایا کے لئے بادشاہ کے اختیارات پر حرف گیری کرنا یا یہ کہنا کہ بادشاہ کے لئے فلاں فلاں امور ناجایز ہیں سخت گستاخی ہے اور اس سے بادشاہ کی بہت بڑی تحقیر ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ باتیں انگریزوں کی سی آزاد قوم کو کسی طرح گوارا نہو سکتی تھیں یہ سچ ہے کہ انگریز اپنے پادشاہوں کا ادب بھی کرتے تھے اور اُن کے ساتھ محبت بھی رکھتے تھے لیکن قدیم سیکسن زمانہ سے وہ اس بات کے عادی چلے آئے تھے کہ اول اول مجلس عقلا میں بذات خود اور ازاں بعد پارلیمنٹ میں اپنے وکلا وسفرا کی زبانی ہر نئی تجویز پر "ہاں ہاں" یا "نہیں نہیں" کی آواز بلند کریں۔ اور اپنے ضمیر کو کسی قوت سے دبنے نہ دیں۔ مزیدبراں جیمز کی تخت نشینی کے وقت قوم ایک زمانہٴ دراز کے امن وآمان کی بدولت

قوم کی حالت

خوشحال وفارغ البال تھی اور قوم ہر دلعزیز وطاقتور فرمانرواؤں کا زمانہ دیکھ چکی تھی۔ پھر بھلا وہ اس بات کی تاب کب لاسکتی تھی کہ ایک کمزور اور خودنما بادشاہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن جائے۔ اضلاع میں شرفا اور دہقان اور مزدور آسودہ تھے شہروں میں تجارت روبہ ترقی تھی۔ لندن کی آبادی اس سرعت کیساتھ بڑھ گئی تھی کہ الزبتھ نے نئی عمارات کا بننا روک دیا تھا اور جیمز نے اپنے عہد میں اُن شرفا کو جو اپنے خاندانوں سمیت باہر سے آکر پائے تخت میں سکونت اختیار کرنا چاہتے تھے دو مرتبہ فہمایش کی کہ "گھر جائیں اور وہیں رہیں اور اپنے کام سے کام رکھیں" بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کے اجتماع اور مطبوعات خصوصاً انگریزی بائبل کی عام اشاعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف امور پر جو پہلے زیادہ تر مدبران سلطنت اور پادریوں کا حصہ سمجھے جاتے تھے لوگ آزادی کے ساتھ غور وخوض اور رائے زنی کرنے لگ گئے۔

متقشفین

انگلستان میں اسوقت تین بڑی بڑی جماعتیں موجود تھیں۔

پہلا گروہ متقشفین ("پیوریٹن") کا تھا۔ یہ لوگ خلوص نیت اور ایثار نفس کے جوہر سے آراستہ تھے اور لہو و لعب سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے یادہ گوئی قمار بازی شراب خواری اور دوسری بد اعمالیوں سے جو شاہی درباروں کا شیوۂ عام ہو رہی تھیں انھیں سخت نفرت تھی۔ کلیسا کی تمام رسموں کو وہ ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے اور دوران اصطباغ میں صلیب کا نشان بنانا یا قسیسی جبہ پہننا اُن کے نزدیک معیوب تھا۔ اور چونکہ قانون وحدت عمل کی رو سے بجز اُس طریقۂ عبادت کے جو کتاب عبادت میں درج تھا کسی اور طریقہ کی پیروی ممنوع تھی اس لئے متقشفین چاہتے تھے کہ عبادت کے بعض ارکان تبدیل کر دئے جائیں دوسرا گروہ جو ابتک تعداد میں سب سے بڑھا ہوا تھا پیروان کلیسائے انگلستان کا گروہ تھا۔ اس میں وہ لوگ شریک تھے جو چاہتے تھے کہ امور مذہبی میں انھیں اُسی حالت پر چھوڑ دیا جائے جو الزبتھ قائم کر گئی تھی اور جو کچھ اُن کے اساقفہ انھیں ہدایت کریں اُس کے بموجب انھیں عمل کرنے دیا جائے یہ جماعت بادشاہوں کی ممد و معاون اور اُس کے اقتدارات کی حمایت کرنے والی تھی تیسرا گروہ فرقۂ کیتھولک پر مشتمل تھا اور اس کی آرزو تھی کہ انگلستان میں کسی طرح کیتھولک طریقۂ عبادت کو ازسرنو رواج ہو اور پاپا کے اختیارات پھر بحال ہو جائیں۔

جماعت کلیسائے انگلستان

کیتھولک

الزبتھ نے حکمت عملی سے ان تینوں جماعتوں کو قابو میں رکھا تھا لیکن جیمز میں یہ قابلیت موجود نہ تھی۔ وہ نہ ان کا اداشناس تھا نہ انکو بس میں رکھ سکتا تھا۔ متقشفین اُسے ایک آنکھ نہ بھاتے تھے اس لئے کہ ان کے عقائد بھی وہی تھے جو فرقہ پریسبیٹیرین یعنی اسکاٹلینڈ کے فرقہ پراٹسٹنٹ کے تھے اس فرقہ نے جیمز کو اسکاٹلینڈ میں بہت دق کیا تھا اور جب اُس نے انگلستان کی جماعت متقشفین کے چار اراکین کو ماہ جنوری سنہ ۱۶۰۴ء میں اس غرض سے دعوت دی کہ ہیمپٹن کورٹ میں اساقفہ کی شرکت سے ایک مجلس شوری منعقد کر کے بعض مسائل کا تصفیہ کر لیں تو اُسے

مجلس شوریٰ منعقدہ ہیمپٹن کورٹ جنوری سنہ ۱۶۰۴ء

معلوم ہوا کہ فرقہ پرسبٹیرین کی طرح یہ متقشفین بھی بڑے ہی ضدی ہیں اور اپنے عقائد سے سرمو منحرف ہونیوالے نہیں۔ جو دلائل جیمز کی طرف سے اس موقع پر پیش ہوئے وہ اُنھوں نے ایک ایک کر کے سب رد کر دیئے۔ اس پر جیمز بہت بگڑا اور کہنے لگا کہ یا تو میں تمھیں اپنی بات منوا کر چھوڑوں گا یا دھکے دلوا کر ملک سے باہر نکال دونگا۔ اس مجلس کے انعقاد سے صرف ایک ہی اچھا نتیجہ نکلا اور وہ یہہ جیمز نے حکم دیا کہ بعد نظر ثانی بائبل کا ترجمہ از سر تو مرتب کیا جائے یہ مصدقہ ترجمہ جو ۱۶۱۱ء شایع ہوا آج تک موج ہے اور جو زبان اس میں استعمال کی گئی ہے وہ نہایت ہی پیاری اور دلکش ہے آج کل کی انگریزی زبان کو ترکیب دینے اور اس زبان کی پاکیزگی کے برقرار رکھنے میں جو فائدہ اس ترجمہ سے اور شکسپیر کی تحریرات سے ہوا ہے حق یہ ہے کہ تمام دوسری تصانیف ایک طرف اور یہ ایک طرف جیمز نے جو دھمکی متقشفین کو دی تھی اوسے پورا کرکے رہا۔ یعنی دس شخصوں کو جنھوں نے ترمیم طریقہ عبادت کی درخواست پیش کی تھی مجلس "ایوان کواکب" کے حکم سے سزائے قید دی گئی اور فرقہ متقشفین کے تین سو پادری اپنی اپنی خدمتوں سے علحدہ کر دیئے گئے۔

متقشفین پر سختیاں

لوگوں کو جب مذہبی آزادی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انھوں نے جی میں ٹھان لی کہ وطن چھوڑ کر کسی دوسرے ملک کو نکل جائیں۔ چنانچہ متقشفین کی ایک مختصر سی جماعت اپنے مذہبی پیشوا جان رابنسن اور اپنے فرقے کے ایک سردار ولیم برِیوسٹر کے زیر ہدایت فرار ہو کر ایمسٹرڈم اور لیڈن میں جا بسی۔ بارہ سال بعد یہ ایک سو بیس نفوس جو آگے چلکر آبائے زایرین کے لقب سے ملقب ہوئے "مے فلاور" نام کے ایک جہاز میں سوار ہو کر بحر اوقیانوس کو عبور کرتے ہوئے براعظم امریکہ میں جا پہنچے اور ورجینیا کے شمال میں جہاں پہلے سے ایک بارونق نوآبادی قائم تھی آباد ہو گئے۔ ان وطن کو چھوڑنے والوں کا قانون بائبل تھا۔ ان کی التمغا سند ان کی باہمی اخوت تھی۔ اور اگرچہ ملک میسچوسٹس کے بے برگ و نوا ساحل پر انھیں بے حد زحمتیں اُٹھانی پڑیں لیکن انھوں نے بعد میں آنے والوں کے لئے رستہ صاف کر دیا اور نیو انگلینڈ (انگلستان جدید) کی

متقشفین کا نقل وطن امریکہ کو ۱۶۲۰ء

آزاد حکومتوں کی داغ بیل ڈال دی۔

ہیمپین کورٹ کی مجلس شوریٰ کے انعقاد کے بعد ہی جیمز نے اپنی پہلی پارلیمنٹ کے بلانے کا فرمان جاری کیا اور بڑی خرابی یہ ہوئی کہ رعایا کو ہدایت کی گئی کہ اراکین کا انتخاب بادشاہ کی مرضی کے مطابق عمل میں آئے پارلیمنٹ کے دوسرے اجلاس میں اراکین دارالعوام کی طرف سے درخواست پیش ہوئی کہ فرقہ متقشفین کے پادریوں کو بدستور وعظ کرنے کی اجازت دی جائے لیکن جیمز نے سرے سے انہیں اس مسئلے پر بحث کرنے ہی کا موقع نہ دیا۔ انھوں نے اس کے جواب میں کیتھولک فرقہ کے خلاف سخت تر قوانین بنا دئے۔ جس پر جیمز نے مجبوراً بعض پادریوں کو جلاوطن کر دیا اور ۲۰ بیس پاؤنڈ ماہوار کا تاوان تمام "منکرین" یعنی کیتھولک فرقے کے اُن افراد سے وصول کرنا شروع کیا جنھیں انگریزی طریقہ عبادت کی پیروی سے انکار تھا۔

پہلی پارلیمنٹ کے ساتھ جھگڑا ۱۶۰۴ء لغایت ۱۶۱۰ء

اس پر کیتھولک ایسے جھلائے کہ ایک مختصر سی جماعت نے جس کی تعداد پندرہ سے زیادہ نہ ہوگی ایک جوشیلے شخص رابرٹ کیٹسبی کی سرکردگی میں ایک فتنہ انگیز منصوبہ باندھا کہ افتتاح پارلیمنٹ کے موقع پر جب بادشاہ اپنے بڑے بیٹے ہنری کے ساتھ وہاں موجود ہو تو ایوان پارلیمنٹ کو بھک سے اڑا دیا جائے اور اس کے بعد بادشاہ کے چھوٹے بیٹوں میں سے ایک کو تخت پر بٹھا کر کیتھولک مذہب کو ملک میں پھر رائج کیا جائے۔ اس سازش کا مواد کئی مہینے تک پکتا رہا۔ فلینڈرس سے ہتھیار منگائے گئے اور کیتھولک فرقے کے اکابر کو دعوت دی گئی کہ آئیں اور سب مل کر بغاوت برپا کر دیں۔

بارود والی سازش ۵ نومبر ۱۶۰۵ء

لیکن جب سب تیاریاں مکمل ہو چکیں تو آخری وقت میں شرکائے سازش میں سے ایک نے جس کا نام فرانسس ٹریشم تھا اپنے برادر نسبتی لارڈ مانٹگل کو ایک چٹھی لکھ بھیجی کہ خبردار آج پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک نہ ہونا۔ یہ پُراسرار چٹھی جیمز کو دکھائی گئی اُسکا ماتھا ٹھنکا کہ دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے اُسی وقت عمارت کی تلاشی لی گئی تو ایوانِ پارلیمنٹ کے نیچے ایک زمین دوز حجرے میں یارک شایر کا ایک باشندہ گائی (یا گایدو) فاکس نامی جو فلینڈرس میں نوکری کر چکا تھا دبکا ہوا نظر آیا۔ حجرے میں بارود کے

کسی گیہوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور قریب تھا کہ گای فاکس بارود کو بتی دکھائے۔ اس احمقانہ سازش کا نتیجہ یہ ہوا کہ سازش کرنے والے تو اُسی وقت مار ڈالے گئے یا گرفتار ہو کر قتل ہوئے اور کیتھولک فرقہ کی حالت بد سے بدتر ہو گئی اور کئی نسلوں تک اسی طرح رہی۔

انگلستان اور اسکاٹلینڈ کا مجوزہ اتحاد ۱۶۰۶ء

لیکن جیمز اور ارکین دارالعوام کا باہمی اختلاف کچھ معاملات کلیسا ہی پر موقوف نہ تھا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ دربار میں اسکاٹلینڈ والوں کا رسوخ بڑھا ہوا تھا اور انگریز انھیں رشک وحسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ یہ کیوں حکومت میں اسقدر دخیل ہوتے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے جب یہ تجویز پیش کی کہ دونوں حکومتیں متحد ہو کر "برطانیہ کلاں" کے مشترکہ نام سے موسوم ہوں تو اس تجویز کی بڑی سخت مخالفت ہوئی۔ سر فرانسس بیکن جو اُس زمانے میں ایک نامآور بیرسٹر تھا اپنے موکلوں کے لئے زیادہ سے زیادہ جو رعایت پارلیمنٹ سے حاصل کر سکا وہ صرف اس قدر تھی کہ جیمز کی تخت نشینی کے بعد جو باشندگان اسکاٹلینڈ پیدا ہوے ہوں وہ انگلستان کے ملکی سمجھے جائیں۔

انگلستان اور اسکاٹلینڈ کو متحد کر دینے کی تجویز کے لحاظ سے جیمز سراسر حق بجانب تھا اور اُس کی رعایا کا طرز عمل واجبی نہ تھا لیکن رعایا کی مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ہمیشہ اپنی مرضی کا مالک ہو کر رہنا چاہتا تھا اور اُن کی رائے کو خس برابر وقعت نہ دیتا تھا۔ چنانچہ مال تجارت کے متعلق اعلان جاری کرنے اور اُس پر تاوان مقرر کرنے کے بارہ میں اُس نے شروع سے لیکر آخر تک جو کارروائی کی پارلیمنٹ کی رائے کے خلاف کی۔

اعلانات اور محصولات

یعنی اس خیال سے کہ کپڑا باہر رنگا جائے اُس نے ۱۶۱۴ء میں اس مضمون کا ایک اعلان جاری کیا کہ بے رنگا کپڑا باہر نہ بھیجا جائے۔ اسی کے ساتھ اُس نے کپڑے کے رنگنے اور درست کرنے کا حق بلا شرکت غیرے ایلڈرمین کاکین کو عطا کر دیا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کپڑے کی تجارت قریباً برباد ہو گئی اور جیمز کو وہ شاہی سند جو اس تجارت کے لئے عطا کی گئی تھی واپس لینی پڑی۔ اس کے بعد جب اُسے

روپیہ کی ضرورت پیش آئی تو اُس نے ارکان عدالت کی یہ رائے حاصل کرلی کہ اُسے مال تجارت پر محصول لگانے کا حق حاصل ہے اور اس طور پر ایک سال کے عرصے میں ستر ہزار پاونڈ کی رقم فراہم کرلی۔ جیمز کے دربار کے مصارف بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ اُسے آئرلینڈ میں ایک بڑا لشکر رکھنا پڑتا تھا اس لئے کہ السٹر کی نوآبادی (دیکھو صفحہ ۲۴۷) میں بڑی بدولی پھیلی ہوئی تھی۔ غرض جیمز کو روپیہ کے لئے بدرجہ مجبوری اراکین دار العوام کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑا لیکن انھوں نے صاف کہہ دیا کہ جب تک بادشاہ منسوخی اعلانات وموقوفی محصولات کا وعدہ نہ کرے گا ہم ہرگز کسی رقم کی منظوری نہ دیں گے جیمز بھلا ایسی کڑی شرط کب مان سکتا تھا جو اس کے دب جانیکی دلیل ہو۔ اُس نے صاف انکار کردیا۔ اس پر سیسل نے

پیمان اعظم اور برطرفی پارلیمنٹ ۔ ۱۶۱۱ء

جواب لارڈ سالسبری کے خطاب سے سرفراز اور درجہ صدر اعظم پر فائز تھا اراکین دار العوام کے ساتھ ایک قرارداد کرلینی چاہی جو "پیمان اعظم" کے نام سے موسوم ہے۔ اس قرارداد کا ماحصل یہ تھا کہ بادشاہ بعض حقوق سے جو اُس کے لئے مختص تھے دست بردار ہو جائے اور پارلیمنٹ اُس کیلئے دو لاکھ پاونڈ سالانہ کی معاش مادام الحیات مقرر کردے۔ لیکن اراکین دار العوام اس پر رضامند نہ ہوئے۔ جیمز کو جب کوئی رقم ہاتھ نہ لگی تو اس نے پارلیمنٹ کو ماہ فروری ۱۶۱۱ء میں برطرف کردیا۔ دو سال بعد اُس نے ایک اور پارلیمنٹ کے جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور چند ہی ہفتوں میں اس کو بھی توڑ دیا اس لئے کہ اراکین دار العوام اب کی مرتبہ بھی اپنی اُسی ضد پر اڑے رہے کہ جب تک محصولات موقوف نہ ہوں گے بادشاہ کو کسی رقم کی منظوری نہ دی جائے گی۔ یہ دوسری پارلیمنٹ بانجھ پارلیمنٹ کہلاتی ہے کہ اس نے اپنے مختصر زمانۂ اقتدار میں ایک مسودۂ قانون بھی نافذ نہیں کیا۔

بانجھ پارلیمنٹ ۱۶۱۴ء

بانجھ پارلیمنٹ کی برطرفی کے بعد سات سال تک جیمز پارلیمنٹ کی مدد کے بغیر حکمرانی کرتا رہا۔ ۱۶۱۲ء میں جب لارڈ سالسبری کا انتقال ہوگیا تو اس نے

اسکاٹلینڈ کے ایک نوعمر شخص رابرٹ کار کو سلطنت کے مناصب عالیہ پر سرفراز کرکے امارت سامرسٹ کا درجہ عطا کیا۔ لیکن یہ بیل منڈھے نہ چڑھنے پائی۔ سامرسٹ نے امیر ایسکس کی مطلقہ بی بی سے شادی کرلی اور اس الزام میں ملوث ہوا کہ اُس کی بی بی نے ازراہ عناد سر ٹامس اووربری کو زہر دیا تھا اور وہ بھی اس جرم میں معین تھا۔ اس واقعہ کے بعد وہ بادشاہ کی نظروں سے گر گیا اور اُس کی بجائے جیمز کا منظور نظر جارج ولیرس ہوا جو آگے چل کر امیر کبیر بکنگھم کے لقب سے ملقب ہوا۔ بکنگھم نوعمر وجیہ و شکیل اور دلیر و شجاع لیکن ساتھ ہی بڑا اجلد باز اور خود سر تھا۔ جیمز اور اُس کے چھوٹے بیٹے شہزادہ چارلس کے مزاج میں اُسے اسقدر درخور تھا کہ جو لوگ دربار شاہی میں ترقی کرنا چاہتے تھے اُسے رشوتیں دیتے تھے اور اُس کی خوشامدیں کرتے تھے چنانچہ چند ہی سال میں وہ انگلستان کا سب سے زیادہ دولتمند اور طاقتور امیر ہوگیا۔ اگر بادشاہ کا بڑا بیٹا ہنری شہزادہ ویلز زندہ رہتا تو ممکن تھا کہ صورت حالات بدل جاتی اس لئے کہ یہ شہزادہ ہونہار جانباز اور بیدار مغز ہونے کے ساتھ ہی ہر دلعزیز بھی تھا۔ لیکن قضا نے اُسے مہلت نہ دی ۱۶۱۲ء میں اُس کا انتقال ہوگیا اور چارلس وارث تخت و تاج ہوا جو بہت کمزور اور تنہائی پسند آدمی تھا؛

دور مصاحبین ۱۶۱۲ء نہایت ۱۶۲۱ء

جیمز کی طبیعت نہایت صلح پسند واقع ہوئی تھی۔ اسی لئے انگلستان اور ہسپانیہ کی جنگ کو اس نے بہت دن سے موقوف کردیا تھا۔ اب اُس نے چاہا کہ شہزادہ چارلس کا عقد فلپ ثالث کی بیٹی شہزادی میریا کے ساتھ ہو جائے۔ یہ تجویز دانشمندی سے بہت ہی بعید تھی اس لئے کہ انگریز ہسپانیوں سے نفرت رکھتے تھے اور کسی کیتھولک شہزادی کو بیاہ لانے کے روادار نہ تھے۔ ملکہ الزبتھ کو رعایا کی ان خواہشوں کا فوراً ہی احساس ہوگیا ہوتا اور وہ اداشناس تاجدار ایسے موقع پر ضرور اپنے ارادے سے باز آجاتی لیکن جیمز میں یہ بات کہاں تھی وہ بارہ سال تک اسی ادھیڑ بن میں لگا رہا کہ کسی طرح ہسپانیہ کے ساتھ سمدھیانے کے تعلقات قائم ہوجائیں اور رعایا کو رہ رہ کر برافروختہ کرتا رہا لیکن اس دوازدہ سالہ

ہسپانیہ کی شہزادی کے ساتھ ولیعہد کے عقد کی تجویز ۱۶۱۱ء لغایتہ ۱۶۲۳ء

منصوبہ بندی کا نتیجہ آخر کچھ بھی نہ نکلا۔ "بیٹا چارلی" اور "بیٹا اسٹینی" کہ چارلس اور بکنگھم کو جیمز پیار کے ان ناموں سے پکارا کرتا تھا رخت سفر باندھکر ہسپانیہ بھی گئے مگر اُنکے اس رنگیلے سفر کا یہ حشر ہوا کہ شہزادی نے تو شہزادہ کی صورت دیکھتے ہی ناک بھوں چڑھالی اور اُس کے باوا نے شہزادے کی دامادی کو اس شرط پر محول کیا کہ وہ اپنا عقیدہ ترک کرکے کیتھولک ہو جائے۔ اس پر یہ رشتہ ۱۶۲۳ء میں لوٹ تو گیا لیکن جیمز کے عہد حکومت میں اس نے رعایا کو بہت دن پریشان کئے رکھا اور بادشاہ نے اگر عمر بھر میں کسی ایسے فعل کا ارتکاب کیا جسے حقیقی معنوں میں ظالمانہ کہہ سکتے ہیں تو اُسکا باعث اسی احمقانہ رشتہ کی تجویز تھی۔

اربیلا اسٹوارٹ کو جو ہنری ہفتم کی چوتھی پشت میں تھی جیمز کی بجائے تخت پر بٹھانیکی سازش کیگئی تھی جوانمرد سر والٹر ریلے بھی اس سازش میں شریک تھا اور اس جرم میں اُس کے لئے سزاے موت تجویز ہوئی تھی تیرہ سال سے وہ قید میں تھا اور اس اسیری ہی میں اپنی کتاب "تاریخ عالم" لکھ رہا تھا۔ ۱۶۱۶ء میں اُس نے بادشاہ سے کہا کہ ملک گیانا میں سونے کی ایک کان ہے اور اگر مجھے موقع ملے تو میں اس کا سراغ لگا سکتا ہوں۔ جیمز کو تو ہر وقت روپیہ کی ضرورت رہتی تھی اُس نے ریلے کو جھٹ آزاد کر دیا اور گیانا کے سفر کی اجازت دے دی لیکن ساتھ ہی جتا دیا کہ ہسپانیوں سے ہرگز نہ لڑے ورنہ اُس کی جان کی خیر نہ ہوگی۔ اس حکم کا امتثال قریب قریب محال تھا اور ریلے کی بحری مہم کا انجام بہت ہی برا ہوا ریلے خود دریاے آری نوکو کے دہانے کی حفاظت کے لئے ٹھیرا رہا اور اپنے ساتھ کے باقی جہازوں کو معدن طلا کی تلاش کے لئے بھیج دیا مگر اس جستجو میں وہ ناکام رہے رستہ میں ہسپانیوں نے اُن پر حملہ کر دیا جس پر انھوں نے ایک ہسپانوی گانوں جلا دیا اور اس ہنگامہ میں ریلے کا بیٹا مارا گیا۔ خالی ہاتھ واپس آنے کی عار سے بچنے کے لئے ریلے نے بعض خزانہ سے لدے ہوے ہسپانوی جہازوں کو ہتھیا لینا چاہا لیکن اُس کے جہاز کا عملہ باغی ہو گیا اور وہ شکستہ دل ہو کر انگلستان واپس آیا جہاں اس فیصلہ کے لحاظ سے جو تیرہ سال قبل اُس کے حق میں صادر ہو چکا تھا اُس کا سر قلم کر دیا گیا۔ لوگوں کو

> سر والٹر ریلے کی تباہی اور قتل۔
> ۱۶۱۶ء لغایت ۱۶۱۸ء

جنھیں خوب معلوم تھا کہ یہ کارروائی محض شاہ ہسپانیہ کے خوش کرنے کے لئے کی گئی ہے اس نامور سیاح اور مورخ کی موت بہت ہی شاق گزری اور جیمز کا یہ فعل قابل نفریں سمجھا گیا۔ ریلے میں اور عیوب خواہ کتنے اور کیسے ہی کیوں نہ ہوں اس کی بہادری اور شرافت میں کسی کو کلام نہ تھا۔

ریلے کے قتل کے تین سال بعد جیمز کو ایک اور پارلیمنٹ کے احضار کی مجبوری محسوس ہوی۔ اُس نے اپنی سب سے بڑی بیٹی الزبتھ کا عقد ۱۶۱۳ء میں فرماں فرمائے پیلیٹائن فریڈرک پنجم سے کر دیا تھا فرماں فرمائے موصوف جرمنی کا ایک سربرآوردہ پراٹسٹنٹ تاجدار تھا اور ہیڈلبرگ کے قریب دریائے راین کے علاقہ پر حکمرانی کرتا تھا چند سال بعد اہل بوہیمیا نے فرڈنینڈ شہنشاہِ جرمنی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور فریڈرک کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ لیکن شاہ ہسپانیہ دوسرے کیتھولک فرمانرواؤں کی معیت میں پراٹسٹنٹوں کے خلاف شہنشاہ جرمنی کے ساتھ شریک ہو گیا اور وہ خونریز جنگ شروع ہو گئی جو جنگ سی سالہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ کی ابتدا ہی میں فریڈرک نہ صرف بوہیمیا کھو بیٹھا بلکہ اپنے منصب فرماں فرمائی سے بھی محروم ہو گیا اور بی بی سمیت اپنے ملک سے فرار ہونا پڑا۔ دونوں جیمز کے پاس آ کر طالب امداد ہوئے لیکن پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر یہ امداد دینی اُس کے اختیار سے باہر تھی۔

جرمنی میں جنگ سی سالہ کا آغاز۔ ۱۶۱۹ء

اب وقت آپہنچا کہ جیمز اپنے گزشتہ اعمال و افعال کا خمیازہ بُری طرح کھینچے۔ سات سال کی مدت میں سنگین جرمانوں ہدیوں جبریہ قرضوں اور دوسرے ناجائز ذریعوں سے اُس نے رعایا سے بڑی بڑی رقمیں وصول کی تھیں۔ فراہمی زر کا ایک اور ڈھنگ اُس نے یہ اختیار کیا تھا کہ امارت کے درجے رقوم خطیرہ کے عوض فروخت کر ڈالے تھے ہالینڈ کے شہروں کو اجازت دے رکھی تھی کہ آدھی رقم یکمشت داخل کر کے اپنا اپنا قرض اتار دیں۔ اور "بیرونٹ" کے نام سے ایک نیا اعزاز تجویز کیا تھا جسے ہر شخص سو پاؤنڈ دے کر خرید سکتا تھا۔ مزید براں اُس نے سبھی طرح کے اجارے بکنگھم اور اُس کے یار دوستوں کو دے رکھے تھے جن کی وجہ سے رعایا پر بڑا ہی جبر ہوتا تھا۔ عدالتیں

ناجایز جلب منفعت

بھی نفرت انگیز طور پر بد دیانت اور مرتشی تھیں ۔ حکام عدالت جن کا تقرر بادشاہ کرتا تھا بہت ہی قلیل مشاہرہ پاتے تھے اور مقدمات فیصلہ کرنے سے پہلے فریقین سے نذرانہ وصول کرتے تھے ۔

نئی پارلیمنٹ کے لیے جو اراکین منتخب ہوئے اُن میں سے اکثر ایسے تھے جو بادشاہ کے اس جابرانہ و خود مختارانہ طرز حکومت کا سدباب کرنے کے لئے تُلے بیٹھے تھے ان میں پیش پیش دو شخص تھے ۔ ایک تو جان پم جو پہلے حلقہ کیسلن اور بعد ازاں حلقہ ٹیوسٹاک کی طرف سے منتخب ہوا اور دوسرا جان ہمپڈن جو علاقہ بکنگھم شایر کا ایک رئیس تھا ۔ ان لوگوں کو لگی لپٹی نہ آتی تھی ۔ راستباز، مستقل مزاج اور بڑے دلیر تھے اور مرتے دم تک انگلستان کی آزادی کے لئے جد وجہد کرتے رہنے کا امتیاز ان کا حصہ ہو چکا تھا ۔ اس جد وجہد میں کچھ اور لوگ بھی اُن کے شریک تھے ۔ مثلاً جنگی بیڑے کا امیر البحر سر جان الیئٹ جو ایک آتش مزاج اور بے لاگ شخص تھا کوک اور سلڈن جو اس زمانہ کے دو مشہور قانون داں تھے ۔ اور ونٹھورتھ جو کچھ مدت تک محض بکنگھم سے بغض رکھنے کے باعث گروہ محبان وطن کا طرفدار رہا یہ سب لوگ اُس کشمکش میں جس کا سلسلہ آئندہ چالیس سال تک قائم رہا شریک غالب تھے ۔

تیسری پارلیمنٹ سنہ ۱٦۲۱-۱٦۲۲ء

انھوں نے سامان جنگ کے لئے بادشاہ کو ایک قلیل رقم کی منظوری تو دی لیکن اس کے ساتھ ہی ناجایز جرمانوں اور اجاروں اور حکام عدالت کی رشوت ستانی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ۔ جیمز نے مجبور ہو کر اجاروں کی مراعات کو موقوف کر دیا اور اب اراکین دار العوام نے موقع پا کر سر فرانسس بیکن پر جو لارڈ ویرولام کے لقب سے ملقب تھا بد دیانتی اور رشوت ستانی کا الزام قائم کر کے مقدمہ چلایا ۔ بیکن جو تین سال سے وزارت خزانہ کے عہدہ پر مامور تھا حال ہی میں اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "نووم ارگینم" شایع کر چکا تھا اور اپنے زمانہ کے مشاہیر اہل قلم کا سرتاج سمجھا جاتا تھا ۔ لیکن افسوس ہے کہ علمی لیاقت کے ساتھ اُس میں دیانت کا جوہر موجود نہ تھا

بیکن کا چالان سنہ ۱٦۲۱ء ۔

جب دارالامرا میں اُس پر مقدمہ دائر ہوا تو اُس نے اپنی خطا کا اعتراف کر کے یہ عذر پیش کیا کہ رشوت ستانی میں میں نے محض رواج عام کا اتباع کیا ہے۔ غرض پارلیمنٹ کی عدالت نے بعد ثبوت جرم اسے اُس کے عہدے سے برطرف کر دیا اس کے علاوہ سنگین جرمانہ بھی تجویز کیا لیکن بادشاہ نے اُسے معافی دے دی اور وہ بارہ سو پاؤنڈ کے وظیفہ پر علحدہ ہو کر علمی خدمت میں مشغول ہو گیا۔

بادشاہ اس اثنا میں جنگ کی تیاری بے دلی کے ساتھ کر رہا تھا۔ ابھی تک یہ خیال اُس کے دل سے نکلنے نہ پایا تھا کہ شہنشاہ فرڈیننڈ سے برسر جنگ ہو نیکے باوجود وہ ہسپانیہ کے ساتھ جو فرڈیننڈ کا حلیف تھا دوستانہ مراسم قائم رکھ سکتا ہے ظاہر ہے کہ یہ خیال خام تھا اس لئے کہ شاہ ہسپانیہ شہنشاہ جرمنی کے خلاف کبھی بھی نیام سے تلوار نہ نکال سکتا تھا۔ پم اور کوک نے اب ایک محضر

تیسری پارلیمنٹ کی برطرفی سنہ ۱۶۲۲ء۔

مرتب کیا جس میں صاف صاف بیان کیا گیا تھا کہ بادشاہ کو ہسپانیہ کے ساتھ اپنے تعلقات قطع کر دینے چاہئیں اور شہزادۂ چارلس کا عقد کسی پراٹسٹنٹ شہزادی سے کرنا چاہئے۔ یہ محضر جب اراکین دارالعوام نے بادشاہ کے پاس بھیجا تو اُس نے سخت برہمی کا اظہار کیا اور اُن کے مشورے کو شوخ چشمانہ دخل در معقولات سمجھا۔ اس پر اُنھوں نے بر سبیل احتجاج یہ دعوے کیا کہ ہمیں آزادی گفتار کا پورا حق حاصل ہے اب تو جیمز کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی۔ عالم غیظ و غضب میں اُس نے دارالعوام کی کتاب الآرا کے اُس ورق کو جس پر یہ احتجاج درج تھا پارہ پارہ کر دیا اور پارلیمنٹ توڑ کر پم کوک سلڈن اور دوسرے سربرآوردہ اراکین کو قید کر دیا۔ غرض اس طور پر تیسری پارلیمنٹ کا بھی خاتمہ ہو گیا جو ٹوٹ تو گئی لیکن اپنا تھوڑا بہت سکہ بٹھا گئی۔ یعنی اس نے اجاروں کے دستور کو جس سے رعایا کی صریح حق تلفی ہوتی تھی موقوف کر دیا۔ عدالتوں کے طرز عمل کی اصلاح کی۔ خطاکار ارباب اقتدار پر نالش کرنے کا حق از سر نو حاصل کیا اور معاملات سلطنت میں رائے دینے کا حق منوا کر چھوڑا۔ لیکن بادشاہ اور پارلیمنٹ کی نا چاقی کا میدان روز بروز زیادہ وسیع ہوتا جاتا تھا۔ اسی زمانے میں

اول اول ملکی خبروں کے مطبوعہ اوراق شایع ہونے لگے اور ۲۳ مئی ۱۶۲۲ء
کو انگلستان کا پہلا ہفتہ وار اخبار جاری ہوا۔

پہلا ہفتہ وار اخبار ۱۶۲۲ء۔

سال آئندہ یعنی ۱۶۲۳ء میں ولیعہد کی ہسپانوی نسبت ٹوٹ گئی اور چارلس اور بکنگھم ہسپانیہ سے جنگ کرنے کا شوق دل میں لئے ہوئے سفر سے واپس آگئے۔ بادشاہ روپیہ فراہم کرنے کی مشکلات سے خوب واقف تھا اس لئے جنگ سے بہت ہی کارہ تھا لیکن بکنگھم کے پیہم اکسائے جانے سے آخر راضی ہوگیا اور ۱۶۲۴ء میں بہم رسانی سامان جنگ کی منظوری حاصل کرنے کے لئے ایک اور پارلیمنٹ طلب کی جو اس کے عہد کی چوتھی اور آخری پارلیمنٹ تھی۔ اب چونکہ ہسپانیہ میں عقد ہونے کا خدشہ بالکل مٹ چکا تھا

چوتھی پارلیمنٹ ۱۶۲۴ء

اس لئے دار العوام نہ چاہتا تھا کہ جنگ ہو جس کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ پیلیٹاین کی حکومت پھر حاصل کرنے کے لئے جیمز فرانس کے ساتھ اتحاد فراہم کرنے اور فرانس کی شہزادی ہنریٹا کو چارلس کے حبالۂ عقد میں لانے کا خواہشمند تھا کہ وہ بھی کیتھولک مذہب کی پیرو تھی۔ بہر حال اراکین دار العوام نے صرف اس قدر رقم کی منظوری دی جس سے ہالینڈ والوں کو ہسپانیہ کے مقابلے میں مدد دی جاسکے اور انگریزی بندرگاہوں کی حفاظت کی جاسکے۔ اس کے بعد پارلیمنٹ نے اپنا اجلاس ملتوی کر دیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ اجلاس موسم سرما میں منعقد ہوگا اور اگر مزید رقم کی ضرورت ہوئی تو اس کی منظوری اس وقت دی جائے گی۔

ہالینڈ کی تباہ کن مہم ۱۶۲۵ء

اس اثنا میں چارلس اور شہزادی ہنریٹا کے عقد کے معاہدے پر دستخط ہو چکے تھے اور اس خیال سے کہ بیٹا ایک کیتھولک شہزادی سے نکاح کرنے کا پابند ہو چکا ہے جیمز کو حوصلہ نہ پڑتا تھا کہ پارلیمنٹ کو منھ دکھائے۔ جو قلیل رقم اس کے پاس موجود تھی اس سے اس نے ایک مختصر سا لشکر ترتیب دیا اور موسم بہار میں ایک جرمن امیر مینسفلڈ کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ علاقہ پیلیٹائن کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ اس مہم کا انتظام

نہایت ہی ناقص تھا۔ رسد تھڑ گئی اور فوج میں بیماری پھوٹ پڑی جس سے نو ہزار آدمی ہلاک ہو گئے غرض یہ مہم سراسر ناکام رہی اور اس ناکامی کا جیمز پر اس قدر اثر ہوا کہ اُس کی صحت اُسے جواب دے گئی اور وہ تپ لرزہ میں مبتلا ہو کر

جیمز کی وفات
۲۷ مارچ ۱۶۲۵ء

۲۷ مارچ ۱۶۲۵ء کو انتقال کر گیا۔ اس نے کئی تصانیف یادگار چھوڑیں منجملہ اُن کے ایک رسالہ تنباکو کی مضرتوں پر تھا۔ ایک میں جادوگرنیوں کے حالات درج تھے اور ایک کا موضوع بادشاہوں کی ظل اللٰہی، تھا جیمز تصنیف و تالیف کی وادی کا خواہ کیسا ہی مرد میدان کیوں نہ قرار دیا جائے لیکن بادشاہ ہونے کی حیثیت سے وہ اپنی رعایا کے رستے میں بہت سے کانٹے بوتا گیا۔

سترھواں باب

شاہ و رعایا

چارلس اوّل

۱۶۲۵ء لغایت ۱۶۴۹ء

چارلس جب تخت پر بیٹھا تو بجز گنتی کے چند اشخاص کے باقی تمام قوم کو اُس کی ذات سے بڑی بڑی امیدیں تھیں شمایل و خصایل میں وہ اپنے باپ کی ضد واقع ہوا تھا۔ مسند نشینی کے وقت اگرچہ اُس کی عمر صرف پچیس سال کی تھی لیکن متانت و تمکنت کی جیتی جاگتی تصویر معلوم ہوتا تھا۔ بال سیاہ تھے پیشانی بلند تھی۔ بشرہ سنجیدہ تھا اور اُس پر اداسی چھائی رہتی تھی۔ کم سخنی کے باوجود اُس کے اطوار پسندیدہ تھے۔ ملنے والوں سے نوازش اور ملاطفت کے ساتھ پیش آتا تھا اور کبھی اُس جوشِ غضب اور درشت کلامی کا اظہار نہ کرتا تھا جو اُس کے باپ کے مصاحبین کو گراں گزرا کرتی تھی۔ اسکے علاوہ چارلس کی ہر دلعزیزی کی یہ وجہ بھی تھی کہ وہ ہسپانیہ سے جنگ کرنے کا خواہشمند تھا۔ لیکن اُن معدودے چند اشخاص کو جن کی نگاہ ذرا گہری تھی نئے بادشاہ کی سیرت کے بہت سے نامحمود خصایص نظر آگئے تھے۔ اُن سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ باپ کی طرح چارلس بھی اپنے ذاتی دبدبہ اور رعب کے خیال پر مٹا ہوا ہے اور اس نقص کی تلافی کے لئے اُس میں جیمز کی صاف دلی اور نیک طینتی نام کو موجود نہیں۔ اس کے خوش اطوار ہونے میں کلام نہیں لیکن اسی کے ساتھ اُس کا ظاہر و باطن ایک نہ تھا اور طبیعت میں ضد پرلے درجہ کی تھی مذہب سے اُسے خاص لگاؤ تھا اور اپنی اولاد کے ساتھ بہ شفقت پیش آتا تھا لیکن اپنی غرض کے لئے فریب دہی اور وعدہ خلافی کو گناہ نہ سمجھتا تھا۔ اُس کی ضد اور ہٹ

چارلس اول کے عادات و خصایل۔

کا اندازہ اُس کے دربار کے ایک خوش فکر رکن کے اس قول سے ہو سکتا ہے کہ "بھائیو خدا سے یہی دعا مانگو کہ اگر بادشاہ کسی بات پر جم جائے تو وہ برسر حق ہو ورنہ اگر وہ غلطی پر اڑ گیا تو یاد رکھو کہ اس سے بڑھ کر ضدی اور خود سر دنیا کا کوئی فرمانروا نہوا ہے نہ ہے اور نہ ہو گا" اس قول کے لفظ لفظ سے حسرت آمیز سچائی ٹپک رہی ہے۔ اور جب ہم اس واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ اراکین دار العوام نے ابھی سے بادشاہ کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پر با صرار قائم رہنے کا ڈھنگ ڈال دیا تھا تو ہمیں ذرا بھی تعجب نہیں ہوتا کہ چارلس کا عہد حکومت ایک سلسلۂ نزاع پیہم تھا جس میں فریقین کی برہمی اور حق ناشناسی بجائے خود بڑھتی گئی تا آنکہ وہ ہیبت ناک انجام پیش آیا جو پیش آیا۔

یہ نزاع بہت جلد شروع ہو گئی۔ اس لئے کہ جب پارلیمنٹ کا اجلاس ۱۸ جون ۱۶۲۵ء کو منعقد ہوا تو لوگ ہالینڈ والی مہم کی تباہی سے پہلے ہی بہت دلگیر ہو رہے تھے اور بکنگھم کو جو بادشاہ کے مزاج میں بے حد دخیل تھا بے اعتباری کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اس کے علاوہ انھیں یہ بات بھی بہت ہی ناگوار گزری تھی کہ ملکہ اپنے ہم مشرب پادریوں کو اپنے ہمراہ لیتی آئی تھی اور سر زمین انگلستان میں اس کا ایک کیتھولک کنیسہ بھی موجود تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ چارلس نے جنگ جاری رکھنے کے لئے تین لاکھ پاؤنڈ کی منظوری طلب کی لیکن دار العوام نے صرف ایک لاکھ چالیس ہزار پاؤنڈ منظور کئے اور اگرچہ یہ دستور قدیم سے چلا آتا تھا کہ شراب جو اور دوسرے خمریات کے ہر اٹھائیس من اور بعض اشیائے تجارت کے ہر رطل پر "منانہ و رطلانہ" کے نام سے ایک مقررہ محصول بادشاہ کو تا حین حیات دیا جایا کرے لیکن دار العوام نے اب یہ محصول چارلس کی ذات کے لئے صرف ایک سال کی مدت کے واسطے منظور کیا۔ بادشاہ اس پر بہت ہی بگڑا۔ لندن میں طاعون پھیلا ہوا تھا اس لئے اُس نے پارلیمنٹ کو برخاست کر کے حکم دیا کہ دوسرا اجلاس آکسفرڈ میں منعقد ہو

چارلس کی پہلی پارلیمنٹ کا اجلاس۔ ۱۸ جون ۱۶۲۵ء۔

منانہ و رطلانہ

پارلیمنٹ کی برطرفی۔

لیکن سوء اتفاق اسے کہتے ہیں کہ انعقاد اجلاس سے پہلے خبر آئی کہ سات جہاز جو چارلس نے شاہ فرانس کو مستعار دئے تھے فرانسیسی ساحل پر لاروشل کے محاصرے میں پراٹسٹنٹوں کے خلاف استعمال میں لائے گئے۔ اراکین دارالعوام نے بادشاہ کو فرقۂ کیتھولک کی امداد کا الزام دیا اور علی الاعلان کہہ دیا کہ ہمیں بکنگھم پر مطلق اعتماد نہیں۔ لیکن چارلس نے اپنے منھ لگے وزیر کے طرز عمل پر بحث ہونیکی اجازت نہ دی اور پارلیمنٹ کو برطرف کر دیا۔

چارلس اور بکنگھم کو اب یہ اُمید ہوئی کہ ہسپانیہ کے ساتھ جنگ جاری رکھنے سے لوگوں میں اُن کی ہردلعزیزی قایم ہو جائیگی لیکن اس سے غافل تھے کہ جنگ کے لئے اُن کے پاس فوج اور روپیہ کچھ بھی نہ تھا۔ بہرحال تجارتی جہازوں کو بیگار میں پکڑ لینے سے جوں توں کر کے ایک بیڑا فراہم کر لیا گیا اور چونکہ اُس زمانہ میں کسی فوج باقاعدہ کا وجود نہ تھا اس لئے لوگوں کو گھروں سے بلا کر ایک لشکر بھی درست کر لیا گیا۔ سر ایڈورڈ سیسل کو جو اس فوج کا سپہ سالار تھا حکم ملا کہ کسی ایک ہسپانوی شہر پر حملہ کر کے مال سے لدے ہوئے ہسپانوی جہازوں کو پکڑ لے جو امریکہ سے آرہے ہوں۔ سپہ سالار موصوف بیڑا لئے ہوئے خلیج قادس میں پہنچا اور ایک قلعہ سر کر کے رسد کے بغیر کوچ کرتا ہوا اندرونی علاقے کی طرف بڑھا۔ سپاہیوں کو رستہ میں شراب کے کچھ خم ہاتھ آگئے اب کیا تھا

مہم کیڈز کی ناکامی اکتوبر ۱۶۲۵ء۔

مفت کی شراب پی پی کر ایسے بدمست ہوئے کہ سر پیر کا ہوش نہ رہا۔ اور سیسل کو انھیں اُلٹے پاؤں واپس لا کر پھر جہازوں پر سوار کرنا پڑا۔ اب سیسل نے انگلستان کا رخ کیا۔ خیال تھا کہ رستے میں خزانہ بردار جہازوں ہی پر چھاپہ مارنے کا موقع مل جائے گا لیکن یہ جہاز دو دن ہوئے راستہ کترا کر نکل بھی گئے تھے۔ بیچارے سیسل کو اپنا سا منہ لیکر خالی ہاتھ وطن واپس آنا پڑا۔ اور اس بحری مہم کی ناکامی کے گھر گھر ایسے چرچے ہوئے کہ انگلستان میں مائیں اپنے بچوں کو یوں لوریاں دیا کرتی تھیں۔

٭ بیڑا اتھا ایک چل کے جو ہسپانیہ گیا ٭ جیسا گیا تھا ویسا ہی چل پھر کے آگیا ٭

غرض وہ فتح جس کے انتظار میں چارلس نے گھڑیاں گن گن کر کاٹی تھیں۔

منحوس ترین ناکامی سے بدل گئی اور قرض کی ایک بھاری گٹھری بادشاہ کے سر پر چھوڑتی گئی اور اسے ایک اور پارلیمنٹ کے بلانے پر مجبور ہونا پڑا۔

لیکن پارلیمنٹ کے انتخاب سے پہلے چارلس ایک گہری چال چلا۔ یعنی پچھلی پارلیمنٹ میں جن اشخاص نے اُسے بہت زیادہ دق کیا تھا اُن میں سے بعض کو انتخاب کنندگی کے عہدہ پر مامور کر دیا تاکہ وہ خود ارکان کی حیثیت سے منتخب نہ ہو سکیں۔ لیکن یہ حکمت عملی بھی رائگاں گئی۔ چارلس ایک شخص کو خاموش کرتا تھا تو اُس کی جگہ آواز بلند کرنے والا دوسرا اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ دارالامرا اور دارالعوام کا اجتماع ہوتے ہی سر ہنری الیٹ نے اٹھ کر مطالبہ کیا کہ اُس بدنظمی اور ابتری کی کامل تحقیقات ہونی چاہیے جس کی وجہ سے ملک پر اسقدر تباہیاں نازل ہوئی ہیں اور اس مطالبہ کے ساتھ ہی ارکین دارالعوام نے بکنگھم پر الزامات کا ایک طومار باندھ دیا۔ اس موقع پر الیٹ نے جو تقریر کی اُس کے جستہ جستہ فقرات درج ذیل ہیں:۔ "اُس شخص نے شاہی خزانہ اور سلطنت کے ذخایر پر ہاتھ صاف کر کے ہمارے نظام مملکت کے اعصاب و شرائین کو قطع کر ڈالا ہے۔ اس کے بے دریغ مصارف اس کے مسرفانہ جشن اس کی شاندار عمارتیں اس کا سیہ مستانہ ناو نوش اور اس کی بے محابا عیش پرستیاں داخل شاہی کو ضایع کرتی چلی جا رہی ہیں۔ کسی شخص کا حق کسی شخص کا مفاد اُس کی آرزوؤں کے لیئے حائل نہیں ہو سکتا۔ ہم پر جتنی مصیبتیں آئی ہیں اور آ رہی ہیں ان سب کا باعث یہی شخص ہے اور ان سب مصیبتوں کا علاج یہی ہے کہ اسکا قرار واقعی بندوبست کیا جائے۔" چارلس نے جواب دیا تو یہ دیا کہ الیٹ کو اور ڈگس کو بھی جس نے اُس کی تائید کی تھی قلعہ لندن میں قید کر دیا جب ارکین دارالعوام نے اُن دونوں کی شرکت کے بغیر اجلاس کی کارروائی جاری رکھنے سے انکار کر دیا اور بکنگھم کی برطرفی کا مطالبہ کیا تو اُس نے بادل ناخواستہ الیٹ اور ڈگس کو رہا تو کر دیا لیکن روپیہ کی منظوری لئے بغیر پارلیمنٹ کو فوراً توڑ بھی ڈالا۔

دوسری پارلیمنٹ میں بکنگھم سے مواخذہ۔ ۱۶۲۶ء۔

پارلیمنٹ کی برطرفی

چارلس کو اب چاروں طرف مشکلات ہی مشکلات نظر آنے لگیں۔ حال ہی میں

لوئی سیزدہم تاجدار فرانس سے اُس کا جھگڑا ہو گیا تھا۔ بناء نزاع کچھ تو یہ تھی کہ اُسے بدرجۂ مجبوری ملکہ ہنریٹا کے کیتھولک خدام کو رخصت کرنا پڑا تھا اور کچھ یہ تھی کہ لوئی سیزدہم کے مقابلے میں لاروشل کی پراٹسٹنٹ فرانسیسی رعایا کی طرفداری کرنا وہ اپنے فرائض میں داخل سمجھتا تھا۔ لیکن جنگ کرنے کے لئے ضرور تھا کہ اس کے پاس روپیہ موجود ہو۔ منانہ اور رطلانہ کی رقم ناجایز طور پر وہ برابر وصول کرتا جاتا تھا اور فرقۂ کیتھولک کے منکرین سے تاوان بھی لیتا جاتا تھا لیکن پھر بھی روپیہ کی اُس کے

بادشاہ لوگوں سے جبراً روپیہ قرض لیتا ہے ۱۶۲۶ء

خزانے میں بڑی کمی تھی۔ رعایا سے اُس نے نذرانہ کی استدعا کی لیکن کسی نے جھنجی کوڑی تک نہ دی۔ اس پر ایک شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ گو بادشاہ رعایا کو بطور ہدیہ روپیہ دینے پر مجبور نہیں کر سکتا لیکن یہ بات تو اس کے اختیار میں ہے کہ انھیں روپیہ قرض دینے پر مجبور کرے۔ رعایا کے لئے یہ دونوں باتیں قریب قریب ایک سی تھیں اس لئے کہ چارلس سے قرضے کی ادائی کی بہت ہی کم امید ہو سکتی تھی۔ غرض بادشاہ نے اس مشورے پر عمل پیرا ہو کر ہر ضلع میں شاہی گماشتے روانہ کئے کہ ہر شخص سے بقدر استطاعت روپیہ قرض لیں۔

اس کارروائی سے رعایا میں سخت بددلی اور بےچینی پھیل گئی۔ سلسلۂ ٹیوڈر کے فرمانرواؤں کے عہد میں ملک میں امن و امان قایم تھا اور محصول و خراج کا بوجھ ہلکا کر دیا گیا تھا۔ اور تو اور جیمز بھی یا تو جنگی کی رقسم وصول کرتا تھا یا دولتمندوں سے روپیہ لیتا تھا۔ مگر اب یہ حالت تھی کہ بکنگھم کی مسرفانہ ضروریات پوری کرنے اور

رعایا کی سخت بددلی۔

اُن لڑائیوں کے اخراجات بہم پہنچانے کے لئے جن کا خاتمہ التزاماً ذلت و ناکامی پر ہوتا تھا ہر شخص کے خانگی حسابات کی جانچ پڑتال ہونے لگی اور اُس سے ایک بندھی رقم زبردستی وصول کی جانے لگی۔ لوگ اس استحصال بالجبر سے ایسے تنگ آ گئے کہ ملک کے مختلف حصوں میں اسی اکابر و عمایدنے رقسم دینے سے صاف انکار کر دیا اور اس انکار کی پاداش میں قید ہوئے۔ غیر مستطیع طبقے کے جن لوگوں نے شاہی مطالبہ کے ماننے سے انکار کیا وہ جبراً فوج میں بھرتی کر لئے گئے یا اُنکے گھروں میں

سپاہی بٹھا دیے گئے۔

آخر جنگ کی تیاریاں جوں توں کر کے مکمل ہوئیں اور بکنگھم ایک سو جہازوں کا بیڑا لئے ہوئے لاروشل کی طرف روانہ ہوا جزیرہ رہی میں پہنچ کر اُس نے قلعہ سینٹ مارٹنس کا جو شہر کے بالمقابل واقع تھا محاصرہ کر لیا اور اگر وہ اس مہم میں کامیاب ہوتا تو اہل انگلستان جنگ کو بنگاہ استحسان دیکھتے اس لئے کہ اس سے پراٹسٹنٹ فرقے کی امداد مقصود تھی۔

لاروشل کو کمک پہنچانے میں بکنگھم کی ناکامی۔ سنہ ۱۶۲۷ء۔

لیکن حسب معمول یہ مہم بھی ناکام رہی۔ فرانسیسیوں نے انگریزی صفوں کو چیر کر قلعہ کے محصورین کو آذوقہ پہنچا دیا۔ بکنگھم کی فوج بیماری سے ضایع ہو گئی اور اُسے کمک کے لئے مراجعت پر مجبور ہونا پڑا۔

انگریزی قوم کو اس ناکامی کا بڑا صدمہ ہوا۔ جب اُنھیں یہ خیال آتا تھا کہ یا تو کبھی ہماری سطوت وجبروت کا ڈنکا بجتا تھا اور یا آج ہم دوسری قوموں کی نظروں میں رہ رہ کر ذلیل ورسوا ہو رہے ہیں، تو غم وغصہ کا ایک طوفان اُن کے سینے میں اُٹھتا تھا وہ قوم جسے کبھی اپنے قوانین پر ناز اور اپنی آزادی کا غرہ تھا اب اس حال کو پہنچ گئی تھی کہ لوگ بے خطا وبے قصور قید میں ڈالے جا رہے تھے غرض پانچ قصباتی شرفا نے جنھیں بلاسبب سزائے قید دی گئی تھی عدالت میں مرافعہ دائر کر کے استدعا کی کہ اُن کے متعلق "پروانہ شہادت جسدی" جاری کیا جائے

قید ہونے پر پانچ شرفا کا مرافعہ۔

اس پروانے کی رو سے داروغۂ محبس قانوناً مجبور تھا کہ قیدی کو عدالت میں بجسد عنصری پیش کر کے حکمنامۂ گرفتاری دکھائے جس میں اس الزام کی تصریح ہو جس کی بناپر ملزم گرفتار ہوا تھا۔ ان پانچوں مصیبت زدوں کے خلاف دراصل کوئی الزام نہ تھا اس لئے کہ انھوں نے صرف روپیہ قرض دینے سے انکار کیا تھا اور روپیہ قرض دینے سے پہلو تہی کرنا قانوناً کوئی جرم نہ تھا۔ قبالۂ اعظم میں جسے آزادی انگلستان کی التمغا سند کہنا چاہئے صاف لکھا تھا کہ "کوئی شخص گرفتار یا قید نہ کیا جائے گا تاوقتیکہ اُس کے ہم چشموں کی ایک جماعت اُس کے خلاف باضابطہ طور پر حجت نہ قائم کرے یا ملک کا قانون اُس کے خلاف فیصلہ

نہ صادر کرے"۔ لیکن اس صاف و صریح قانون کے باوجود حکام عدالت نے محض بادشاہ کی خفگی کے خوف سے ان اشخاص کے واجبی احتجاج کو نظر انداز کر کے انھیں حوالات میں بھیج دیا تھا۔

پارلیمنٹ نے اب اُن کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اور سر جان الیٹ اور سر ٹامس ونٹورتھ نے نہایت دلیرانہ طور پر کہا کہ ہمیں اپنی قدیم آزادی کے حق کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی تمام قوت صرف کر دینی چاہئے اور جو قوانین ہمارے آبا و اجداد نے بنائے تھے اُن کی وقعت قایم رکھنے کے لئے پوری ہمت سے کام لینا چاہئے"

محضر حقوق رعایا، ۷ جنوری ۱۶۲۸ء۔

اس پر دار العوام نے ایک "محضر حقوق" مرتب کیا جس میں ناجایز محصولات ہدایا اور قید کے خلاف آواز بلند کی گئی تھی اور بادشاہ سے اس وعدہ کی استدعا کی گئی تھی کہ اولاً کسی آزاد شخص سے پارلیمنٹ کے استمزاج کے بغیر قرض نہ طلب کیا جائے گا اور ثانیاً کوئی آزاد شخص بلا اظہار وجہ قید نہ کیا جائے گا"۔ دار الامرا نے اس محضر کے مضمون کے ساتھ اتفاق کیا اور اگرچہ بادشاہ نے اس کی بڑی سخت مخالفت کی لیکن اُسے روپیہ کی ایسی شدید ضرورت تھی کہ آخر اُسے سر تسلیم خم کرتے ہی بنی اور اس محضر کی دونوں دفعات نے ۷ جون ۱۶۲۸ء کو قانون کی شکل اختیار کر لی۔ اس قانون کے نفاذ پر جس نے قوم کی آزادی کو بحال کر دیا ملک بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ اظہار مسرت کے طور پر لوگوں نے جا بجا الاؤ روشن کئے اور گھنٹیوں کی ٹن ٹن سے کلیسا گونج اُٹھے اب اراکین دار العوام نے اُس رقم کی منظوری بھی دیدی جس کی چارلس کو ضرورت تھی لیکن جب وہ بکنگھم کی برطرفی کا مطالبہ کرنے گئے تو بادشاہ نے اُن کی بات سننے سے انکار کر دیا اور پارلیمنٹ کو کچھ عرصہ کے لئے برخاست کر دیا۔

بادشاہ کے اس مقرب پر دار العوام کی طرف سے پھر لے دے ہونے کی ضرورت قضا نے باقی نہ چھوڑی ۲۳۔ اگست کو جب بکنگھم لاروشل کی دوسری مہم پر پورٹسمتھ سے روانہ ہونے کے لئے پا برکاب تھا تو جان فلٹن نامی ایک مذہبی دیوانے نے جسے فوج میں ترقی نہ ملی تھی اور جو بکنگھم کو

دشمن ملک و ملت سمجھتا تھا شہر کے ایوان عام کے دروازے پر اُس کے جگر میں ایک چھرا بھونک دیا اور وار کرتے وقت چلّا کر کہا کہ "خدا تجھ پر رحم کرے"۔ اس حادثے کی وجہ سے حاضرین میں جو کھلبلی پڑ گئی تھی وہ جب رفع ہوئی تو قاتل برہنہ سر چہل قدمی کرتا ہوا ملا وہ چاہتا تو اس ہنگامہ کی افراتفری میں فرار ہو جاتا لیکن اس کی اُس نے مطلق کوئی کوشش نہ کی اور گرفتار ہو کر آخر پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

بکنگھم کا قتل
۲۳ اگست ۱۶۲۸ء

بکنگھم کے مرنے سے گھر گھر خوشیاں ہوئیں لیکن یہ خوشیاں قبل از وقت تھیں۔ چارلس نے ویسٹن کو جو بکنگھم کا معتمد علیہ تھا وزیر خزانہ بنا دیا اور سلطنت پھر اسی پرانے ڈھرّے پر چلنے لگی۔ انگریزی بیڑے نے لاروشل پہنچ کر منھ کی کھائی اور ۱۶۲۹ء میں چارلس نے فرانس کے ساتھ صلح کر لی۔ رشیلیو کی قوت بازو نے لاروشل کے برجوں پر فرانس کا جھنڈا جا گاڑا تھا اور دنیا میں انگلستان کی حیثیت بہت ہی ذلیل ہو گئی تھی۔ برّاعظم یورپ میں کیتھولک ہر جگہ غلبہ حاصل کرتے جاتے تھے اور اسی لئے

لاڈ اسقف لندن مقرر ہوتا ہے۔ ۱۶۲۸ء۔

جب بادشاہ نے لاڈ کو جو باتھ اور ولس کا اسقف تھا ترقی دیکر اسقف لندن بنا دیا تو اہل انگلستان کو بہت ہی تشویش ہوی۔ اس تشویش کی وجہ یہ تھی کہ لاڈ کو نمود زیب و زینت کا بڑا شوق تھا اور فرقۂ کیتھولک کی طرح رسوم عبادت کا بڑے طمطراق سے عمل میں لانا ضروری سمجھتا تھا۔ اس کے علاوہ اصول نیابت ربّانی اور بادشاہ کی کامل خود مختاری کی بھی وہ ہمیشہ حمایت کرتا رہتا تھا۔ اب اس خود مختارانہ قوت سے چارلس نے اس طرح کام لینا شروع کیا کہ جب چاہتا تھا منانہ اور رطلانہ وصول کر لیتا تھا اور جو سوداگر یہ ڈنڈ نہ بھرتا تھا اُس کا مال ضبط کر لیتا تھا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ اس ضبط شدہ مال کا کچھ حصہ پارلیمنٹ کے ایک رکن کی ملک سے تھا۔ چنانچہ جب دارالمبعوثین کا اجلاس پھر منعقد ہوا تو سر جان الیٹ نے یہ صلاح دی کہ چنگی کے جن عہدہ داروں نے مال پر قبضہ کیا ہے انھیں طلب کر کے سزا دی جائے۔ عہدہ دار جب حاضر ہوے تو ان کی طرف سے یہ عذر

پارلیمنٹ کا اظہار تمرد سنہ ۱۶۲۹ء۔

پیش ہوا کہ ہم نے یہ کارروائی بادشاہ کے حکم سے کی تھی۔ اور چارلس نے میر مجلس کو ایما کیا کہ اجلاس ملتوی کر دیا جائے۔ یہ التوا تو عمل میں آیا لیکن جب مبعوثین پھر جمع ہوئے اور فرمان التوا پہلے کی طرح مکرر جاری ہوا تو مبعوثین نے امتثال امر سے صاف انکار کر دیا۔ میر مجلس نے جب اٹھ کر تقریر کرنی چاہی تو اراکین میں سے دو شخصوں نے اُسے پکڑ کر زبردستی کرسی پر بٹھا دیا اور دروازے بند کر لئے۔ اسی کے ساتھ الیٹ نے یہ تحریک پیش کی کہ "وہ لوگ غدار ہیں جو مذہب میں تبدیلیاں پیدا کرنی چاہتے ہیں یا جو چنگی کا ایسا محصول وصول کرتے ہیں یا ادا کرتے ہیں جس کی باضابطہ منظوری پارلیمنٹ نے نہ دی ہو"۔ اس تحریک کی تائید میں مبعوثین "ہمیں اتفاق ہے ہمیں اتفاق ہے"

افراتفری اور برطرفی

کا نعرہ بلند کر رہے تھے کہ پہرے کے سپاہی بادشاہ کے حکم سے دروازے توڑنے کے لئے آ پہنچے۔ لیکن اس تشدد کی نوبت ہی نہ آنے پائی۔ اجلاس یک بیک ملتوی ہو گیا اور چند دن بعد بادشاہ نے پارلیمنٹ کو توڑ دیا الیٹ اور اُس کے ساتھ کئی اور مبعوثین قید کر دیئے گئے لیکن اُن میں سے جنھوں نے اطاعت اختیار کر لی وہ بہت جلد چھوڑ دیئے گئے۔

سر جان الیٹ کی وفات سنہ ۱۶۳۲ء۔

صرف تین شخص یعنی الیٹ ویلنٹائن اور اسٹروڈ ثابت قدم رہے اور پارلیمنٹ کے حقوق کے برخلاف اُن کی زبان سے ایک لفظ نہ نکلا۔ الیٹ نے ساڑھے تین سال تک قلعۂ لنڈن میں قید رہ کر وفات پائی۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے راہ حریت میں جان دی۔

آئندہ گیارہ سال تک چارلس پارلیمنٹ کے بغیر حکمرانی کرتا رہا اور وزارت کے خاص خاص شعبوں کی ذمہ داریاں ویسٹن لاڈ اور ونٹورتھ کے تفویض رہیں۔ الیٹ اور پم جیسے اشخاص کا پارلیمنٹ کی آزادی کی حمایت میں سینہ سپر ہونا ہم لکھ آئے ہیں۔ اب وہ بساط کہن الٹ چکی تھی اور الیٹ و پم کی طرح دو دھن کے

ونٹورتھ اور لارڈ

پکے یعنی ونٹورتھ (جو آگے چلکر لارڈ اسٹیفرڈ کے لقب سے ملقب ہوا) اور لارڈ بادشاہ کے جابرانہ و خود مختارانہ اقتدار کے

برقرار رکھنے میں ساعی تھے۔ بحث طلب امر یہ تھا کہ فریقین میں سے آخر کار کامیابی کا سہرا کس کے سر رہیگا۔ ونٹورتھ جس پر ہوس جاہ بہت ہی غالب تھی بکنگھم کے مرتے ہی اپنے پرانے رفیقوں کا ساتھ چھوڑ کر بادشاہ سے آملا تھا ترقی کے مدارج طے کرتا ہوا وہ مجلس حلقۂ شمالی کی صدر نشینی کے منصب پر فائز ہوگیا اور اپنے حاکمانہ اختیارات کا استعمال بڑے تشدد اور سختی سے کرنے لگا۔ لارڈ کا ضمیر ونٹورتھ کے مقابلے میں بہت زیادہ بے لوث تھا اور وہ یک رنگی کے وصف میں بھی ونٹورتھ پر امتیاز رکھتا تھا لیکن بڑی خرابی یہ ہوئی کہ وہ تنگ نظر اور متعصب واقع ہوا تھا۔ اُن دونوں وزرا نے پہلے تو اپنے آقا کی تباہی کا سامان کیا اور پھر اپنی جان اُسکے لیئے نثار کردی۔

اس یازدہ سالہ دور کے پہلے پانچ سال کی مدت میں بظاہر ہر طرح کا امن و سکون قائم رہا۔ جو لوگ اعتدال پسند تھے اُنھیں اس بات کا احساس تھا کہ اراکین دارالعوام حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے اور بادشاہ کی توہین کرنے لگے تھے اور چونکہ ویسٹن خزانے کا انتظام سلیقہ سے کرتا تھا اور لوگوں کے ساتھ محصول و خراج

اندرونی ڈاک ۱۶۳۵ء۔

کے بارہ میں سختی نہ برتتا تھا اس لیئے یہ لوگ قانع تھے۔ اسی زمانے میں (۱۶۳۵ء) میں اول اول ملک کے اندر ڈاکخانہ کا سر رشتہ قائم ہوا اور ہر ہفتہ ڈاک کے ذریعے سے چھٹیوں کی روانگی کا انتظام عمل میں آیا۔ کرائے کی گاڑیاں بھی جن کا رواج پہلے پہل ۱۶۲۵ء میں ہوا تھا عام ہوگئیں انھیں اُن بازاروں سے گزرنے کی ممانعت تھی جہاں بھیڑ زیادہ

ہاروی۔ جارج ہربرٹ اور ملٹن۔

ہو شہر کے اندر لوگوں کی سواری کے لیئے تام جھام کا رواج ۱۶۳۴ء میں ہوا۔ اُنھیں دنوں ایک بہت بڑے علمی انکشاف نے معلومات انسانی میں ایک گرانقدر اضافہ کیا یعنی بادشاہ کے طبیب ہاروی نے ۱۶۲۸ء میں مسئلہ دوران خون پر اپنی تصنیف شائع کی۔ ان ایام کی قصباتی زندگی پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں امن و فراغ خاطر کی ایک جھلک پادری جارج ہربرٹ جیسے نیک دل شاعر کی ایام گزاری میں نظر آجاتی ہے جو اپنے مکان واقع بیمرٹن ضلع ولٹ شائر میں بیٹھا ہوا نرالے رنگ کی مذہبی نظمیں

لکھا کرتا تھا اور پر آشوب زمانے کے آغاز سے پہلے پہلے ۱۶۳۳ء میں دار القرار کو سدھار گیا علیٰ ہذا القیاس مشہور شاعر ملٹن نے ۱۶۳۲ء میں بمقام ہارٹن واقع ضلع بکنگھم شائر اپنی منظوم تصنیف "کومس" سپرد قلم کی ملٹن کو ارباب کلیسا آزادی کے ساتھ اظہار خیالات کی اجازت نہ دیتے تھے اس لیئے وہ کلیسا ہی کو چھوڑ بیٹھا تھا۔

امریکہ کو نقل وطن

اس عرصے میں فرقۂ متقشفین کے لوگ تعداد کثیر میں وطن چھوڑ چھوڑ کر برابر انگلستان جدید (امریکہ) کو جا رہے تھے۔ ایک ہزار نفوس کو جان ونتھراپ ۱۶۳۰ء میں اپنے ہمراہ لے گیا اور آئندہ گیارہ سال کے دوران میں بیس ہزار سے کم اشخاص نے سمندر پار سفر نہ کیا ہوگا۔ لارڈ بالٹیمور نے بھی جو کیتھولک عقیدے کا پیرو تھا ۱۶۳۲ء میں میری لینڈ کے نام سے ورجینیا کے شمال کے جانب ایک جدید نوآبادی قایم کی تھی۔ اگرچہ اس نوآبادی کے قیام سے اصلی مقصود فرقۂ کیتھولک کے ان اشخاص کی پناہ دہی تھا جو "منکرین" کہلاتے تھے یعنی حکومت کے مجوزہ طریقۂ عبادت کے اختیار کرنے پر رضامند نہ ہوتے تھے لیکن پہلا قانون اس نوآبادی کا یہ تھا کہ ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے عقاید پر قائم رہنے کا مجاز ہوگا۔

اس قسم کی جائے پناہوں کی جہاں لوگ آزادی کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں اب بڑی ضرورت تھی اس لئے کہ انگلستان میں صورت معاملات روز بروز ابتر ہوتی چلی جا رہی تھی ۱۶۳۳ء میں ونٹورتھ آئرلینڈ کی حکومت پر مامور ہوا جہاں انگریزوں اور اسکاٹلینڈ والوں کی جدید نوآبادیوں نے اصلی باشندوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔

آئرلینڈ میں ونٹورتھ کی حکومت ۱۶۳۳ء لغایت ۱۶۳۹ء

ایک اعتبار سے ونٹورتھ کے طرز حکومت کو اچھا بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس نے اہل آئرلینڈ کی ایک پارلیمنٹ قائم کر کے اس قدر رقم کی منظوری حاصل کر لی جس سے ایک عمدہ قواعد داں فوج کے اخراجات برداشت کیئے جا سکیں اور اس فوج سے اس نے ملک میں امن و امان قایم کر دیا۔ تجارت کو بھی اس نے ترقی دی اور شمالی علاقے میں سوتی پارچہ بافی کی صنعت اسی کے زمانے میں رائج ہوئی۔ لیکن اسے نہ اپنے وعدے کا پاس تھا اور نہ قانون کی اس کی نظروں میں کوئی وقعت تھی لارڈ کو

اُس نے ایک مرتبہ لکھ بھیجا کہ میں لگی لپٹی نہیں جانتا۔ وہ ہاتھ ہی کیا جو ایسا اوچھا پڑے
کہ تسمہ لگا رہ جاے۔ اہل آئرلینڈ کی خواہشوں کی وہ مطلق پروا نہ کرتا تھا کیتھولک
مذہب کو نہایت سختی سے دباتا تھا اور باوجودیکہ بادشاہ نے قول دیا تھا کہ کناٹ
کے علاقہ میں کوئی انگریزی نوآبادی نہ بسائی جاے گی لیکن اُس نے باختیار خود
ایک نوآبادی اس علاقے میں قائم کر ہی دی۔ غرض اُس کی حکومت نہایت جابرانہ
تھی جس نے لوگوں کے دلوں میں ہیبت بٹھا دی تھی عنان اختیار جب تک اُس کے
زبردست ہاتھوں میں رہی اہل آئرلینڈ کو سر اُٹھانے کا حوصلہ نہ ہوا لیکن جیسا کہ
ہمیں آگے چلکر معلوم ہوگا اُس کے جاتے ہی اُس کے جبر و تشدد کے نتائج
ایک خوفناک صورت میں آشکارا ہو گئے۔

جس سال ونٹورتھ آئرلینڈ کا نائب السلطنت بنا کر بھیجا گیا اسی سال کنٹربری
کے صدر اسقف ایبٹ نے جس کا شیوہ ہمیشہ سے آشتی و مدارا تھا وفات پائی۔
لارڈ اُس کی جگہ صدر اسقف مقرر ہوا اور دو سال بعد ۱۶۳۵ء میں جب ویسٹن کا
انتقال ہوگیا۔ تو ساری قوت سمٹ سمٹ کر اُسی کے ہاتھ میں چلی گئی اور وہ عملی
طور پر انگلستان کا گویا صدر اعظم ہوگیا۔ پہلا ہی کام اُس نے یہ کیا کہ مذہب میں

متقشفین کے ساتھ لارڈ کی نزاع۔

بہت سی ایسی باتیں داخل کر دیں جن سے کیتھولک رسموں کی
شان نمودار ہوتی تھی مثلاً قربان گاہ کو جو عرصۂ دراز سے
گرجا کے وسط میں قایم کی جاتی تھی اگلے قاعدہ کے مطابق بدستور
گرجا کی عمارت کے مشرقی حصے میں منتقل کرا دیا۔ نقش و نگار والے دریچے ازسرنو
نصب کرا دیئے۔ اور کلیسائے لیمتھ میں ایک صلیب جو وہاں سے ہٹا لی گئی تھی
پھر رکھوا دی۔ ان باتوں سے متقشفین میں بڑی سراسیمگی پھیل گئی۔ اس زمانے میں
ہر شخص کو اختیار رہے کہ اگر کسی کلیسا کا طریقۂ عبادت اُس کے عقیدے کے خلاف
ہو تو کسی دوسری عبادت گاہ میں چلا جائے لیکن ان دنوں یہ بات ممکن نہ تھی۔
گرجا ایک تھا اُس کا طریقہ واحد تھا اور ہر شخص اس میں اوقات مقررہ پر حاضر ہونے
کے لئے مجبور تھا۔ ایسی حالت میں لارڈ کی وضع و قماش کے حاکم وقت کی طرف سے
کسی ایسے رد و بدل کا نفاذ جسے اکثر لوگ ناپسند کرتے ہوں بجز فساد کے اور

کوئی نتیجہ پیدا نہ کرسکتا تھا۔ متقشفین کی تعداد اب بہت بڑھ گئی تھی اور پارلیمنٹ کے حکم سے یوم السبت کی حرمت کا ایام سابق کے بہ نسبت بہت زیادہ اہتمام کیا جاتا تھا اور لہو و لعب سے لوگوں کو حکماً روکا جاتا تھا۔ قدیم زمانے میں اتوار والے دن اکثر دیہات میں کھیل تماشے ہوا کرتے تھے لیکن اب حکام عدالت دیہی نے اس بنا پر انھیں روکنا شروع کیا تھا میلوں میں لوگ شراب پی پی کر بدمست ہو جاتے ہیں جس سے شعایر سبت کی توہین ہوتی ہے۔ لارڈ اور بادشاہ نے قانون وقت کو بالائے طاق رکھ کر عزم بالجزم کر لیا کہ اتوار کو کھیل تماشے کا سلسلہ پھر جاری کر دیا جائے اور پادریوں کو حکم دیا کہ اس کی تائید میں وعظ کہیں۔ پادریوں نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا اور اس انکار کی پاداشت میں فرقہ متقشفین کے صدہا پادری اپنی خدمتوں سے الگ کر دیئے گئے۔ حکومت نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ انھیں ایام میں تین شخص عدالت ایوان کوکب سے لاڈر کی طرز حکومت کے خلاف رسایل لکھنے کی علت میں سزایاب ہوئے ان میں سے ایک کا نام پرن تھا جو وکالت کا پیشہ کرتا تھا۔ دوسرا بیسٹوک نامی ایک طبیب تھا اور

پرن بیسٹوک اور برٹن کی سزایابی۔ ۱۶۳۷ء۔

تیسرا ایک پادری جس کا نام برٹن تھا۔ ان تینوں کے کان کاٹ لیئے گئے اور جب یہ بیچارے بوچے ہو چکے تو انھیں عمر بھر کے لیئے قید کر دیا گیا۔ یہ حرکات مذبوحی ایسی تھیں کہ بہت سے اعتدال پسند لوگ بھی متقشفین کے طرفدار ہو گئے۔

غرض اس طور پر بادشاہ اور اس کے وزرا رعایا کی عقیدت و الفت سے برابر محروم ہوتے چلے جا رہے تھے۔

چارلس نے "محضر حقوق" میں نمایندگان قوم سے جو وعدے کیئے تھے انھیں وہ کبھی کا توڑ چکا تھا۔ اپنے پرانے دستور کے موافق رعایا سے ناجائز طور پر روپیہ وصول کرتا تھا اور جو لوگ مزاحمت کرتے تھے انھیں سخت سزا دیتا تھا۔ اب چونکہ ایک جنگی بیڑے کی ضرورت آپڑی تھی اس لیئے اس نے ساحل کی تمام بستیوں کے

بادشاہ زرسفینہ وصول کرتا ہے سنہ ۱۶۳۴ء لغایت سنہ ۱۶۳۵ء

نام احکام جاری کیئے کہ جس طرح ہسپانیہ کے جنگی بیڑے کی چڑھائی کے وقت انھوں نے ملکہ الزبتھ کی مدد کی تھی (دیکھو صفحہ ۲۴۳) اسی طرح اس کیلیئے

بھی جہاز بہم پہنچائیں یا جہازوں کے بدلے "زرسفینہ" ادا کریں۔ یہ مطالبہ صریحاً اُس وثیقہ کے خلاف تھا جو بادشاہ نے رعایا سے "محضر حقوق" میں کیا تھا اور جب اس سے بھی متجاوز ہو کر اُس نے محصول زرسفینہ ساحلی آبادی کے علاوہ اندرون ملک کی آبادی سے وصول کرنا شروع کیا تو بکنگھم شائر کے ایک رئیس جان ہیمپڈن نامی نے محصول ادا کرنے سے انکار کر دیا اور عدالت میں استغاثہ دائر کیا۔ اگرچہ اس وقت تمام حکام عدالت بادشاہ ہی کے مقرر کیے ہوئے تھے پھر بھی بارہ میں سے پانچ نے دلیرانہ طور پر کہہ دیا کہ ہیمپڈن بالکل حق بجانب ہے۔ لیکن چونکہ کثرت رائے مدعی کے خلاف تھی اس لیے محصول برابر جاری رہا اور سارے انگلستان میں برہمی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

ہیمپڈن کا مرافعہ۔

اگر چارلس اور لاڈ نے اسکاٹلینڈ والوں کو انگریزی کتاب عبادت کے استعمال کا حکم دینے سے ایک نیا جھگڑا اُنھیں دنوں میں مول نہ لیا ہوتا تو عجب نہ تھا کہ یہ طوفان بھی گزر جاتا لیکن جو ہونے والا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ واقعہ اصلاح کلیسہ کے وقت ہی سے اہل اسکاٹلینڈ یا تو جان ناکس کے آداب عبادت پر عمل کرتے چلے آئے تھے یا وقت کے وقت برجستہ الفاظ میں مفہوم عبادت خود ادا کر لیا کرتے تھے۔ اب جو اُنھیں ایک ایسی کتاب عبادت کے استعمال کا حکم دیا گیا جس میں اُنھیں پاپا کا رنگ جھلکتا ہوا نظر آتا تھا تو اُنھوں نے امتثال امر سے صاف انکار کر دیا۔ ایڈنبرا کے سب سے بڑے گرجا میں جب پادری نے نئی کتاب کھول کر دعا مانگنی شروع کی تو ایک بڑھیا نے ایک تپائی اٹھا کر اُس کے سر پہ کھینچ ماری اور یہی شورش تمام اسکاٹلینڈ میں پھیل گئی۔ اس پر بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ کلیساؤں میں عبادت گزاروں کو اس خیرہ سری سے باز آنا اور شاہی حکم مان لینا چاہیے لیکن اس پیغام نے آگ کو زیادہ بھڑکا دیا اور اُنھوں نے باقرار صالح اُس قومی عہد کی تجدید کی جو ۱۵۵۷ء میں باندھا گیا تھا (دیکھو صفحہ ۲۳۱) اور شرفا و امرا اور قسیسین اطراف و اکناف ملک میں ایک قرارنامہ لیے ہوئے گشت لگاتے

چارلس اہل اسکاٹلینڈ کو کتاب عبادت کے استعمال پر مجبور کرنا چاہتا ہے۔

متعاہدین ۱۶۳۸ء